رجسٹرڈ نمبر اے ۱۱۰۴

نگار

بسم اللہ

نگار

فہرست مضامین اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء

مضمون	مصنف	صفحہ
ملاحظات		۲
ہندی اور بابلی علم الاصنام کی مشابہت	محمد نعیم الرحمن ایم اے	۹
بازگشت (فسانہ)	مجنون گورکھپوری	۱۶
تصوف اسلام پر ایک مورخانہ نظر	عبدالمالک آروی	۲۷
لکھنؤ کے عہد شباب کی ایک شاعرہ		۳۵
حکومت برطانیہ کی وسعت کا راز	عبدالقیوم رسا	۳۹
ازدواج مکرر		۴۸
مرقع چغتائی (یعنی) دیوان غالب کا مصور اڈیشن		۵۳
مومن و کلام مومن	کیفی چریا کوٹی	۶۱
مرد اور عورت	بدر اصلاحی	۷۲
سیاح کی ڈائری		۷۶
اظہار تمنا	عزیز احمد	۸۱
باب الاستفسار		۸۲
الہام شعر	سید علی اختر اختر	۸۵
مشاہدات	جوش ملیح آبادی	۸۶
شالامار باغ	محمود علی خان محمود	۸۸
یاد محبوب	ثاقب جالندھری	۸۹
غزلیات		۹۰
معلومات	قیسی	۹۳
مطبوعات موصولہ		۹۶

بسم اللہ

نگار

اڈیٹر:- نیاز فتحپوری

جلد (۱۶)	اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء	شمارہ (۴)

ملاحظات

گذشتہ ماہ کے رسالہ کو کسی نے "سنان و نشتر" سے تعبیر کیا اور کسی نے "تیغ و تفنگ" سے اور جسقدر "جراحت پذیری" کی اہلیت کا تعلق ہے، اس کے اور نام بھی "مراتب تاثر" کے لحاظ سے رکھے جا سکتے ہیں لیکن مجھے اگر مسرت ہے تو صرف اس خیال سے کہ اگر ایک طرف یہ "تپش مذبوحی" جراحت ناکام کا پتہ دے رہی ہے تو دوسری طرف بحمد اللہ "بر نیاید ز کشتگان آواز" کا منظر بھی دل بڑھانے کے لئے موجود ہے۔ اور اگر تماشائیوں کے "آفرین و مرحبا" کو بھی اسی میں شامل کر لیا جائے تو پھر "دیت و خونبہا" کا سوال اُس "عشوہ و تبسم" سے آگے نہیں بڑھتا جسے ظہوری فخر کے ساتھ سرمایۂ تحمید و تقدیس کی صورت پیش کرتا ہے

میری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی، جب بعض حضرات میری تحریروں سے عصبیت مذہب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ میری تنقیدیں خواہ وہ مذہب و معاشرت سے متعلق ہوں، یا علم و ادب سے اس خلوص نیت کا نتیجہ ہوتی ہیں جس کی اگر کوئی دنیاوی تعبیر ہو سکتی ہے تو صرف یہ کہ

شکایتے ست نہ گنجد بدل ز بسیاری

میں اس سے قبل بھی بارہا عرض کر چکا ہوں اور آج پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ تشیع و تسنن تو خیر نہایت ہی معمولی بات ہے میں نے تو اصطلاحی کفر و اسلام کا پردۂ امتیاز بھی نوچ کے پھینک دیا ہے اور میں اُس دعوے کے ساتھ نہ جس کے لئے تصدیق کی ضرورت ہوتی ہے نہ تردید کا اندیشہ "بصور سرافیل" اس امر کا اعلان کرتا ہوں کہ اگر جنت نام ہے صرف سکون روح و طمانیت قلب کا اور اگر یہ جنت ایک نے اہر شب زندہ دار صرف تقشف ہی سے حاصل کر سکتا ہے تو میں وہ ہوں کہ

فردوس را بدام نگہ می کنم شکار

میں اس چیز سے واقف ہوں، جس کی جستجو دیر و حرم میں کیجا رہی ہے، میں اس مقصود کو جانتا ہوں کہ جس کو مساجد و کنائس میں ڈھونڈھا جا رہا ہے، اور میں اس حقیقت سے بھی بیخبر نہیں ہوں کہ یہ محراب و منبر پر پیشانیاں رگڑ رگڑ کر نوشتۂ تقدیر کو مٹا دینے کی کوشش کرنے والے آجتک یہی نہیں سمجھ سکے کہ وہ کیا چیز ہے جو سجدہ ہائے نیاز کا مسجود ہو سکتی ہے اور وہ کونسا پردہ ہے جس کے اٹھنے کے بعد یہ تمام اعتبارات سطحی یہ جملہ ممیزات قشری محو ہو کر

چشم وا کردن زمین تا آسمان آغوش داشت

بنجاتے ہیں۔ پھر اس سے قبل خدا معلوم کتنی زریں صبحیں، کتنی رنگین شامیں، کتنی خنک راتیں میں نے صرف اس غور و تامل میں صرف کر دیں کہ کیا منصور کا انا الحق کہکر دار و رسن کی منزل سے گزر جانا واقعی شاہد مقصود کے چہرہ سے حجاب کا اٹھا دینا تھا اور کیا میں بھی اگر ایسا دعویٰ کروں تو بیجا ہو گا، لیکن میں ہمیشہ اسی نتیجہ پر پہونچا کہ اول تو وہ منزل جسے

"مرا کردہ اند آشکار ا من"

کہتے ہیں خود کوئی ایسی بلند منزل نہیں جس کو ہر شخص بادنیٰ تامل نہ پا سکتا ہو چہ جائیکہ اس میں بھی ناصبوری سے کام لیا جائے۔ اس لئے میں بے نیازانہ انداز سے آگے بڑھا اور میں نے اپنی فطری ودیعتوں میں سے ایک نہایت ہی ابتدائی منزل کی ودیعت کو بے نقاب کرنا چاہا لیکن حیرت ہے کہ دنیا اس کے بھی سمجھنے کے لئے تیار نہیں اور جسوقت میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ

"یک مے ز آبگینہ و ساغر بر آوردم"

تو وہ مجھ سے منھ پھیر لیتی ہے، مجھے کافر کہتی ہے دہریہ اور ملحد کے لقب سے یاد کرتی ہے اور اپنے جہل سے میرے علم کو مغلوب کرنا چاہتی ہے، حالانکہ یہاں یہ عالم ہے کہ "گرانی محمل" کا احساس جسقدر قوی ہوتا جاتا ہے، اسی اعتبار سے

ہر پردہ را بو لو لہ سنجم ہزار بار

اس لئے میں اپنے تمام احباب سے خواہ کسی مذہب و مسلک کے تبع ہوں بتا دینا چاہتا ہوں کہ میرے شاہد مقصود کے سامنے یہ تمام نسبتیں، یہ جملہ اضافات وہی حقیقت رکھتی ہیں جو "پارۂ کتاں" چاند کے سامنے، اور بحمد اللہ میں اس سے بہت بلند ہوں کہ اس "نا استواری تسبیح" کا تماشہ دیکھنے کے لئے ایک لمحہ کے بھی اپنی نگاہ پستی کی طرف مائل کروں۔ ——— دنیا اگر اپنی صحرا نوردیوں میں خضر کو رہبر بنانا چاہتی ہے تو بنائے اور جبتک جی چاہے سکندر کی ناکامی کا انتقام اس سے لیتی رہے لیکن مجھے اُس جستجو میں دعوت شرکت نہ دے کر۔

سیلاب را بہ بادیہ رہبر گرفتہ ام

اگر ایک طرف یہ عزم استوار ہے کہ تنقید خواہ وہ معاشرت و اخلاق سے متعلق ہو یا مذہب و سیاسیات سے، ہمیشہ بلند نقطۂ نظر سے ہونا چاہئے، تو دوسری طرف میں اپنی فطرت کی اس کمزوری سے بھی واقف ہوں کہ وہ کسی کا دل دکھانا گوارا نہیں کرتی اور اس لئے جب مجھے اس کا علم ہو جاتا ہے کہ میری تحریر یا نگار کے کسی مضمون سے کسی کو صدمہ پہونچ گیا ہے، تو میں بہت ملول ہو جاتا ہوں۔ بنابراں اگر گذشتہ ماہ کے نگار سے کسی خاص شخص یا کسی مخصوص جماعت کو کوئی تکلیف پہونچی ہے تو میں اسکی معذرت میں صرف یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرا مقصود کبھی تنگ نظری کا اظہار نہیں ہوتا اور اگر کوئی صورت ایسی پیدا ہو جاتی ہے تو صرف اس لئے کہ

مستم چناں کہ گل نشناسم ز نوک خار

اس سلسلہ میں مجھ کو برا کہنے والے دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو انتقام لینے کے لئے صرف اپنے اہرمن سے چارہ سازی چاہتے ہیں اور گالیوں کی آزار رسانی کے سوا ان کے پاس کوئی آلۂ حرب نہیں ہوتا۔ اور دوسرے وہ جو میری تحریر میں بے حجابی، عریانی، فحاشی وغیرہ کے نقائص نکالکر اپنے پندار میں مجھے ذلیل و خفیف کرنا چاہتے ہیں۔ سو اول الذکر جماعت سے مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ جس طرح انکا اہرمن ان کے ساتھ ہے اسی طرح میرا یزدان میرے ساتھ ہے۔ اور اس لئے مجھے ڈرنے کی ضرورت نہیں، اور مؤخر الذکر جماعت کے حضور میں اپنے ذوق ادب دانستا کی طرف سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں عرض کر سکتا کہ

نظارۂ خوبان و مے و نغمہ حرام است
دیدیم و شنیدیم و سمعنا و اطعنا

میرے پاس وہ مطبوعہ اعلان آیا ہے جسے کلکتہ میں قایم ہونے والی "لیگ اگینسٹ ملاازم" نے اپنے مقصد کی تبلیغ کے لئے شایع کیا ہے۔ اس لیگ کے روح رواں اور صدر مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی ہیں اور سید محمد عثمان فاضل نائب صدر۔ اس لیگ کے قیام کا مدعا اُس ذہنیت کی مخالفت ہے جو تنگ نظری، تنگ دلی، تقلید و جمود، تعصب و عدم رواداری کو مذہب کے رنگ میں پیش کرتی ہے۔ اس ذہنیت کا اصطلاحی نام اس انجمن نے ملاازم اور اس ذہنیت والوں کا "ملا" رکھا ہے۔ اس اعلان کے آخری صفحہ میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ انجمن الحاد و دہریت کی حامی نہیں ہے اور نہ ہر عالم دین کی مخالف ہے بلکہ وہ صرف ان نام نہاد مذہبی پیشواؤں کے خلاف ہے جن میں یہ ذہنیت پائی جاتی ہے۔

جس حد تک الفاظ اعلان کا تعلق ہے اس انجمن کے مقاصد نہایت ہی پاکیزہ اور قابل قبول معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن عملی حیثیت سے مجھے اس کے اندر چند در چند کمزوریاں محسوس ہوتی ہیں۔ جس وقت پبلک کے سامنے یہ دعوے پیش کیا جائے گا کہ ملاؤں کی جماعت تنگ نظر ہے متعصب ہے، تقلید کی پابند ہے تو لامحالہ یہ سوال پیدا ہوگا کہ ان کی تنگ نظری، تعصب اور تقلید مذہب کے اندر ہے یا اس سے باہر ظاہر ہے کہ اس سے باہر نہیں ہو سکتی اور ہو تو بھی کون مانتا ہے۔ اس لئے وہ مذہب ہی سے متعلق ہوگی اور جس وقت آپ مذہبی مناظرہ

کریں گے تو ایک غیر متناہی سلسلہ "قال، اقول" کا پیدا ہو جائے گا اور آخر کار وہ مقصد حاصل نہ ہو گا جسکے لئے یہ لیگ قائم کی گئی ہے

اگر یہ لیگ مذہب کے ساتھ ساتھ ملاؤں کی مخالفت کرنا چاہتی ہے تو کوئی توقع کامیابی کی نہیں ہو سکتی اور نہ مذہب کی موجودہ مراسم کی حمایت کرتے ہوئے ملاؤں کے خلاف کوئی کامیاب پروپیگنڈا ہو سکتا ہے لیکن اگر آپ یہ دعوی کریں کہ جو اسلام اس جماعت نے پیش کیا ہے، وہ شروع سے غلط ہے اور ان میں سے ایک بھی بلا استثنار مذہب اسلام کے صحیح مفہوم کو نہیں سمجھا تو بیشک یہ لیگ کچھ اہمیت اختیار کر سکتی ہے اور اصلاح کی بھی اس سے توقع ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل خلاف اصول ہے کہ اس جماعت میں سے بعض کو علیحدہ کر دیا جائے اور بعض کو لے لیا جائے، بلکہ ایک سرے سے ان سب کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہیئے اور لوگوں کو اسلام کی حقیقت ذہن نشین کر کے بتانا چاہیئے کہ اسلام نام ہے صرف ترک مذہب کا، نسخ ادیان کا، تفریق قومی کے مٹجانے کا اور جامعہ انسانیت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا، جس کا نام اخلاق اور صرف اخلاق ہے۔ اسلام مسجد و مندر کی تفریق سے بے نیاز ہے، زنار و تسبیح کے امتیاز سے بالاتر ہے، نہ ناقوس و اذان کی تمیز اس کا نصب العین ہے نہ پیکر یاں اور طواف کا فرق اس کا مطمح نظر۔ وہ تمام عالم کو، ساری کائنات کو، جملہ نوع بشری کو ایک رشتہ سے وابستہ کر کے صرف ایک نقطہ پر لانا چاہتا ہے اور وہ اس مساوات کا مبلغ ہے جس سے زیادہ وسیع مساوات دنیا میں کسی ہادی و رہنما کسی نبی و رسول نے اس سے قبل پیش نہیں کی۔

وہ نہ کسی کے نام کو دیکھتا ہے، نہ وضع و صورت کو، نہ وہ نسب کو وجہ امتیاز قرار دیتا ہے نہ حسب کو، نہ دولت اس کے نزدیک کوئی اہمیت رکھتی ہے نہ جاہ و ثروت۔ وہ دیکھتا ہے صرف رواداری کو، جذبۂ ایثار و فدویت کو، اور محض اس اضطراب کو جو بنی نوع انسانی کے ہر فرد میں دوسرے فرد کی اعانت کے لئے پیدا ہونا چاہیئے۔

پھر آج اسلام کا صحیح مفہوم بتانے کے لئے سب سے پہلے ضرورت ہے اس عنصر کو محو کر دینے کی جو اسلام کو اصطلاحی لفظ قرار دیکر اس کو اخوت عامّہ کے مقصد سے علیحدہ کر رہا ہے اور موجودہ ضروریات تمدن و زمانہ کے لحاظ سے تمام ان اصول معاشرت و حیات پر نظر ثانی کرنے کی جو آج اسلام کے چہرہ کو نہایت بدنما صورت میں پیش کر رہے ہیں۔ اگر زمانہ کے ساتھ لوگوں کے امیال و عواطف اور عقول و افکار میں تغیر ہونا ضروری ہے تو پھر یقیناً وہی مذہب حقیقی معنی میں خدائی مذہب کہلائے گا جو عہد و زمانہ کے لحاظ سے تمام عقول و اذہان کی رہبری کر سکے اور اپنے اندر اس تغیر کو روا رکھے جس کے بغیر "اخوت عامہ" کا مقصد عظیم حاصل نہیں ہو سکتا۔

پھر آج اگر منزل تک پہونچنے کا کوئی صحیح راستہ ہو سکتا ہے تو وہ نہ وہ ہے جسے تمام علماء دین زمانہ سے صدیوں پیچھے ہٹ کر متعین کر رہے ہیں اور نہ اس کی وہ تدبیر ہے جو کلکتہ کی اس لیگ نے بتائی ہے۔

اس لئے جس ایثار و قربانی، جس رسوخ و استواری کی ضرورت ہے وہ ہم میں سے سرمد و منصور کی طلبگار ہے، سقراط و حسین کی متجسس ہے، اور ان مردان خدا کی منتظر ہے جو ممبر پر نہیں بلکہ دار پر اس راز کا اعلان کرنے کی جرأت اپنے اندر رکھتے ہوں۔

پھر اگر آج بعض نفوس مقدسہ اس قربانی کے لئے آمادہ ہو جائیں خدمت اسلام کے لئے اپنے تمام مصالح ذاتی کو پس پشت ڈالنے کے لئے طیار ہو جائیں، تو بغیر کسی لیگ کے قائم کئے ہوئے حقیقی مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور دنیا از خود ان مولویوں، ان ملاؤں، ان عالمان دین، ان پیران طریقت، ان تصوف پیشگان جم مرتبت کے بتوں کو ٹھکرا دینے کے لئے آمادہ ہو سکتی ہے

مین اس لیگ کے ارباب کار کو بتانا چاہتا ہون کہ مین جس منزل مین ہون وہ ان کے لیگ کے مقاصد سے بہت بلند ہے اور میرے نزدیک اس نوع کی جماعتون یا انجمنون کا قیام ایک طفلانہ نمایش تو ضرور ہے لیکن سنجیدہ و موثر تدابیر سے اس کو کوئی علاقہ نہین ہو سکتا

اگر اس لیگ کو کچھ کرنا ہے تو مین مشورہ دونگا کہ

بیفشان دامن و آزادہ برخیز

ورنہ اسے فنا ہو جانا چاہئے کیونکہ جو "بابِ نبرد" نہ ہو اس کو "عشق نبرد پیشہ" کی دعوت پر لبیک کہنے کا کوئی حق حاصل نہین ہے

داس کا حکومت کے طرزِ عمل کے خلاف احتجاجاً فاقہ کی تڑپا تڑپا کر ہلاک کرنے والی صعوبتون کو برداشت کرکے اس دنیا سے گزر جانا، گو بظاہر نہایت معمولی بات معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر آپ تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھین گے تو معلوم ہوگا کہ زمانہ ایسے "مردانِ خدا" چند سے زیادہ نہین پیدا کر سکا

اس وقت یقیناً یہ سوال ہے صرف ایک شخص، ایک معمولی انسان کے جان دیدینے کا، لیکن عاقبت بین نگاہین دیکھ سکتی ہین کہ یہ موت، احیار ہے ایک قوم کا، نجات ہے ایک ملک کی

داس نہین مرا، بلکہ زندگی کا راز ہمکو بتا گیا، اس کے جنازہ پر پھول نہین برسائے گئے، بلکہ آزادی کے دیوی کے لئے تخت و تاج کو آراستہ کیا گیا اور اگر فطرت نے اپنے اصول نہین بدلے ہین تو ہم کہہ سکتے ہین کہ داس نے انتظار کی مدت کو بقدر نصف صدی کم کر دیا ہے اور وہ وقت دور نہین جب ارتھی پر سوگ کے پھول چڑھانے والے ہات، "ملکۂ حریت" کے جلوس مین مسرت کی گلباریان کرتے ہوے نظر آئین گے

موت نام ہے دنیا سے محو ہو جانے کا - پھر کون ہے جو داس کو مردہ کہہ سکتا ہے - الا ان اولیاء اللہ لا یموتون - یقیناً داس اللہ کے اولیا مین سے ایک ولی تھا اور اگر مسلمان مجھے اس اظہار خیال پر اسلام سے خارج کرنا چاہین تو کر دین، مجھے پروا نہین

منت کش چشمم کہ حقیقت نگر آمد

اور اگر وہ ولایت خداوندی کو صرف اپنے ہی لئے مخصوص جانتے ہین تو کم از کم مجھے یقین نہ دلائین کہ میرے اوپر تو اس کے خیال سے بھی موت کا سا جمود طاری ہونے لگتا ہے اور نہ اپنی قربانیون کا ذکر کرین کہ

دارد تفاوت آب شدن تا گریستن

یہ بڑی حد تک صحیح ہے کہ ہندوستان کا سیاسی تگ و دو مین اس وقت تک کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکتا ہندو مسلم تفریق کی وجہ سے ہے اور یہ بھی غلط نہین کہ اس تفریق کے قیام مین ہندوؤن کی تنگ نظری اور عصبیت بہت معاون ہو رہی ہے لیکن کیا مسلمان اس باب مین بالکل معصوم ہین کیا وہ ہندوستان کی مسئلۂ آزادی کو واقعی بہت اہم سمجھتے ہین اور کیا وہ اپنی پوری توجہ اس طرف

صرف کر رہے ہین؟ ممکن ہے بعض نفوس اس دعوی کر سکین، لیکن عام طور پر مسلمانون کی ذہنیت اس درجہ انتشار و پراگندگی رکھتی ہے کہ اس وقت تک یہی نہین معلوم ہو سکا کہ انکا مقصود کیا ہے۔ کبھی وہ مسئلۂ تبلیغ کی کامیابی کو اپنے مرض کا علاج سمجھکر اس طرف متوجہ ہو جاتے ہین، کبھی "خدمت کعبہ" کو وہ اساس تہذیب و اخلاق جانکر اپنے آپ کو "خدام کعبہ" کہنے اور کہلوانے پر اصرار کرتے ہین کبھی "زوال خلافت" پر مجلس عزا مرتب کر کے اس کا نام "خلافت کمیٹی" رکھتے ہین اور اب خیر سے فلسطین کے معاملہ نے ایک اور نئی چیز "فلسطین کمیٹی" کی بنیاد کا مواد فراہم کر دیا ہے۔ گویا ہندوستان کے مسلمان ساری دنیا کے ذمہ دار ہین اور جب تک یہ ہندوستان مین بیٹھکر کوئی رزولیوشن پاس نہ کر دینگے اس وقت تک عالم اسلامی کی کوئی مشکل حل ہو ہی نہین سکتی۔ لیکن اس "خاک بسر" قوم سے کوئی پوچھے کہ۔ اس وقت تک ان تمام مذہبی، سیاسی اور اخلاقی انجمنون نے کیا کارہائے نمایان انجام دئے اور ان تحریکات مین حصہ لینے کے بعد دوسرون کو کیا فایدہ پہونچا یا اور خود کیا فایدہ حاصل کیا خلافت ختم ہونے کے بعد خلافت کمیٹی قایم ہوئی اور دولت بے اندازہ ہندوستان کے غریب مسلمانون سے جمع کی گئی، لیکن کیا حکومت حجاز نے ارض مقدسہ سے یہود و نصاریٰ کے اثرات محو کرنے مین کوئی مدد ان کی، کیا وہ اس سلسلہ مین اپنی کسی حقیر سے حقیر آرزو کو بھی پورا دیکھنے مین کامیاب ہو سکے۔ اسی طرح خدام کعبہ کی حیثیت سے وہ مسئول ہو سکتے ہین کہ اس باب مین ان کے خدمات کیا ہین۔ کیا حاجیون کی جماعت کو بمبئی مین ٹکٹ خرید کر کے لا دینا، مسافر خانون مین لا کر ان کو ٹھیرا دینا اور جہاز پر سوار کرا دینا اتنا بڑا کام ہے کہ اس سے زیادہ کوئی اور ذریعۂ نجات ہو ہی نہین ہو سکتا، جمعیۃ العلما، اور ان کی تبلیغ کا ذکر فضول ہے کیونکہ اب اس جماعت اور اس کے اس مقصد کی لغویت روز روشن کی طرح عیان ہے

اب اس ذہنیت کے ماتحت فلسطین کے مسئلہ مین ہنگامۂ گدایانہ برپا کیا جا رہا ہے، اور کیا عجب ہے کہ اس کے لئے بھی کوئی فہرست فراہمی چندہ کی کھولدی جائے۔ لیکن اس کا نتیجہ بھی جو کچھ ہونے والا ہے، کسی سے مخفی نہین۔ یہان کے مسلمان یہ نہین سمجھتے کہ جب تک وہ خود اپنی ملکی و مقامی حیثیت کو مستحکم و بلند نہ کرینگے اُن کے "طنین پشہ" کو کون سنیگا اور اُن کے شور و شغب سے دنیا کے یہ اصول کیونکر بدل سکتے ہین کہ پہاڑ سے سر ٹکرانا خود اپنے سر کو مجروح کرنا ہے۔ اگر مسلمان چاہتے ہین کہ واقعی ان کی آواز کو کوئی اہمیت دیجائے تو انکا فرض یہ ہونا چاہئے کہ پہلے اندرونی ملکی سیاسیات مین اپنے اندر ایک جماعت صالح کی سی اہمیت پیدا کرین اور جب خود اپنے گھر کو محفوظ کر لین تو دوسرون کے گھرون کی آگ بجھانے کی کوشش کرین۔ کیا ہندوستان کے مسلمانون کے باب مین، ترکی، ایران، افغانستان، مصر، فلسطین، حجاز کسی جگہ سے کوئی آواز بلند کیجاتی ہے، کیا کبھی سنا گیا ہے کہ وہان کی کسی انجمن نے کوئی تجویز اپنی حکومت کے ذریعہ سے حکومت برطانیہ کے پاس بھیجی ہو، پھر جب اس وقت حالت یہ ہے کہ ہر قوم و جماعت اپنے ہی تحفظ کی منزل سے نہین گزری، تو ہندوستان کے مسلمانون کی یہ "انجمن آرائیان" اور "رزولیوشن فرمائیان" کیا اہمیت رکھ سکتی ہین

مین دیکھتا ہون کہ مسلمانون کی ایک جماعت اور غالباً بڑی جماعت سارڈا بل کی منظوری سے چین بہ جبین نظر آتی ہے یہانتک کہ اسمبلی کے بعض مسلمان ممبر احتجاجاً ہال سے اٹھکر باہر چلے گئے۔ ہم نے مانا کہ صغرسنی کی شادیان ہندؤن مین زیادہ ہوتی ہین اور

یہ قانون انھون نے اپنے ہی معاشرت کی اصلاح کے لئے نافذ کرایا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جب اصولاً مسلمان بھی اس کے مفاد کے منکر نہین ہین تو وہ کیون مخالفت کرتے ہین۔ رہا شریعت اسلامی کا سوال، سو مین پوچھتا ہون کہ کیا ہندوستان مین زنا کے جرم مین کسی کو سنگسار کیا جاتا ہے، کیا سرقہ کے ارتکاب پر کسی کے ہات قطع کئے جاتے ہین، کیا تہمت پر یہان حد قذف جاری ہوتی ہے، کیا شراب خواری پر دُرّے لگائے جاتے ہین، پھر جب مسلمان ان تمام تعزیرات کو جو شریعت اسلامی کے خلاف ہین گوارا کئے ہوئے ہین تو کوئی وجہ نہین کہ وہ سارڈا بل پر چراغ پا ہون علی الخصوص اُس وقت جبکہ مسلمانون مین بھی ہندؤن کے ساتھ میل جول رکھنے کی وجہ سے صغرسنی کی شادی کا رواج کچھ کم نہین ہے

صغرسنی کی شادی کو روکنے والا قانون باوجود اس کے کہ مسلمانون کی ایک جماعت نے مخالفت کی، منظور ہو گیا اور ۱۹۳۰ء سے اس کا نفاذ بھی ہو جائے گا، جہانتک عورتون کی صحت کا تعلق ہے یہ قانون بہت مفید ہے اور معاشری حالت کی درستی مین بھی اس سے کام لیا جاسکتا ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک قانون اس سے بہت زیادہ اہم تھا جس کی طرف کسی نے توجہ نہین کی اور جس کا نفاذ بقائے عقل و حواس اور تحفظ انسانیت و اخلاق کے لئے ازبس ضروری ہے

اس وقت تمام اکناف ہند مین ایک کثیر جماعت ان لوگون کی دیکھی جاتی ہے جو اپنے آپ کو عالم دین کہتے ہین، صوفی راہ طریقت بتاتے ہین، مجالس وعظ مین سخت تباہ کن اور دشمن عقل و انصاف روایات بیان کرتے ہین صرف اس لئے کہ روپیہ کمائین، جاہلون اور احمقون کو اپنے کاذب کشف و مراقبہ سے دھوکا دیکر اپنا گرویدہ بناتے ہین تاکہ زندگی کے تمام نعایم و لذائذ اپنے لئے مخصوص کرلین درانحالیکہ انھون نے کوئی محنت نہین کی، کسی جفاکشی اور عرقریزی سے کام نہین لیا

اگر قانون تعزیرات ہند دغابازون کو گرفتار نہین کرسکتا، اگر ضابطہ فوجداری آوارہ گردی کے سلسلہ مین ان کو نیک چلنی کا پابند کا نہین بناسکتا، اگر امتناع گداگری کا قانون اُن پر نافذ نہین ہو سکتا، تو کوئی وجہ نہین کہ ان کی تباہکاریون سے بچانے کے لئے ، ایک علیحدہ قانون نہ مرتب کیا جائے اور ان معزز گداگرون، ان پڑھے لکھے بھکاریون کو جو "یسئلون الناس الحافا" کی ایک مخفی مگر نہایت ہی سخت لعنت مین مبتلا ہین وعظ پیشگی اور پیری مریدی سے نہ باز رکھا جائے۔ نہ ان کے پاس کوئی جائداد ہے نہ ریاست نہ یہ کہین ملازمت کرتے ہین، نہ تجارت لیکن دولت ہے کہ ان کے قدمون پر نثار کیجارہی ہے، اور عیش و نشاط کی دیوی ہے کہ ہر وقت ان کے پہلو سے وابستہ نظر آتی ہے۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ غریب اہل ہند کی وہ کمائی جو پسینہ مین ڈوب کر حاصل ہوتی ہے، کیون بلاکسی محنت و استحقاق مزد کے ان مولویون، پیرون، سیدون پنڈتون، جوتشیون اور برہمنون کو دیدی جائے جو ایک متعدی مرض کے جراثیم کی طرح صرف وبا اور ہلاکت پھیلانے کے لئے رونما ہوئے ہین

کیا اسمبلی کے کسی ہندو یا مسلمان ممبر میں یہ جرأت ہے کہ وہ اس مسئلہ کو پیش کرکے تکمیل کی حد تک پہونچائے؟

نیاز

ہندی اور بابلی علم الاصنام کی مشابہت

(بہ سلسلہ ماسبق)

۷۔ بھیم

گلگمیش اور ایع بانی قدیم بابل کے دو بڑے بڑے ہیرو تھے۔ اہل بابل کی متھیا مین ان دونون (اور خصوصاً گلگمیش) کا وہی رتبہ تھا جو یونان مین ہرقل کا اور ہمارے ملک مین بھیم کا تھا۔ بابل کے یہ دونون ہیرو ایک دوسرے کے بہت گہرے دوست تھے۔ ایک ہفتخوان کو طے کرنے کے دوران مین ایع بانی کو موت کے دیوتا نے گرفتار کر کے زمین کے نیچے کے طبقہ مین مُردون کی سرزمین کو روانہ کر دیا (یعنی ایع بانی مرگیا) اور گلگمیش بھی بیماری مین مبتلا ہو گیا، تو مؤخرالذکر نے تہیہ کیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے جد بزرگ پیر نپشتیم سے (جو زمین کے نیچے کی دنیا مین سمندر مین رہتا تھا) مل کر مدد لیگا اور اپنی اس پریشانی کو دور کریگا۔ چنانچہ وہ اس ارادہ سے نکلا، اور بڑے بڑے سر بفلک پہاڑون اور اُن کی دشوار گزار گھاٹیون سے گزرتا، قدم قدم پر خونخوار شیرون سے لڑتا اور انھین قتل کرتا ہوا مشتی پہاڑ کی ایک تنگ و تاریک سرنگ پر پہنچا جس کے دروازہ پر ایک بڑے سے بچھو کی شکل کے دیو اور اُس کی دیونی سے سابقہ ہوا۔ گلگمیش اُنھین دیکھتے ہی غش کھا کے گر پڑا۔ مگر چونکہ وہ جانتے تھے کہ گلگمیش دیوتا کا بچہ ہے اور دیوتاؤن کا سا جسم رکھتا ہے، اس لئے اُنھون نے اُسے کچھ ایذا نہین دی، ہوش مین آیا تو دیونے اس کے سفر کا مقصد دریافت کیا، اور معلوم کرنے پر اُسے بڑے پیار سے اور تمام دشواریون سے آگاہ کر کے اُن پر قابو پانے اور زندہ سلامت منزل مقصود تک پہنچ جانے کا طریقہ بتایا۔ چنانچہ گلگمیش ان ہدایتون پر عمل کرتا اور طرح طرح کی دشواریون، خصوصاً "موت کے سمندر" کی آفتون سے بچتا ہوا آخر پیر نپشتیم کے پاس پہنچ گیا وہ پیر کو جوان اور مضبوط چاق چوبند دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ اس سے نہ رہا گیا اور پیر سے سوال کیا کہ "آپ باوجود اتنے سن رسیدہ ہونے کے اب تک کیونکر ایسے مضبوط اور جوان ہین؟" اس سوال کے جواب مین پیر نے اُسے طوفان کا قصہ سنایا (جو ادھر بیان ہو چکا ہے)۔ اس کے بعد گلگمیش نے اپنی ساری رام کہانی سنائی کہ کس طرح ایع بانی جیسے ہمدم و ہمراز کا ساتھ چھوٹا اور وہ خود کیسی کیسی بیماریون مین مبتلا رہا اور کیا کیا آفتین جھیل کر وہ وہان تک پہنچا چونکہ بہت تھک چکا تھا، سو گیا پیر کی بیوی کو اُس پر بڑا ترس آیا، اور اُس نے اپنے شوہر سے کہا کہ "وہ اس لڑکے کو اپنے ہاتھ سے چھو دیجئے تاکہ اس کی سب بیماریان دُور ہو جائین اور اسے جادو کا کھانا کھلا دیجئے تاکہ وہ پھر صحت اور سلامتی کے ساتھ اپنے گھر واپس پہنچ جائے"، چنانچہ ابھی گلگمیش سو ہی رہا تھا کہ پیر نے اُسے چھوا، اور پیر کی بیوی نے جادو سے تیار کی ہوئی غذا بھی اُسی حالت مین کھلا دی۔ گلگمیش جاگا تو اپنے اندر ایک نئی طاقت نئی روح محسوس کرتا تھا لیکن بوڑھے پیر کو اس پر بھی صبر نہ ہوا اور اُس نے گلگمیش کو "آب حیات" کے چشمے پر غسل کرنے کو بھیج دیا۔ اس غسل سے اُس کے جسم کی تمام بیماریان دور ہو گئین اور وہ پہلے سے بھی زیادہ تندرست اور توانا ہو گیا۔

مہابھارت (بان پرب) مین بھیم کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت درج ہے۔ بھیم نے بھی گلگمیش کی طرح کُبیر کے چشمے کی تلاش مین

جہان اُسے معلوم ہوا تھا کہ ایسے ایسے سُندر کنول پھول ہوتے ہین کہ دھرتی والون نے کبھی سُپنے مین بھی نہ دیکھے ہون اور اُن کو دیکھنے اور چھُونے سے ساری تھکن دُور ہو کر نیا زور اور بل پیدا ہو جاتا ہے۔ دیو لوک تک پہنچنے کے لئے اُتر پورب کی طرف سفر کیا جس طرح گلگمیش کو پیر نپشتیم نے طوفان کا قصہ سنایا تھا اُسی طرح بھیم کو ہنومان جی مل گئے تھے اور اُنھون نے اُسے دنیا کی عمر کا حال بتایا تھا اور طوفان کی کہانی سنائی تھی جس نے اُس وقت سے پہلے کی سب نسلون کا ستیاناس کر دیا تھا۔ بھیم بھی کبیر تال پر پہنچ کر دیوون سے لڑا تھا، اور گلگمیش کی طرح اُسے بھی کبیر مین نہانے اور اس کے امرت کے پینے سے ایک نیا بل نیا زور مل گیا تھا اور اُس کے جسم کے سارے گھاؤ اچھے ہو گئے تھے

بابلی متھیا مین گلگمیش کے سرنگ کو پار کرنے کی جو کہانی ہے (جس کا اوپر مختصر سا ذکر ہوا ہے) وہ ہندی متھیا کی اس کہانی سے بہت مشابہ ہے جس مین لنکا کا راجا راون سیتا جی کو اُٹھا کر لے گیا تھا اور ہنومان جی سیتا جی کی تلاش مین ایک بڑے لمبے سے غار کو پار کر کے ایک جوگن کے محل پر پہنچے تھے۔ ہنومان جی نے سری رام چندر جی سے کہا تھا کہ "مہاراج" مین نے راجا جنک کی بیٹی کو دیکھا ہے۔ جب ہم دکھن کے پہاڑون، غارون اور جنگلون مین گھومتے گھومتے تھک گئے تو ہمین ایک بڑا سا غار دکھائی دیا۔ ہم اُس غار مین گھس گئے۔ اندر پہنچ کے معلوم ہوا کہ غار بہت گہرا ہے۔ چارون طرف گھپ اندھیرا تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے درخت تھے، اور زمین پر بھانت بھانت کے بھیانک کیڑے مکوڑے رینگتے پھرتے تھے۔ بڑی بڑی آفتون کا سامنا کر کے ہم نے اُس غار کو پار کیا، وہ سرنگ نکل جانے کے بعد ہمین سورج کی روشنی دکھائی دی اور ایک بڑی سی گڑھی نظر پڑی۔ یہ مایا دیوی کی گڑھی تھی۔ اُس مین پربھاوتی نام ایک جوگن اپنی تپسیا مین مشغول تھی۔ اُس نے ہمین طرح طرح کھانے پینے کی چیزین دین۔ جب ہم کھا پی چکے اور تازہ دم ہو گئے تو جوگن کے بتائے ہوئے راستے پر چل کھڑے ہوئے۔ جب ہم اُس غار سے نکلے تو ہمین ایک سمندر نظر آیا جس کے کنارے پر تین پہاڑ تھے۔ ہم نے اُن مین سے ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر دیکھا تو سامنے ایک بہت بڑا سا سمندر دکھائی دیا۔ تب تو ہم لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور ہمین کسی طرح کی امید نہین رہ گئی کہ اب ہم اپنے گھر واپس پہنچ سکینگے۔۔۔۔ وغیرہ وغیرہ۔ اُسی جگہ ہنومان جی اور اُن کے ساتھیون کو ایک بڑا سا عقاب ملا، جس نے انھین بتایا کہ ہو نہ ہو سیتا جی کو راون ہی لے گیا ہوگا۔ مگر ان مین اس سمندر کو پار کرنے کی ہمت نہ تھی۔ آخر ہنومان جی نے ایک تدبیر سوچی، اور کسی طرح ہوا کے دیوتا وایُ کی مدد سے سمندر کے اوپر سے اُڑتے اور راستے مین سب بھوت پریت اور دیووی کو مارتے ہوئے لنکا پہنچے اور سیتا جی کا پتہ لگا لیا

اب اس کے مقابلے مین گلگمیش اس سرنگ کے بچھو نما چوکیدار اور اُس کی بیوی کی ہدایت پر آگے بڑھا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ پہاڑی سرنگ بارہ میل لمبی تھی اور ہر طرف سوا گھپ اندھیرے کے اور کچھ نہ تھا۔ مگر گلگمیش نے کمر ہمت چست کی اور اُس سرنگ کو کسی نہ کسی طرح پار کرنے کی ٹھان لی۔ وہ آگے بڑھا اور اُس اندھیرے غار مین گھس گیا۔ پورے چوبیس گھنٹے تک طرح طرح کی مصیبتین جھیلنے کے بعد اُسے کچھ روشنی دکھائی دی جسے دیکھتے ہی وہ بے تحاشا بھاگا اور اس سرنگ مین سے نکل گیا۔ اور پھر دن کی روشنی مین پہنچ گیا۔ وہان پہنچ کر اُسے ایک خوشنما اور دلکشا باغ نظر آیا جس کے بیچون بیچ ایک بہت ہی خوبصورت اور بابرکت درخت لگا ہوا تھا۔ اُس کی شاخین طرح طرح کے بیش بہا پتھرون کے گچھون سے لدی ہوئی تھین اور پتے جواہرات کے تھے۔ گلگمیش یہ نظارہ دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ کچھ دیر اسی طرح حیرت سے اُسے دیکھتا رہا، آگے بڑھا تو اُسی قسم کے اور بہت سے درخت اُسے نظر آئے۔ مگر وہ ان سب کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے بڑھا، اور چلتے

چلتے ایک سمندر کے کنارے پر پہنچا یہ " موت کا سمندر" تھا جس ملک میں وہ سمندر تھا جب اُس کی رانی نے اُسے آتے ہوئے دیکھا تو وہ جلدی سے اپنے محل میں گھس گئی اور دروازہ بند کر لیا۔ گلگمیش نے بڑی خوشامدوں اور دھمکیوں سے دروازہ کھلوایا اور رانی سے آگے کا راستہ دریافت کیا۔ رانی نے کہا کہ " اس بھیانک سمندر کو آج تک کوئی پار نہیں کر سکا۔ تم میں اتنی طاقت کہاں سے آئی کہ تم موت کی موجوں کا مقابلہ کر سکو!" لیکن بہادر سپاہی اس پر بھی مایوس نہیں ہوا، اور آخر کار رانی کو بتانا ہی پڑا کہ اُرد اُربع نامی ملاح کی مدد سے اُس سمندر کو پار کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے ارد کو بلایا اور اُسے اپنے ہمراہ کشتی میں بٹھا کے لے چلا۔ یہاں پھر اُسے سخت سے سخت آفتیں جھیلنی پڑیں۔ لیکن وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہوا اور پیر پنشتیم سے ملاقات ہو گئی! پیر نے اُسے طوفان کا قصہ سنایا (جو اوپر بیان ہو چکا ہے) ...... وغیرہ وغیرہ

۸۔ گرُڑ

گرُڑ ہندی متھیا میں نہ صرف پرندوں کا بادشاہ اور وشنوجی کی سواری ہے، بلکہ اُسے ایک دیوتا کا رتبہ بھی حاصل ہے۔ گرُڑ کی ماں کو سانپ (جو گرُڑ کے سخت دشمن تھے) اُٹھا کے لے گئے تھے اور اُس بیچاری کو اپنی باندی بنا کر طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ گرُڑ نے ہزار جتن کئے، مگر اپنی ماں کو ان ظالموں کے پنجے سے نہ چھڑا سکا۔ آخر اُس نے یہ تدبیر نکالی کہ دیوتاؤں کا امرت (آب حیات جس سے دیوتاؤں کو دوامی زندگی حاصل تھی) چُرا کے گیا اور سانپوں کی نذر کیا۔ تب کہیں جا کے اُس کی ماں کو خلاصی نصیب ہوئی۔ جب اندر دیوتا کو معلوم ہوا کہ امرت چوری گیا، تو اُس نے گرج گرج کر گرُڑ پر بجلیاں برسانی شروع کیں۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔ صرف اتنا ہوا کہ گرُڑ کا ایک پر زخمی ہو کر گر گیا، اور بس۔ آخر لاکھ دشواریوں کے بعد اندر کو وہ " چاند کا پیالہ " ہاتھ لگا جس میں امرت رکھا رہتا تھا، اور وہ اسی کو لے کر دیو لوک کو واپس چلا گیا امرت نہ ملا نہ سہی، غنیمت ہوا کہ پیالہ ہی ہاتھ آ گیا!

قریب قریب یہی حال بابل کی متھیا میں زُو پرندے کا ہے، جو آج کل گھوڑا (سپت مکھا شو) اور بیل (برشب تور) کے نام سے موسوم ہے۔ وہ لوگ اُسے " بدکار " اور " بدی کا سر اُٹھانے والا " کہتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس کے جی میں آئی کہ کسی طرح دیوتاؤں پر حکومت کرنا اور اُن پر زور چلانا چاہئے۔ اس غرض سے اُس نے خداؤں کے خُدا (مہادیو؟) بَعل کے گھر میں سے " لوحِ تقدیر " کو (جس کے ذریعہ وہ سب دنیا داروں کی قسمتوں اور تقدیروں کو اپنے دست قدرت میں رکھتا تھا) چُرا کے بھاگا، اور سیدھا عرب پہنچ کر ایک پہاڑ کی چوٹی پر دم لیا۔ اَنُو دیوتا نے گرجنے والے دیوتا رمّن (ہندی اندر) سے درخواست کی کہ وہ زُو پر حملہ کر کے اُسے تباہ کر دے۔ لیکن رمن ڈر کے جھجک گیا اور حملہ نہ کر سکا۔ اسی طرح اور سب دیوتا بھی کانوں پر ہاتھ دھر کے الگ ہو گئے اور کسی کی اتنی ہمت نہ ہوئی کہ زُو پر حملہ کر کے " لوحِ تقدیر " اُس سے چھین لیتا۔ آخر جب کسی سے کچھ نہ ہو سکا تو چاند کا دیوتا عرب جا کر زُو سے لوح کو چھین لانے کے ارادہ سے روانہ ہوا ...... (افسوس کہ قدیم روایات سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کے بعد چاند دیوتا اور زو کا کیا حشر ہوا)

بابل کی متھیا میں دو بڑے پیر (بلکہ انھیں مہا پیر اور راج پیر کہنا زیادہ مناسب ہو گا) گلگمیش اور اینکی تھے ان دونوں کے

بارے مین کہا جاتا ہے کہ بادشاہ تھے، اور دونون نیچے والی دُنیا (پاتال ؟) کے سفر کو گئے تھے۔ ایتن وہان سے "پیدائش کا پودا" لانے کے لئے گیا تھا اور گلگمیش "زندگی کا پودا" لانے کی نیت سے۔ ایتن نے ایک بڑے سے دیونما عقاب سے مدد لی، جو ہمارے ہندی گرڑ کی طرح سانپون کا دشمن تھا۔ اور جس طرح ہندوستان مین وشنوجی مہاراج گرڑ کی پیٹھ پر سوار ہوتے تھے اُسی طرح ایتن بھی اس بابلی عقاب پر سوار ہو کر گیا تھا۔ ایک اور موقع پر جب ایتن نے سب سے اوپر کے آسمان (عرش ؟) کا سفر کرنا چاہا تھا، تب بھی اُس نے اسی عقاب سے مدد مانگی تھی۔ اس استمداد پر عقاب نے کہا کہ "ہان دوست، مین بڑی خوشی سے تمھین سب سے اوپر کے آسمان تک لے چلونگا۔ اپنے سینے کو میرے سینے پر اور اپنے بازوؤن کو میرے پرون پر رکھ دو اور اپنے جسم کو میرے جسم سے ملا کر بالکل ایک کردو، اور چلے چلو!" چنانچہ ایتن نے ایسا ہی کیا، اور عقاب اُسے اپنے شہپرون پر اس طرح چسپان کئے ہوئے اوپر کو اڑا۔ دو گھنٹے تک اُڑتے رہنے کے بعد عقاب نے ایتن سے کہا کہ "ذرا نیچے دیکھو" ایتن نے دیکھا کہ سمندر زمین کو چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ عقاب اور بلند ہوا، اور دو گھنٹے کے بعد اُس نے ایتن سے پھر کہا کہ نیچے دیکھو، اب کے اُس مہابیر نے دیکھا کہ سمندر زمین کو بالکل ایک پیٹی کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ عقاب اور اونچا اڑا، اور پھر دو گھنٹے کے بعد ایتن نے دیکھا کہ سارا سمندر ایک چھوٹے سے تالاب کے برابر رہ گیا ہے۔ اتنی دیر (چھ گھنٹے) مین وہ دونون انُ، بعل اور ایع کے آسمان پر پہنچ گئے، جہان ایتن کو آرام اور سایہ کی جگہ مل گئی۔ کچھ ستانے کے بعد عقاب پھر ایتن کو لے کر اڑا، اور سیدھا آسمان کی ملکہ (اور سب سے بڑی دیوی) اشتر کے آسمان کی طرف چلا۔ اس اثناء مین اُس نے پھر دو دو گھنٹے کے بعد ایتن سے نیچے دیکھنے کو کہا اور ایتن برابر دیکھتا رہا کہ زمین کس طرح جلدی جلدی سکڑ رہی ہے! اس کے بعد کچھ حادثہ پیش آیا، اور عقاب بجائے اُونچا ہونے کے نیچے کو گرنے لگے[1]۔ اور گرتے گرتے دھڑام سے زمین پر آرہا۔ عقاب کے تو پرخچے اڑ گئے، لیکن ایتن (غالباً) زندہ سلامت بچ گیا

ہمارے گرڑ کے ساتھ ایسا حادثہ تو نہین ہوا، لیکن دو واقعات اُس سے منسوب کئے جاتے ہین۔ (۱) ایک دفعہ وشنوجی مہاراج اُس پر سوار چلے جارہے تھے۔ راستے مین ایک جگہ انھون نے اپنے داہنے بازو سے (جو تمام کائنات سے زیادہ وزنی تھا!) اُسے دبایا تو اس بوجھ سے اُس کے کچھ پر جھڑ گئے۔ (۲) رامائن شریف مین گرڑ کے دو بیٹون کا ذکر آتا ہے۔ اُن مین سے ایک کو تو راون نے زخمی کر کے مار ڈالا تھا، اور دوسرا سری رام چندر جی مہاراج کو زخمی بلکہ نیم مردہ حالت مین پڑا ہوا ملا تھا۔ اُس نے آنجناب سے بیان کیا تھا کہ "ایک دفعہ ہم دونون بھائی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی شرط بد کے سورج کی طرف اُڑے۔ سورج کے قریب پہنچ کر میرے تو پر جل گئے[2]۔ مگر میرے بھائی کے پر بچ گئے۔ مین یہان اس پہاڑ پر گر پڑا، اور اب تک ان برے حالون مین یہان پڑا ہون!"

اس ضمن مین اسی نوع کی دو اور دلچسپ روایتین بیان کرنا بیجا نہ ہوگا جو عرب کے (مسلم!) باشندون مین عام طور پر رائج تھین (اور غالباً اب بھی ہین)۔ ایک تو بابل کے بادشاہ نمرود کے متعلق ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے اُسے ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دی تو اُس نے ایک بہت بلند مینار بنوایا تاکہ اُس پر چڑھ کر "ابراہیم کے خدا" کو دیکھ سکے۔ لیکن جب خدا کی قدرت سے یہ مینار بننے کے بعد گر گیا، تو وہ ایک صندوق مین بیٹھ کر اڑا جسے چار بڑے بڑے دیو صفت پرندے اڑا کر اوپر لے گئے۔ دور کی بلندی تک پہنچنے کے بعد

---

[1] اگر یک سر موی برتر پرم ..... [2] فروغ تجلی بسوزد پرم!

وہ اس زور سے ایک پہاڑ پر گرا کہ پہاڑ بھی ہل گیا! ——— دوسری روایت سکندر ذوالقرنین کی ہے کہ اُس نے "ملک ظلمات" مین عقاب سے بھی زیادہ بڑے بڑے پرندے پال رکھے تھے۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے چار سپاہیون کو حکم دیا کہ ان پرندون پر بیٹھ کر اڑین اور آسمان کی خبر لائین۔ چنانچہ وہ اڑے اور اوپر سے "زندہ لوگون کے ملک" کی خبرین لائے۔ اسی طرح سکندر کے متعلق حبشی روایتون مین ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُسے زمین کی لمبائی چوڑائی کا پورا حال معلوم تھا، اور اس علم کے حاصل کرنے کی تدبیر اُس نے یہ نکالی تھی کہ اُس نے اپنے آپ کو بہت ہی چھوٹا سا بنا لیا اور ایک عقاب کی پیٹھ پر سوار ہو کر اڑا اور آسمانون کی سب سے اونچی بلندیون تک پہنچ کر وہان کے سب حالات کی تحقیق کر کے واپس آ گیا!

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، گرڑ وشنو جی کی برق پا سواری تھی۔ وشنو جی کی اس سواری کے عالم کی جو مورتیان ہین اُن مین وشنو جی کے ہاتھ مین ایک چکر نظر آتا ہے جو ایک آتشین چکر ہے اور ہر وقت بڑی تیزی سے گھومتا رہتا ہے۔ مہابھارت (آدی پرب) مین لکھا ہے کہ وشنو جی مہاراج نے گرڑ کو اپنی رتھ پر جھنڈے کی چوب پر بٹھا لیا اور فرمایا "اب تم اسی طرح میرے اوپر بیٹھے رہا کرو گے" یہی حال بابل کے دیوتا شمش (سورج دیوتا)، مہادیوی اشتر اور چند اور دیوتاؤن کا بھی ہے۔ اُن کے ہاتھون مین بھی چکر ہوتے ہین، جو حیات جاوید کا نشان ہوتے ہین۔ خاص کر شمس دیوتا کی مورتی اس طرح بنائی جاتی تھی کہ وہ ستون دار محل مین اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور اُس کے سامنے سورج کا چکر ہے۔ اس چکر (یا پہئے) کے ارے لہردار ہوتے تھے اور ہر لہریا تین تین خطون سے بنایا جاتا تھا

اسی طرح ایران کے قدیم کتبون مین وہان کے بادشاہون کے سرون کے اوپر ہرمزد خدا ایک پردار پہئے یا چکر کے اندر منڈلاتا ہوا نظر آتا ہے!

۹ - کرن

ہماری مہابھارت کا زبردست ہیرا اور سورما کرن رانی پرتھا کا بیٹا تھا۔ اتفاق سے سورج دیوتا کی نظر رانی جی پر جا پڑی تھی اور وہ ہزار جان سے اُن پر عاشق ہو گیا تھا۔ جب اس عشق کا نتیجہ کرن کی صورت مین نمودار ہوا تو رانی نے ایک ٹوکری کی ناؤ بنائی اور اس معصوم کو اُس ٹوکری مین رکھ کر ندی کے سپرد کر دیا۔ وہ اُسے بہا کر گنگا مائی کے پاس لے گئی اور اُن کے حوالہ کر دیا۔ گنگا جی نے اُسے انگ راج تک پہونچا دیا، جہان ایک عورت نے اُسے اُٹھا لیا اور اپنے شوہر کے پاس لے گئی۔ کرن اپنے ان نئے مان باپ کی شفقت کے سایہ مین پل کر پروان چڑھا، اور ایک زبردست جنگجو سپاہی اور سپاہ سالار ہو کر آخر کار انگ راج کا راجا ہو گیا

قدیم اسیریا مین بھی ایک لڑکی دیو داسی بنا کر سورج دیوتا شمش کے نام پر مندر مین بٹھا دی گئی تھی۔ اُسے بھی سورج دیوتا نے سرغون نام ایک بیٹا عطا کیا تھا۔ اس شرم کی ماری مان نے بھی اپنے لال کو ایک چھوٹی سی ناؤ مین رکھ کر دریا کے سپرد کر دیا تھا۔ خدا جانے کتنی دور نکل جانے پر کسی غریب کسان نے اُسے اُٹھا لیا اور بیٹا بنا کر پالا۔ جیسے کرن کو گنگا مائی نے برکت دی تھی، اسی طرح اشتر دیوی نے سرغون کی مدد کی، اور وہ جوان ہو کر نہ صرف ایک بے باک اور دلاور سپاہی ہو گیا بلکہ بہت جلد اپنے قوت بازو سے اسیریا کا بادشاہ بن گیا۔ اُس زمانہ کی تاریخ (جیسی کچھ بھی ہم تک پہنچی ہے) گواہ ہے کہ وہ اسیریا کے نہایت زبردست اور جلیل القدر حکمرانون

بین سے تھا[۵]

۱۰- لکشمی

اہل بابل کے ہان اشتر دیوی زرخیزی اور پیداوار کے دیوتا کی مان تھی۔ ہمارے ملک مین لکشمی جی نے پہلے وشنوجی مہاراج سے، پھر سرسوتی دیوی کے نام سے برہما جی سے، بیان کیا تھا اور (پران کے ایک بیان کے مطابق) دنیا کی مان تھین (رہین!) اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ سلامت رہینگی

۱۱- شکنتلا

قدیم ہندوستان کی حسن و عشق کی روایتون مین شکنتلا کو جو رتبہ حاصل ہے اُس سے ہندوستان کا ہر شخص واقف ہے، وہ مینکا نام ایک اپسرا کے بطن سے ایک بڑے رشی وشوامتر کی بیٹی تھی اور مالنی ندی کے کنارے کسی مقام پر پیدا ہوئی تھی۔ مینکا اُسے ندی کے کنارے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ ایسے ہو کے مقام مین جہان ہر وقت شیرون اور بھیڑیون کا خطرہ رہتا تھا، خدا نے اُس کی حفاظت کے لیے بہت سے گدھ بھیج دیئے تھے جو ہر وقت اُس کے گرد حلقہ باندھے بیٹھے رہتے تھے اور اُس کی نگہبانی کرتے تھے۔ کئی دن کے بعد ایک خدا ترس بزرگ کا وہان گزر ہوا۔ وہ اُسے اُٹھا کے اپنے گھر لے گیا اور بڑے جاؤ چوچلے سے اُس کی پرورش کی ..... وغیرہ وغیرہ

بابل کی ملکہ سیمی رامس کا واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔ اُس کی مان بھی اس زمین کی رہنے والی نہ تھی، بلکہ آسمان ہی سے نازل ہوئی تھی۔ وہ بھی اپنی اس بچی کو پیدائش کے بعد ایک درخت کے نیچے ڈال کے چلی گئی تھی۔ خدا نے اُس کی نگہداشت کا سامان یون پیدا کیا کہ بہت سی فاختائین ہر وقت اُس کے گرد جمع اور قسم قسم کے نازک پھلون اور پھولون سے اُس کی غذا اور تفریح کا سامان کئے رہتی تھین۔ کئی دن تک اسی طرح فاختاؤن کی حفاظت مین گزر گئے۔ ایک دن اتفاق سے شاہی چرواہا اُدھر جا نکلا اُس نے اُسے وہان پڑا ہوا پا کر اٹھا لیا اور اپنے گھر لے جاکر بیٹی بنا کر پالا

جس طرح شکنت (پرندہ) کی وجہ سے ہندی لڑکی کا نام شکنتلا رکھا گیا تھا ویسے ہی (غالباً اس سے پہلے) سُمّت (فاختہ) کے سبب سے بابلی لڑکی کا نام بھی سُمّ رَمّت ہو گیا تھا۔ پھر سم رمت سے بگڑ کر یہ نام سیمی رامس ہو گیا

دونون اپنے اپنے ملکون مین حسن کی دیویان خیال کی جاتی ہین۔ شکنتلا راجا دشینت سے بیاہی گئی اور رانی کھلائی۔ سیمی رامس نینوا کے حاکم اور سپہ سالار اونس کے بیاہ مین آئی۔ وہان کا بادشاہ نینس اُس پر عاشق ہو گیا اور اُسے اونس سے طلب کیا۔ پہلے تو اونس انکار کرتا رہا، لیکن جب دیکھا کہ اُسے نینس کے حوالے کر دینے کے سوا اور کوئی چارہ نہین ہے تو خود پھانسی لے کر مر گیا اور سیمی رامس نینس کی بیوی بن کر ملکہ ہو گئی۔

۱۲- سیتلا

جس طرح ہندوستان مین سیتلا (ماتا، مائی، مہارانی، دیوی) چیچک کی دیوی ہے، اور اس مرض کو دفع کرنے کے لیے اس کی

---

[۵] آپ کو یاد ہوگا کہ یہودیون کے ہان بھی ایک مہابیر اسی طرح ٹوکری کی نیا مین رکھ کے چھوڑ دیا تھا، اور گو وہ راجا نہین ہوا مگر راجپوت ضرور ہو گیا تھا، اور اپنی قوم کا سردار اور سپہ سالار بھی تھا۔ ممکن ہے اللہ کے اُس بندے کی کہانی بھی کبھی بیان کر سکون ۱۲

پوجا کی جاتی ہے، بالکل اسی طرح قدیم بابل مین بھی مختلف امراض سے محفوظ رہنے کے لئے لوگ ان امراض کے دیوتاؤن اور دیویون کی پوجا کرتے تھے۔ چنانچہ اُن کے ہان کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ وبا کے ایک دیوتے (جس کا نام اُوراتھا) تمام جاندارون کو مار ڈالنے کا قصد کیا، اور قریب تھا کہ وہ اپنا ارادہ پورا کر ڈالتا۔ مگر پھر کچھ سوچ کر اس پر رضامند ہو گیا کہ وہ ان لوگون کو ایذا نہ پہنچائیگا جو اُس کی بہادری اور جبروت کی تعریف مین گیت اور بھجن گائینگے اور اُس کے نام کا جاپ کرینگے۔ چنانچہ بابلیون کے ہان کچھ خاص خاص منتر تھے جن کا جاپ کر لینے سے وہ لوگ اُوراکے شر سے محفوظ رہتے تھے۔

جیساکہ شروع مین عرض کیا جاچکا ہے اور ان صفحات سے بھی ظاہر ہے، یہ چند مثالین ایسی ہین جن مین قدیم بابل اور قدیم ہندوستان کی دماغی اور اخلاقی کیفیت کی مشابہت نظر آتی ہے۔ اسی نوع کے اور بے شمار قصے اور روایتین ہین جن مین سے ہر ایک مین نہ صرف دو ملک یا دو قومین بلکہ کئی کئی ملک اور کئی کئی قومین برابر برابر شریک نظر آتی ہین۔ مین نے ان مندرجہ بالا صورتون مین کہین دو چار جگہ ایرانیون اور یہودیون کا اشارہ کے طور پر ذکر کیا ہے، ورنہ ان روایات مین نہ صرف ایشیا کی۔ ہندی، ایرانی، اسیری، بابلی، یہودی، مصری، زنگی — قومون کا بلکہ یورپ کی۔ یونانی، انگریزی، جرمن، آئرلینڈی وغیرہ۔ اقوام کا بھی حصہ ہے۔ ان واقعات کا ایک یا قریب قریب ایک ہونا نبی نوع انسان کے ایک ہونے پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ اس مین شک نہین کہ ان تمام خرافات کو پڑھ کر اور سن کر ہم کو ہنسی آتی ہے، مگر یہ نہ بھولنا چاہئے کہ جن دنون کی یہ سب باتین ہین ان دنون انسان بالکل بچہ تھا۔ ہان البتہ افسوس اس امر کا ہونا چاہئے کہ انسان بوڑھا ہو کر بھی عقل نہ پکڑے اور باوجود عقل کا دعویٰ کرتے کے ان ہی بچپن اور بے شعوری کی باتون پر یقین رکھے۔ یہ بھی انسان کی رنگین طبیعت کی نیرنگیان ہین!

محمد نعیم الرحمٰن (ام۔اے)

ایک شاعر کا انجام

مصنفہ نیاز فتحپوری

ایڈیٹر نگار کا سب سے پہلا افسانہ حسن و عشق جسمین تخئیل کی بلندی، زور تحریر، اسلوب بیان اور ندرت انشا کے ایسے ایسے پاکیزہ نمونے موجود ہین جو ساحری کی حد تک پہونچتے ہین۔ جوش محبت کے جذبات جس متانت سے اس تصنیف مین ظاہر کئے گئے ہین اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ یہ فسانہ جناب نیاز کے عنفوان شباب کا لکھا ہوا ہے

قیمت مع محصولڈاک ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲ر "مینجر نگار ۔ لکھنؤ"

بازگشت

(بہ سلسلۂ ماسبق)

(۱۴)

بیساکھ کے دن تھے۔ دیہاتون مین بیکاری اور تعطل کا زمانہ تھا۔ ادریس کی آنکھین صحتیاب ہوگئی تھین اگرچہ انمین اگلی سی بینائی پھر نہ آسکی۔ گذشتہ تین چار مہینے ادریس نے بالکل بیکار گذارے تھے۔ مدرسہ برائے نام قائم رہگیا تھا۔ دکان بھٹہ اور غلہ کے کاروبار مین بھی ممتاز کی تنہا جانفشانیون کے باوجود بڑا خسارہ ہوگیا تھا اور ادریس کے دلمین رفتہ رفتہ یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ وہ اپنے گناہون کی سزا بھگت رہا ہے۔ وہ فطرتاً واہمہ پرست تھا۔ اور مقدر کا قائل تھا۔ اسکی واہمہ پرستی روز بروز بڑھ رہی تھی۔ اب وہ مریم کو ایک ''خوبصورت بلا'' سمجھنے لگا تھا جس کے ہاتھون اسکو غارت ہونا ہے۔ اسکو یقین ہوگیا تھا کہ اسکی ''سرنوشت'' مین سوا ''روزِ سیاہ کے'' کچھ ہے نہین

ادریس بے انتہا چڑچڑا ہوگیا تھا۔ اب شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہو کہ مریم کا خدا سیدھا رہتا ہو اور ادریس اس سے نہ لڑتا ہو جھگڑے کی بنا عموماً سکینہ کا ذکر ہوتا تھا۔ ادریس روز بروز مان سے معافی مانگنے کے لئے زیادہ بیتاب ہورہا تھا۔ اب سے پہلے مریم ادریس کی ہمدردی کیا کرتی تھی اور اسکا غم غلط کرنیکی ہر ممکن کوشش کرتی تھی مگر اب جب کبھی ادریس مان کا نام لیتا تو مریم کے سارے بدن مین آگ لگ جاتی اور ادریس کو طعنے دینے لگتی ''آخر یہ ساری محبت آپ ہی کی طرف سے ہے یا آپکی مان کو بھی آپکی کچھ پروا ہے؟'' اس درمیان مین وہ کئی بار ادریس کو جتا چکی تھی ''مین نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ آپ میرے ساتھ خوش و خرم نہ رہ سکین گے۔ آپ نے میرا کہنا نہین مانا۔ آپ اپنے وقتی جوش مین اندھے ہورہے تھے۔ آخر وہی ہوا جس کا مجھکو اندیشہ تھا۔ آپ نے خواہمخواہ میری زندگی کو بھی مصیبت کا پہاڑ بناکر رکھ دیا'' مریم کی المناکیان فی الحقیقت حدبیان سے باہر ہوچلی تھین۔ اجمالاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسکے جذبات وہی تھے جو شاعر نے اس شعر مین بیان کرنیکی کوشش کی ہے

آہ وہ کون تھا خدا مارا جس نے اس سے مجھے لگا مارا

ادریس اسدن مریم سے خوب لڑا اور پھر دو دن تک اس سے بولا نہین۔ ایکدن ادریس صبح کی گاڑی سے بستی گیا۔ غرض یہ تھی کہ بستی کے اسکول مین ملازمت کے لئے کوشش کرے۔ ادریس کی بےچین طبیعت کو اس تھوڑے عرصہ مین بڑا تلخ تجربہ ہوا تھا جس زندگی کو اُسنے سراپا سکون و راحت سمجھکر اختیار کیا تھا اُسنے اسکو اور بھی بےچین اور پراگندہ کر رکھا تھا۔ وہ اب کاہلی اور مجہولیت مین اپنے دن گذارنا نہین چاہتا تھا۔ ادریس نے مریم کو نہین بتایا تھا کہ وہ بستی کیون جارہا ہے۔ چلتے چلتے خوانخواہ دونون مین تکرار ہوگئی۔ مریم کی زبان سے پھر بےشعوری مین نکل گیا ''آج اگر آپ کسی شہر مین برسرکار ہوتے تو شاید اتنا پریشان نہ رہا کرتے'' ادریس خود بھی دلمین یہی چور لئے ہوئے تھا۔ وہ اس طعنہ کو برداشت نہ کرسکا اور مریم پر آنکھین نکال کر بولا ''مین گھسیارا ہوکر رہونگا مجھے اسی مین چین ملیگا۔ تمکو اگر میرا ساتھ نہین دینا تو تمہین مداخلت کرنے کا بھی کوئی حق نہین ہے'' یہ کہکر وہ بستی چلا گیا اور کہہ گیا کہ ''دوسرے دن صبح کو واپس آؤنگا''

مریم دن بھر غمناک رہی۔ اسکی آنکھوں مین آنسو اُمڈے چلے آرہے تھے اور وہ کئی دفعہ جی کھول کر رو چکی تھی۔ شام کے وقت ہوا کے ٹھنڈے جھونکون کے ساتھ اسکے دلمین خود بخود ایک انبساطی کیفیت پیدا ہوئی اور اسنے اپنے دل کو یہ کہتے ہوئے محسوس کیا "کچھ نہین کیسا غم اور کہان کی افسردگی دنیا کے آلام کو اگر بھولنا ہے تو ہوا کے جھونکون سے دریا کی لہرون سے جنگل کے جانورون اور درختون سے چاند سورج اور ستارون سے اپنا جی بہلاؤ" بظاہر مریم ایک بار پھر وہی مریم ہو گئی تھی جسکو ادریس نے کبھی "غنچۂ سحر" کہا تھا۔ اُسنے اپنے بال درست کئے۔ کپڑے بدلے اور جنگل اور ندی کی بہار دیکھنے نکل گئی

مریم نے لاکھ چاہا کہ اپنی ناکامیون اور تلخیون کو قدرت کے دلفریب مناظر مین بھول جائے لیکن اسکو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ یہ مناظر اب اسکے لئے دلفریب نہین رہے۔ اسکے دل کی آواز در اصل دھوکہ کی آواز تھی۔ جو لمحے ایک بار گذر گئے وہ پھر نہین آتے جو زندگی ایک بار بسر ہو گئی اسکا اعادہ ناممکن ہے۔ یونان کے "رونے والے فلسفی" کا قول ہے کہ "ایک ہی ندی مین کوئی دو بار نہین نہا سکتا" جس دریا مین آپ نے ابھی غسل کیا ہے وہ دوسرے لمحے مین بالکل ایک دوسرا دریا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات فوراً محسوس نہین ہوتی۔ زندگی کے بہاؤ مین کسی ایک حالت کو اپنی جگہ قرار نہین ہے۔ حدوث لازمۂ زندگی ہے جس چیز کو آپ ایک دفعہ کھو چکے اُسکی بازیافت محال ہے۔ جو بات ایک بار ہو چکی اُسکی "بازگشت" قانون قدرت کے منافی ہے۔ ہان یہ اور بات ہے کہ آپ "رنج نومیدی" کی تاب نہ لاسکین اور عمر بھر "کف افسوس" مل مل کر "تجدید تمنا" کا عہد کرتے رہین

مریم آج تڑپ رہی تھی کہ صرف چند لمحون کے لئے اسکے دلمین وہی ذوق وہی صلاحیت پیدا ہو جائے جسکی بدولت شادی سے پہلے اسکے اوقات اسقدر طربناک تھے۔ مگر اب نہ وہ مریم تھی نہ وہ مریم کا دل۔ اسکو زمین و آسمان بدلے ہوئے نظر آرہے تھے جنگل کے ایک ایک پتہ۔ دریا کی ایک ایک لہر۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی ایک ایک کرن مین وہ ایک پژمردہ کر دینے والی تاثیر محسوس کر رہی تھی۔ شام کی تاریکی کے ساتھ ساتھ یہ تاثیر بھی بڑھ رہی تھی۔ اب مریم محسوس کر رہی تھی کہ ستارون کی چمک مین اک طنز ہے اور چاند اسکی بدبختی پر مسکرا رہا ہے اسی عالم مین اسکی نظر اس ٹیلہ پر پڑی جہان پہلے پہل اُسنے ادریس کا "ہدیۂ نیاز" حاصل کیا تھا۔ مریم کے منہ سے ایک دلدوز کراہ نکل گئی اور وہ ٹیلہ کی طرف چلی۔ وہان تک پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ رؤف نے اسکو پکارا۔ مریم ٹھٹک گئی۔

ہر چند کہ مریم جسوقت اپنے مکان سے نکلی تھی اسکو ایک بار رؤف کا خیال ضرور آیا تھا لیکن یہ کہنا صریحاً ظلم ہوگا کہ وہ رؤف سے ملنے کی اُمید مین یہان آئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اسوقت یہ دیکھکر کہ رؤف اسکے قریب ہے مریم کا دم اور بھی گھٹنے لگا تھا

رؤف مریم کے پاس آیا اور کہنے لگا "مین تمکو ایک جھلک دیکھنے کی حسرت مین روز یہان آتا ہون۔ مجھے اب بھی تم سے وہی گہری محبت ہے۔ نہین اب میری محبت اور بھی گہری ہو گئی ہے کیونکہ اب تمھاری صورت پر ایک یاس اور بیکسی برسنے لگی ہے جسنے تمھارے حسن کو چار چاند لگا دیے ہین۔" مریم نے اسکا کوئی جواب نہ دیا اور ایک دھیمی سی آہ کر کے رہ گئی۔ دن ہوتا تو رؤف دیکھ لیتا کہ مریم کی جادو بھری آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے تھے۔ رؤف نے پھر کہا "مریم مین نے سنا ہے کہ ادریس کا برتاؤ تمھارے ساتھ کچھ خوشگوار نہین ہے اور تمھارا چہرہ بھی گواہ ہے کہ تم مضمحل اور آزردہ رہتی ہو۔ اگر یہ سچ ہے تو قسمت نے تم پر بڑا ظلم کیا"

مریم سے اب ضبط نہ ہوسکا۔ رؤف نے اسکے دل کے نازک ترین حصہ کو چھیڑ دیا تھا۔ وہ زار زار رونے لگی۔ رؤف سے نہ رہا گیا۔ اُسنے بڑی جرأت کی اور مریم کو اپنے حلقۂ آغوش مین لے کر اسکے بالون مین ہاتھ پھیرنے لگا۔ مریم نے اپنے کو رؤف کی گود سے الگ نہین کیا۔ اسکو رؤف کے نرم وگداز بدن سے راحت مل رہی تھی۔ اسکے آنسو کسی طرح نہ تھمتے تھے۔ رؤف نے تسلی دینے کی لاکھ کوشش کی مگر سب بیکار۔ مریم کی حالت واقعی عبرتناک تھی۔ جس مریم کو یہ غرہ تھا کہ رؤف نے اسکے جسم کو ہاتھ نہین لگایا ہے آج وہی مریم رؤف کی گود مین اس بے بسی اور بےبسی اور بیدردگی کے ساتھ بڑی سسکیان لے رہی تھی۔ گویا غالب نے یہ شعر اسی کے لئے کہا تھا:۔

آنکو بہ خلوت با خدا ہرگز نکر دے التجا نالان بہ پیش ہر کسے از جور افلاکش نگر

مریم کوئی پینتالیس منٹ تک اس حالت مین رہی ہوگی کہ جنگل کے پتے کھڑکھڑائے۔ رؤف نے مڑ کر دیکھا تو ایک شخص دھوتی پہنے ہوئے اُلٹے پاؤن جنگل مین گھسا جارہا تھا۔ مریم اسکو نہ پہچان سکی مگر رؤف نے چاند کی روشنی مین پہچان لیا۔ اُسنے مریم کو الگ کر کے کہا۔ "ممتاز میان ہین۔ دنیا مین اگر واقعی کسی سے جلتا ہون تو وہ ممتاز ہین"

یہ سنکر مریم کے حواس بجا ہوگئے اور وہ جلدی سے وہان سے یہ کہتی ہوئی بھاگی "دیکھیئے اب کیا نئی آفت آتی ہے۔ اگر ممتاز میان نے مجھکو اس حالت مین دیکھ لیا ہے تو مین بلا کسی بدنیتی کے بدنام ہوجاؤنگی اور میری شامت بڑھ جائیگی" رؤف نے شرمندہ ہو کر کہا "مریم اتنا نہ ڈرو۔ جب تک سانس مین سانس ہے مین تمکو ہر آزار سے بچانیکی کوشش کرونگا"

مریم راستہ بھر یہ سوچتی رہی کہ اب کیا کرے۔ یہ ممکن نہین کہ ممتاز نے اسکو رؤف کی آغوش مین نہ دیکھا ہو۔ ورنہ اس تیزی کے ساتھ وہ جنگل پھر کیون گھس جاتا۔ پھر ممتاز کو ادریس کے ساتھ جو تعلق خاطر ہے اسکی بنا پر ممتاز ادریس کو حقیقت حال سے خبردار کر دینا اپنا فرض سمجھے گا۔ یہ سوچ کر مریم کا دل بیٹھنے لگا۔ مگر پھر وہ ممتاز کی طبیعت پر غور کرنے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ ممتاز بڑا نیک دل اور معاف کر دینے والا آدمی ہے۔ اُسنے آج تک کسی کو اپنی ذات سے کوئی تکلیف نہین پہنچائی پھر کیا وجہ ہے کہ آج بھی وہ اپنی فطری خطاپوشی سے کام نہ لے اور "فتنہ انگیز" راستبازی پر "مصلحت آمیز" سکوت کو ترجیح نہ دے اسکے لئے تو جھوٹ بولنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ مریم کو اس خیال سے بڑی ڈھارس ہوئی۔ اُسنے یہ بھی طے کر لیا کہ موقع پا کر ممتاز سے اپنی لغزش پر معافی مانگ لیگی۔ اسی اُدھیڑبن مین مریم اپنی جائے پناہ مین داخل ہوگئی۔ اسکی حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب اُسنے دیکھا ادریس خلاف توقع گھر پر موجود ہے۔ ادریس نے مریم پر ایک نظر ڈالی اور پھر مُنہ پھیر لیا اسکا چہرہ غیر معمولی پریشانیون کا اظہار کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی دن کے اندر اُسنے اپنی عمر کے کئی برس گذار کر دئے ہین۔ مریم نے دبی زبان سے پوچھا "آج ہی کیون واپس چلے آئے؟" ادریس نے اسی طرح منہ پھیرے ہوئے جواب دیا "جس کام کے لئے گیا تھا وہ ہو چکا" اور پھر چپ ہو رہا۔ اسکا سکوت کہہ رہا تھا کہ اب اس سے آگے وہ کسی سوال کا متحمل نہ ہوگا۔ مریم نے سمجھا کہ صبح کا غبار ابھی باقی ہے۔ اس لئے وہ چپ ہو رہی

(۱۵)

بستی مین مدرسی کی جگہ خالی ضرور تھی لیکن وہان شامت اعمال سے ادریس کا نام پہلے پہنچ چکا تھا۔ کارکنان مدرسہ ادریس کی

زندگی کے واقعات سے اچھی طرح آگاہ تھے انکی رائے مین ادریس بدکردار تھا۔ بچون کی تعلیم و تربیت کو ایسے آدمی کے سپرد کرنا در اصل آیندہ حیثیت اجتماعی مین خرابیان پیدا کرنا ہے۔ اس دور اندیشی کی بنا پر مدرسہ کی مجلس انتظامیہ مین جب ادریس کی درخواست پیش ہوئی تو ارکین نے علی الاعلان اسکو نامنظور تو نہین کیا مگر ادریس سے یہ بہانہ کر دیا کہ اسکی درخواست سے پہلے ایک شخص کا تقرر ہو چکا ہے۔ دن بھر مین یہ ساری کارروائی ختم ہو گئی ادریس کو صحیح حالات مدرسہ کے منشی سے معلوم ہوئے جو اسکو پہلے سے جانتے تھے۔ ادریس کو دھکا لگا۔ جو ادریس ہیڈ ماسٹری کر چکا تھا آج وہ ایک معمولی مدرسی کیلئے چند ایسے ارکین کا محتاج تھا جو یہ بھی نہین جانتے کہ تعلیم در حقیقت کسکو کہتے ہین۔ اسکی غرض و غایت کیا ہے اور اسکا نظام کیا ہونا چاہئے۔ ادریس کے اضمحلال کی انتہا نہ تھی۔ جس دوست کے وہان وہ بستی مین جا کر ٹھیرا تھا اُسنے بڑا اصرار کیا کہ وہ رات بھر قیام کرے مگر ادریس نے بڑی خوشامدون سے اپنے دوست کو راضی کر لیا اور شام ہی گاڑی سے چل کھڑا ہوا

خلیل آباد مین ممتاز مل گیا۔ ادریس نے اسکو ساتھ لے لیا راستہ بھر زندگی کے اہم مسائل پر جرح و تعدیل کرتے ہوئے دونون بستیا کے اندر پہنچ گئے۔ ادریس نے کہا "چلو دریا کی سمت چلین۔ شاید دل کی جلن کو کچھ تسکین ہو" جنگل سے باہر قدم بھی نہ پڑے تھے کہ ممتاز کو جو آگے آگے تھا ادریس نے پکڑ کر پھر جنگل کے اندر کھینچ لیا۔ ممتاز جو اس باختہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اور اسکی نگاہ اس منظر پر پڑ گئی جسکی وجہ سے ادریس نے اسکو اپنے ساتھ درختون کے آڑ مین کر لیا تھا۔ ممتاز کو کسی طرح اپنی آنکھون پر اعتبار نہ آتا تھا۔ اسکو یہ اندیشہ ضرور تھا کہ ادریس مریم کے ہاتھون تباہ ہونیوالا ہے مگر یہ وہم بھی نہ تھا کہ وہ تباہی یون ہو گی۔ مریم رؤف کی آغوش مین تھی ممتاز کو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ادریس کے سہارے کے لئے دنیا مین اب کوئی چیز نہین رہی۔ اُسنے ادریس کی طرف دیکھا۔ ادریس نے مسکرا کر کہا "کیا دیکھتے ہو؟ این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ ٹھیرو آج بہت ممکن ہے قسمت کا فیصلہ ہو جائے"

مگر قسمت کا فیصلہ یون آسانی سے نہین ہوا کرتا۔ رؤف نے ممتاز کو دیکھ لیا تھا اور مریم اس سے الگ ہو کر گھر کا راستہ لے چکی تھی ادریس نے کہا "ممتاز یہ کھٹک میرے دل سے کبھی نہین گئی تھی۔ دیکھنے مین مین مطمئن ضرور تھا مگر دل مین یہ چور موجود تھا۔ تمنے مجھے اس آسمانی بلا سے بچانا چاہا تھا۔ اور میری مان نے بھی مجھے بچانیکی بڑی کوشش کی لیکن جو خود نہ بچنا چاہے اسکو کون بچائے۔ مان سے معافی مانگنے کی آرزو میرے دل ہی مین ہے اب مین کس منہ سے معافی مانگون۔ مگر خیر۔ مجھے اپنی تباہی کا غم بھی نہین مین مٹ جانے کے قابل ہون اور مٹ جانے پر تلا ہوا ہون مین تو اب اس منزل پر پہنچ گیا ہون جہان زمانہ لاکھ دکھ پہنچائے مگر اسکو "کم آزار" ہی سمجھا جاتا ہے"

ادریس کے تیور سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسنے اپنے کو حوادث روزگار کے حوالہ کر دیا ہے اور اب اپنی زندگی کو بنانے کی سست سے سست تدبیر اختیار کرنیکی زحمت گوارا نہ کرے گا

ادریس تیزی کے ساتھ مکان کی طرف چلا اور مریم سے پہلے پہنچ گیا۔ اُسنے مریم سے ایک حرف نہین کہا اور ارادہ کر لیا کہ کبھی اس سے کچھ نہ پوچھیگا۔ وہ جانتا تھا کہ مریم اپنی برأت کیلئے کچھ نہ کچھ ضرور کہیگی اور ادریس اسکو بری کرنیکے لئے تیار نہ تھا۔ وہ اپنی حرمان نصیبی پر اندر ہی اندر اپنا دل خون کر رہا تھا لیکن اسکی تاب نہ لا سکتا تھا کہ مریم اسکے سامنے اپنے حرکات و سکنات کی بجا یا بیجا توجیہ کرے۔ وہ مریم کو ایک "چھٹی روگ" سمجھنے لگا تھا جس سے جہانتک ہو سکے پناہ پانیکی کوشش کرنا چاہئے۔ اب ادریس نے مریم کے ساتھ سیر و تفریح کیلئے

جانا بھی ترک کردیا۔ واقعات سے بے خبر مریم نے سمجھا کہ اسکی شامت مین بلاوجہ یہ اور اضافہ ہوا۔ اُسنے بھی اپنے دل کو پتھر کی طرح بے حس بنا لیا۔ یہ کہنا تو غلط ہوگا کہ اسکو کوئی سوگ نہ تھا مگر وہ اپنی زندگی سے بیزار اتنا ہو چکی تھی کہ اسکو ادریس کی خوشی ناخوشی کی کوئی پروانہ تھی۔ وہ اب صرف اسوقت تفریح کیلئے نکلتی تھی جبکہ ادریس گھر پر نہ ہوتا۔ اور جب وہ تفریح کیلئے نکلتی تو رؤف سے ضرور ملاقات ہو جاتی اور مریم کو اسکی آغوش پناہ مین رو رو کر دلکی کلفت نکالنے کا بہانہ ملجاتا

ادریس کا دماغ اب صرف اس سوچ مین مبتلا تھا کہ ماں کی شفقت پھر کیونکر حاصل کرے۔ مریم کو اُسنے ایک حرفِ غلط سمجھ لیا تھا اور بڑی جدوجہد کے بعد اسکی طرف سے اپنے کو خالی الذہن کر لیا تھا

(۱۶)

اساڑھ کا مہینہ تھا عید کا دن تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ دیہاتون مین یہ موسم یون بھی حرکت و نشاط کا موسم ہوتا ہے۔ اسپر طرہ عید کا ہر شخص کی باچھین کھلی ہوئی تھین۔ محروم سے محروم اور نادار سے نادار اپنے کو آج بامراد تصور کر رہا تھا۔ محتاج و غنی آج ایک صف مین تھے۔ تاج والے "کلاہِ نمد" والون سے ہم بزم تھے

لیکن زمانہ کی بیدردی دیکھئے۔ ادریس کو یہ بھی موقع نہ ملا کہ آج وہ جھوٹی ہی خوشی منا لیتا۔ اسکو دو روز پہلے سے شدید بخار تھا اور اسکا سارا بدن ٹوٹ رہا تھا۔ مریم اسکی تیمارداری مین پوری تندہی کے ساتھ مصروف تھی۔ ادریس کو یہ ناگوار تھا مگر وہ چپ تھا اور مریم کی طرف متوجہ نہ تھا۔ دن کے دس بج چکے تھے۔ ادریس کھڑکی سے دیکھ رہا تھا کہ عیدگاہ سے لوگ گلے ملتے ہوئے اپنے اپنے گھر واپس آرہے ہین راستے مین اسکی نظر اٹھیں راہیون مین ممتاز پر پڑی جو اسی کے مکان کی طرف آرہا تھا۔ اُسنے مریم سے بے کیف لہجے مین کہا "دروازہ کھولدو۔ ممتاز آرہا ہے۔"

ممتاز داخل ہوا اور ایک نظر مریم پر ڈالکر ادریس سے پوچھا "کیون؟ خیریت تو ہے؟" ادریس نے ایک تلخ مسکراہٹ سے جواب دیا "اب تو سر پر جو پڑے اسکو خیریت ہی سمجھنا چاہئے۔ آج ساری دنیا جھمیلون مین مصروف اور مین اس کال کوٹھری مین بیٹھا ہوا اپنے لئے ایک عید نامہ موزون کر رہا تھا۔ پورا تو ہو نہین سکا چند اشعار سُن لو

نہین معلوم تمکو کیا ہے عید! | مجھکو تو قہر ہے بلا ہے عید!
عید کیا عید کی خوشی کیسی! | نہ رہا دل تو خوشدلی کیسی!
تم ہو مصروف ساغر و مینا | مجھکو دن رات خون دل پینا
روز و شب آنسوؤن سے کام مجھے | دیدۂ خونچکان ہے جام مجھے

ممتاز دیر تک ادریس کی حسرتناک صورت کو دیکھتا رہا۔ اسکے بعد وہان سے اٹھا اور سکینہ کے پاس پہنچا

سکینہ کی حالت ادریس سے کچھ کم قابل رحم نہ تھی۔ آج صبح سویرے سے وہ ایک کونہ مین پڑی رو رہی تھی۔ اور کسی طرح طبیعت ہلکی نہ ہوتی تھی۔ پچھلی عید اسکو بطرح یاد آرہی تھی جو اسکی زندگی مین غالباً سب سے زیادہ پرمسرت عید تھی۔ ادریس گھر تھا اور کاروبار مین ترقی کر رہا تھا۔ سکینہ کیلئے یہ بجائے خود ایک عید تھی۔ اور ایک عید اس سال کی بھی تھی کہ سکینہ کو سال بھر کے بعد بھی بیٹے کی صورت دیکھنا میسر ہوا۔

سکینہ اپنے کو ملامت کر رہی تھی کہ نہ وہ اسقدر سخت گیر ہوتی نہ اسکی یہ مصیبت اتنا طول کھینچتی۔ اُسنے غور کرنا شروع کیا تو اسکو معلوم ہوا کہ مریم جہانتک کہ خود سکینہ کو اسکا تجربہ تھا ہرگز ایسی چیز نہ تھی جس سے نفرت کی جائے۔ سکینہ کا رنج و غصہ امتداد زمانہ کے ساتھ زائل ہو چکا تھا۔ اب اسکو مریم مین بہت سی خوبیاں نظر آرہی تھین اور اسدن مریم کے ساتھ جو جارحانہ برتاؤ کیا تھا اسپر وہ دل سے پشیمان تھی

اس اثنا مین ممتاز پہنچ گیا اور اُسنے ادریس کی علالت کا حال کماحقہ بیان کر کے کہا "بہتر یہ ہے کہ اب آپ اُنکو معاف کر دین۔ وہ ایک بار مجھ سے اس آرزو کا اظہار بھی کر چکے ہین" سکینہ نے یہ کہکر ممتاز کو رخصت کر دیا "مین کل سوچ کر بتاؤنگی کہ مجھکو کیا کرنا چاہیے" لیکن چار بجتے بجتے وہ ادریس کو دیکھنے کے لیے بیتاب ہو گئی اُس نے گلشن نامے گاؤن کی ایک عورت کو بلا کر کہا "مین ادریس سے تیواری پور جا کر ملنا چاہتی ہون۔ مین چادر سر سے لپیٹ لون گی۔ تم میرے ساتھ چلو اور جنگل کے اندر سے چلو تاکہ مردون کی نگاہون سے جہانتک ہو سکے بچ کر نکل جائین" گلشن راضی ہو گئی اور سکینہ کو ساتھ لیکر تیواری پور روانہ ہوئی

سکینہ نے ادریس کے گھر کے پاس پہنچ کر چادر اُتار دی۔ مریم ادریس کے کسی کام سے باہر آئی ہوئی تھی۔ اسکی آنکھین سکینہ سے لڑین اور تھوڑی دیر کیلئے اسکو سکتہ سا ہو گیا۔ لیکن وہ دیر کرنیوالی عورتون مین سے نہ تھی۔ اُسنے آناً فاناً طے کر لیا کہ اسکو کیا کرنا ہے۔ سکینہ مشکل سے دس قدم کے فاصلہ پر رہی ہو گی کہ مریم گھر مین گھس گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ دنیا اسکو چاہے کتنا ہی وحشیانہ سلوک کیون نہ سمجھے لیکن اب وہ کسی طرح اسکو گوارا نہ کر سکتی تھی کہ ماں بیٹے آپس مین ملکر اپنا اپنا دل ٹھنڈا کرین ایسی حالت مین کہ وہ خود اندر اندر جھلس رہی ہو

گلشن نے چاہا کہ دروازہ کھٹکھٹائے لیکن سکینہ نے روک دیا۔ مریم کے قرینہ سے اسکو معلوم ہو گیا کہ اس مکان مین اسکو کس قسم کے آؤ بھگت کی اُمید کرنا چاہیے۔ اب ادریس سے ملنے کی بجز اسکے اور کوئی سبیل نہ تھی کہ ادریس خود رام نگر آئے۔ سکینہ ادریس کی جان کی خیر مناتی ہوئی اُلٹے پاؤن واپس گئی۔ گلشن نے اسکو بہتیرا سمجھایا لیکن سکینہ کے آنسوؤن کا تار کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا

(۱۷)

رات کے کوئی آٹھ بجے ہونگے۔ ادریس کا بخار ہلکا تھا اگرچہ اسکی رگ رگ ابھی تک اسی طرح بیچین تھی۔ اسکو کسی طرح نیند نہین آرہی تھی۔ مریم اسکی پٹی کے پاس بیٹھی تھی لیکن اپنی جگہ پہلو پر پہلو وہ بھی بدل رہی تھی۔ شام کے واردات ابھی اسکے پیش نظر تھے اور اب اسکی سمجھ مین نہ آتا تھا کہ اُسنے اچھا کیا یا برا کیا جو سکینہ کی پذیرائی نہ کی۔ سب سے بڑا سوہان اسکے لئے یہ تھا کہ اگر ادریس کو تمام باتون کا علم ہو گیا تو آیندہ وہ مریم کی صورت بھی کبھی نہ دیکھیگا۔ مگر ہونیوالی بات ہو چکی تھی اور اسکا تدارک ناممکن تھا۔

سارے گھر پر ایک ماتمی سکوت چھایا ہوا تھا۔ ادریس کو دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے اور اسکا نام لیکر پکار رہا ہے۔ اُسنے ایک بار اور کان لگا کر سنا اور مریم سے کہا "دروازہ کھولدو۔ ممتاز ہین" مریم کا جی سن سے ہو گیا اور اس کا سارا جسم کانپنے لگا

ممتاز نے آتے ہی ادریس کو اس طرح مخاطب کیا جس طرح ایک نبی اپنی مردود قوم کو جسکی اصلاح امکان سے باہر ہو گئی ہو "ادریس ابتک تمنے جو کیا اسکو مین ایک معمولی لغزش سمجھتا تھا جو ہر انسان سے سرزد ہو سکتی ہے۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ تم سفاک ہو

خبیث ہو۔ جہنمی ہو۔۔۔"

ادریس نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "کہین میرے بخار کا ہذیان تم پر تو نہین طاری ہو گیا؟ آخر بات کیا ہے؟ ہوا کیا؟"

"ہوا کیا؟ جو ہونا تھا وہ ہوا اور جو تم چاہتے تھے وہ ہوا اسنے مان پر اس طرح دروازہ بند کر لیا کہ کوئی کتے بلی کیلئے روا نہین رکھ سکتا۔ وہ تم دونون کو لینے آئی تھین۔ وہ تمھاری خطاؤن کو معاف کرنے آئی تھین اور تمنے اُنکے ساتھ یہ سلوک کیا تم پر لعنت ہے۔ اب سر پر ہاتھ رکھکر تمام عمر روتے رہو تو بھی تمکو مان کا سایہ نہین نصیب ہو سکتا۔ وہ یہان سے لوٹی جا رہی تھین جنگل مین سانپ نے ڈس لیا اور وہ چند گھڑیون کی مہمان ہین"

ادریس کود کر بستر سے زمین پر آرہا۔ اسکو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اسکا خون جسم کے اندر جمتا چلا جا رہا ہے۔ پہلے تو اسکی سمجھ مین کچھ نہ آیا کہ ممتاز کیا بک گیا جب اُسنے ممتاز کے چہرہ کو اچھی طرح دیکھ لیا اور حقیقت کا احساس ہوا تو کہا "یہ مین کیا سُن رہا ہون اور تم کیا کہہ رہے ہو؟ مین نے؟ مین نے مان پر اپنا دروازہ بند کر لیا۔ یہ کب کی بات ہے؟ مجھے تو کچھ یاد نہین آتا۔ وہ یہان کب آئی تھین؟" ادریس کی حالت دیکھتے دیکھتے ایسی ہو گئی کہ دیکھنے والے سے دیکھی نہین جاتی تھی۔ ممتاز کو بھی ترس آگیا۔ مریم سے بھی نہ رہا گیا۔ اُسنے جرأت کی اور ادریس کے قدمون پر گر کر بولی "یہ سب کچھ میرا کیا دھرا ہے۔ مین یہ نہین کہہ سکتی کہ مجھے معاف کیجئے۔ نہین مجھے جو سزا چاہئے دیجئے"

ادریس اپنے ہوش مین نہ تھا۔ اُسنے مریم کو اس زور سے ٹھکرایا کہ اگر ممتاز سنبھال نہ لیتا تو وہ سیدھی دیوار سے جاکر ٹکر کھاتی۔ ادریس نے دوڑ کر پھر مریم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "بدبخت مجھے معلوم تھا کہ تو موت اور غارتگری کی دیوی ہے۔ تو مجسم "بت" تھی۔ مین نے تجھکو اپنے دل مین جگہ دی۔ اسکی سزا پا گیا۔ اب مین تیرا سایہ بھی دیکھنا نہین چاہتا۔ جا اور اب رؤف کا خون چوس جسکی گود اُسدن ٹھنڈی ہو رہی تھی" ادریس نے ایک بار مریم کا سر اُٹھا کر حقارت کے ساتھ دیکھا اور ممتاز کے ساتھ رام نگر چلا گیا۔ مریم کی آنکھون مین دنیا تیرہ و تار تھی۔ وہ سارے گھر مین "ہائے ہائے" کرتی پھر رہی تھی۔ بڈھا رسول شاہ بھی لڑکھڑاتا ہوا اسکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور اسکو سمجھا رہا تھا مگر معلوم ہوتا تھا کہ مریم کے کانون مین آواز ہی نہین جاتی۔ وہ اسی طرح اپنے بال نوچتی رہی اور کپڑے پھاڑتی رہی

رؤف شام سے جنگل مین مریم سے ملاقات کی اُمید مین گھوم رہا تھا اسکو ایک آدمی سے سارے واقعات معلوم ہو چکے تھے۔ ادریس کو گئے ہوئے ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ رؤف مضطر و بیتاب رسول شاہ کے گھر مین داخل ہوا اور بے خوف و خطر مریم کو گود مین لیکر کہنے لگا "مریم! مین جبتک زندہ ہون تمکو اس حال مین نہین دیکھ سکتا۔ مین دنیا و عقبٰے دونون تم پر نچھاور کر دون گا۔ اور تمھاری زندگی کو از سر نو خوش و خرم بنانیکی ہر ممکن تدبیر کرونگا۔ تم صرف اتنا کہدو کہ تم میرے ساتھ رہنا گوارا کرو گی۔ پھر جہان کہو تم کو لیکر چلا چلوں یقین مانو اگر سات سمندر پار بھی تمکو چین ملے تو مین وہان بھی چلنے کے لئے تیار ہون۔ لیکن مریم! میری شہزادی! للہ یون جان نہ کھو!"

مریم تھوڑی دیر تک پاگلون کی طرح ٹکٹکی باندھے ہوئے رؤف کو دیکھتی رہی۔ اور پھر اس سے لپٹ کر کہنے لگی "ہان رؤف میان مجھے لے چلو۔ یہان سے دور اگر جہنم مین بھی لے چلو تو اب مین چلونگی۔ ابھی چلو مین چلنے کیلئے تیار ہون۔ آہ! مین بابن ایسا جلی نہ کوئلا بھئی نہ راکھ!"

رؤف نے بیتابانہ مریم کا منہ چوم کر کہا "اس طرح بدحواس نہ ہو۔ مین تمھارا ہون۔ میری دولت تمھاری ہے۔ تم جو چاہو مجھ سے کرالو۔ آج پچھلے وقت تم تیار رہنا۔ مین تمھارے ساتھ یہان سے نکل چلونگا۔ تین بجے صبح کو گھر سے ایک گاڑی لکھنؤ کو جاتی ہے۔ ہملوگ فی الحال لکھنؤ کا ٹکٹ لے

لین گے" مریم نے کہا "اچھا اب جاؤ اور جلد سے جلد اپنا سامان درست کرلو"

(۱۸)

رؤف کو رخصت کرکے مریم نے تمام واقعات پر بیٹھکر تبصرہ کرنا شروع کیا وہ ابتک اتنا تڑپ چکی تھی کہ اب اسمین زیادہ تڑپنے کی تاب نہ تھی ، ناچار اُس نے سوچنا شروع کیا ۔ اور رفتہ رفتہ اسکے حواس درست ہونے لگے اور اُسکی عقل کام کرنے لگی ۔ اب رؤف اسکو ایک بہکانیوالا شیطان معلوم ہورہا تھا جو اسکو کمزور پاکر اپنی اس ہوس کو آسودہ کرنا چاہتا تھا جسکو ایک مدت سے اپنے دلمین پرورش دے رہا ہے ۔ اس خیال کے آتے ہی مریم پھر وہی سرکش مریم تھی نہین وہ ہرگز رؤف کو اپنے اوپر قابو نہین دے سکتی ۔ لیکن آخر پھر کیا کرے ۔ مریم کا دماغ تیزی سے اپنا کام کررہا تھا ۔ دفعتًا وہ مسکرائی جیسے کوئی بڑی مہم سر کرلی ہو ۔ وہ اُس جگہ گئی جہان ادریس کے لکھنے پڑھنے کا سامان تھا اور بیٹھکر ادریس کو یہ خط لکھا

"پیارے ۔ تم کہہ گئے ہو کہ مین تمکو اپنا سایہ بھی نہ دکھاؤن ۔ اسکا مین نے معقول انتظام کرلیا ہے جسکے بتانیکی ضرورت نہین ۔ بس آئندہ تم میری منحوس صورت نہ دیکھو گے چلتے چلتے بعض ایسے واقعات سے صحیح طور پر تمکو اطلاع دیدینا چاہتی ہون جن سے ابتک تم بے خبر ہو ۔ مین نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ شادی کرکے خوش نہ ہوگے اور وہی ہوا تمنے خوامخواہ ماں سے بگاڑ کیا مین منع کرتی رہی ۔ بعد کو مین نے بہت چاہا کہ تم اپنا غم بھول جاؤ لیکن تم پر کوئی اثر نہ ہوا ۔ تم خود اس کوفت مین اور نہ جانے کس کس کوفت مین گھلتے رہے اور بے وجہ مجھے بھی گھلاتے رہے ۔ آخر کار مین نے سوچا کہ کسی طرح تم اپنی ماں سے ملجاؤ ۔ اسکے لیے ایک دن تم سے چھپکر رام نگر گئی اور تمھاری ماں سے ملی ۔ مین نے جس عاجزی کے ساتھ تمھاری ماں سے خوشامدین کین شاید تم سے بھی نہ کرتی ۔ لیکن مجھے معلوم ہوگیا کہ وہ بڑی بید ردہین ۔ اُنھون نے مجھے کتے بلی سے بدتر سمجھکر نکالدیا ۔ مین نے تم سے اسکا ذکر اسلئے نہین کیا کہ خوامخواہ تمھارا ملال بڑھیگا ۔ مگر مین بھی انسان ہون اور اپنی عزت آپ کرتی ہون ۔ مین نے قسم کھالی کہ اب جہانتک ہوسکیگا تمکو ماں سے کبھی نہ ملنے دونگی ۔ مجھے یقین ہوگیا تھا کہ جہان تم ماں سے ملے کہ میری زندگی اور بھی تلخ ہوجائیگی ۔ چنانچہ جب مین نے اُنکو ایک عورت کے ساتھ اپنے گھر کی طرف آتے دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ تمکو لینے آرہی ہین اور تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے جدا ہوجاؤگے ۔ مین اسکو گوارا نہ کرسکتی تھی اسلئے مین نے دروازہ بند کرلیا ۔ میرے فرشتون کو بھی خبر نہ تھی کہ وہ ہم دونون کو لینے آئی ہین ۔ اور مین تمھاری ماں کی قاتل نہین ٹھیرائی جاسکتی ۔ اب ایک بات اور رہگئی ہے جس مین مجھے اپنی صفائی کرنا ہے اور وہ رؤف سے میرے تعلقات ہین ۔ تم یقین کرو یا نہ کرو ۔ مجھے اب اسکی پروا نہین رہی ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ مجھے رؤف سے کوئی سروکار نہ تھا ۔ جیسا کہ پہلے بھی تم سے کہہ چکی ہون ۔ اُسدن تمنے یا تمھارے دوست نے مجھے رؤف کی گود مین دیکھا ۔ یہ مین اقرار کرتی ہون مجھے اس حالت مین نہ ہونا چاہیے تھا ۔ مگر اسوقت مین اپنے ہوش مین نہ تھی ۔ مجھے کسی بات کا احساس نہ تھا ۔ تم مجھ سے لڑکر بستی چلے گئے تھے ۔ مین اپنی قسمت کو کوسنے ندی کے کنارے چلی گئی تھی اور اس ٹیلہ تک پہنچی جہان پہلے پہل تمنے اپنی بے بنیاد محبت کا اظہار کیا ۔ رؤف نے مجھ سے ہمدردیان شروع کین مجھے کوئی حس نہ تھا کہ مین کہان ہون اور کیا کررہی ہون ۔ لیکن مجھے رؤف کے ساتھ ایک وقتی راحت ضرور ملی ۔ گنہگار در اصل مین بس اسقدر ہون ۔ ہاں اس سے پہلے دو ایک بار یہ خیال ضرور آچکا تھا کہ اگر آج تمھاری جگہ رؤف ہوتا تو شاید میری یہ گت نہ ہوتی ۔ سو یہ ایک انسانی کمزوری تھی جسکی بنا پر مجھے کوئی سزا نہین دیجاسکتی ۔ بس مجھے اسی قدر کہنا تھا ۔ اب اگر میرے خدا نے چاہا تو نہ تم مجھے دیکھوگے اور نہ مجھ سے کچھ سنوگے ۔ ہاں یہ پہلا اتفاق ہے کہ مین تمکو "تم" کہہ کر پکار رہی ہون ۔ اسکی وجہ یہ ہے

کہ آج مین اپنے کو ساری دنیا سے اور خاصکر تم سے بہت بلند چیز سمجھ رہی ہون - اسکی وجہ خود میری سمجھ مین نہین آتی - آخر مین یہ بھی کہدینی ہون کہ اگر مین اب بھی کسی کو چاہنے کا دعوی کر سکتی ہون تو وہ تم ہو اور میری آخری دعائین تمھاری جان کے ساتھ ہین "

"تمھاری مریم"

بارہ بجے کا وقت تھا - رات اندھیری تھی مریم نے خط ختم کیا اور یوسف پور جا کر نور محمد کو دیا - نور محمد اندیشہ ناک ہو کر اسکی صورت دیکھنے لگا مریم نے اسکی نگاہون سے تجاہل کر کے کہا " مین اب جاتی ہون - تم آدھے گھنٹے کے بعد اس خط کو جا کر ادریس میان کو دیدینا "

(۱۹)

ادریس کو جسوقت مریم کا خط ملا ہے اسوقت سکینہ کی تجہیز و تکفین کا سامان ہو رہا تھا - گاؤن والے جمع تھے اور " نوحۂ غم " سے " گھر کی رونق " بڑھی ہوئی تھی - مریم کا خط پڑھکر ادریس کچھ دیر کیلئے دم بخود ہو گیا اور پھر اسپر رد عمل کا دورہ شروع ہو گیا - اسکے دل مین طرح طرح کے خطرات پیدا ہونے لگے - مجبوراً اسنے ممتاز کو ہمراز بنا کر کہا " نہ جانے وہ کیا کرنیوالی ہے - میری رائے یہ ہے کہ تم میرے ساتھ فوراً تیواری پور چلو " ممتاز تیار ہو گیا

تھوڑی دیر مین دونون اس راستہ پر تھے جو آمی اور بریتیا کے درمیان مین ہے - آدھا راستہ طے ہو چکا تھا اور وہ ٹیلہ قریب تھا جو ادریس کی محبت کا گہوارہ بھی تھا اور تربت بھی - اس سے گذر کر ادریس نے دیکھا کہ ایک عورت بھاگی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اسکے پیچھے پیچھے ایک مرد دوڑتا ہوا آ رہا ہے - عورت کہہ رہی تھی " نہین میرا پیچھا نہ کرو میری کمزوری سے فائدہ اُٹھانیکی کوشش نہ کرو - مین نے تم سے جو وعدہ کیا وہ ہوش و حواس کی حالت مین نہ تھا " ادریس نے مریم کی آواز کو پہچان لیا اور اسکی طرف لپکا - مریم نے اسکو دیکھ لیا حسرت بھرے لہجے مین کہا " آہ ! مین چاہتی تھی کہ ایک بار اس ٹیلہ پر اور بیٹھ لون مگر میری قسمت مین اتنا بھی نہین " یہ کہکر وہ ندی مین کود پڑی - اسی کے ساتھ رؤف بھی کود ا جواب مریم سے صرف چند قدمون کے فاصلہ پر رہگیا تھا

ادریس دیکھ رہا تھا کہ رؤف اور مریم باہم گتھے ہوئے غوطے کھا رہے ہین لیکن وہ سرہانے کنارے بیٹھا ہوا تھا - جیسے اسکے اعصاب مفلوج ہو گئے ہون اور آنکھین پتھرا گئی ہون - ممتاز کھڑا غور سے دیکھ رہا تھا - رؤف ایسا تیراک نہ تھا جو ایک ڈوبتے ہوئے کو بچا سکے - چند منٹ مین مریم اور رؤف دونون تہ نشین ہونے لگے - یہ دیکھکر ممتاز بھی ندی مین کودا لیکن موقع تک پہنچنے مین اسکو دیر ہو گئی - رؤف اور مریم کی یادگار مین سطح آب پر صرف چند بلبلے رہگئے تھے

صبح ہوتے ہوتے رام نگر سے تین جنازے نکلے - ماتم دارونکی آمد و رفت جاری تھی لیکن ان مین ادریس کا کہین پتہ نہ تھا - ممتاز کی پریشانی کی کوئی حد نہ تھی - اسکو ایک طرف رابعہ اور اُسکے والدین کو سنبھالنا تھا اور دوسری طرف ادریس کو ڈھونڈ کر نکالنا تھا - دوپہر ہوتے ہوتے وہ ادریس کے کھوج مین نکلا - ادریس آمی کے کنارے اسی ٹیلہ کے پاس بیٹھا ہوا ملا - اس کا دماغ مختل تھا اور وہ کسی بات کا جواب نہ دیتا تھا - بڑی مشکل سے ممتاز اسکو رام نگر لے آسکا

---

(۲۰)

ان سانحات کو قریب قریب نو مہینے ہو چکے ہین۔ اس عرصہ مین ادریس کا دماغ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اسکی اس بیچینی اور پراگندگی کا کہین پتہ نہین ہے جو اسکی فطرت ثانی ہو کر رہگئی تھی۔ وہ اب اسطرح مطمئن تھا گویا جو کچھ ہونا تھا وہ سب ہو چکا ہے اور وہ زمین و آسمان کی آفتون سے بالکل مامون ہے۔ ادریس کو اب جو دیکھتا تھا وہ اسکو ایک نئی ہستی پاتا تھا۔ وہ ابھی تک رام نگر مین تھا۔ ممتاز بھی اسکے ساتھ رہتا تھا۔ ادریس صبح سے شام تک خاموش رہتا تھا اور صرف شام کے وقت اس ٹیلہ کی زیارت کر آتا تھا جو اسکے لئے دنیا کی بہترین اور عزیز ترین عبادت گاہ ہو گئی تھی۔ مختصر یہ کہ وہ اس شعر کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھا

چندانکہ دست و پا زدم آشفتہ تر شدم　　ساکن شدم میانۂ دریا قرار شد

ادریس کی اندرونی کیفیت کو سمجھنے والے صرف دو تھے۔ ایک تو ممتاز دوسری رابعہ۔ رابعہ کا باپ ایک ماہ پہلے ہیضہ کی وبا مین مر چکا تھا۔ پے بہ پے مصیبتون نے رابعہ کے دلمین ایک خستگی ایک گداز ایک گھلاوٹ پیدا کر دی تھی اور اب وہ اپنے اور ادریس کے درمیان ایک مشترک عنصر محسوس کر رہی تھی۔ وہ ادریس سے ملنے کے لئے بیتاب تھی۔ اُسنے کئی بار ادریس کو بلا بھیجا مگر ادریس اپنی خیالی دنیا مین کچھ ایسا محو تھا کہ اُسنے رابعہ کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ ایک دن ۱۲ بجے رات کو جبکہ سارے رام نگر پر ایک سکوتِ خواب مسلط تھا رابعہ خود ادریس کے پاس پہنچی۔ ممتاز سو گیا تھا۔ مگر ادریس اپنے بستر پر بیٹھا تکیہ زانوؤن پر دھرے کچھ سوچ رہا تھا۔ رابعہ کو دیکھکر اسکی پیشانی پر بل پڑ گئے اُسنے کہا

"تم کس لئے یہان آئی ہو؟ اب تمکو مجھ سے کیا کام ہے؟"

رابعہ نے اسکے تیور کی پروانہ کی اور ہاتھ جوڑ کر بولی "ادریس اس مین شک نہین کہ میرا منہ ہرگز اس قابل نہین رہا کہ تم سے ملون یا کچھ کہون لیکن مین انسان ہون اور انسان خطاؤن کا پتلا ہے۔ خطاؤن کو معاف کرنا صفات خداوندی مین سے ہے۔ تم فیاض ہو۔ دریا دل ہو تمھاری اپنی مصیبتون نے تمکو اس قابل بنا دیا ہے کہ دوسرون کی مصیبت کو سمجھو۔ مجھے اس سے انکار نہین کہ تم کو برباد کرنے والی دراصل مین تھی لیکن میرے اچھے ادریس تم مجھکو معاف کر دو اور مجھے اپنی لونڈی بنا کر رکھ لو مجھکو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر تمنے اپنے دامن مین پناہ نہ دی تو مجھے دنیا مین کہین پناہ نہ ملیگی۔ ادریس مین تمکو اپنا معبود سمجھکر پوجونگی مجھے معاف کر دو"!

رابعہ کا لہجہ درد سے بھر اٹھا۔ ادریس متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اُسنے رابعہ کو بستر پر بٹھا کر کہا "ہر چند نہ مین خدا ہون اور نہ ہونا چاہتا تاہم تمھاری کلفتون کو محسوس کرتا ہون۔ اگر تم اس سے پہلے معافی مانگتین تو مین ہرگز معاف نہ کرتا لیکن اب مین اس درجہ کو پہنچ چکا ہون جہان کسی کو کسی سے شکایت نہین ہوتی۔ مین زندگی کی اصلیت سمجھ چکا ہون۔ اور تمنے جو کچھ کیا اسکو مین گناہ نہین سمجھتا پھر تمھین کہو مین معاف کس چیز کو کرون۔ رہگیا یہ سوال کہ مین تمکو اپنی پناہ مین لے سکتا ہون یا نہین سو اسکے متعلق مجھے ایک بات کہنا ہے۔ اگر تم غور سے سننے کے لئے اور سوچ سمجھکر اسپر عمل کرنیکے لئے تیار ہو تو کہون"

رابعہ سراپا گوش بنگئی۔ ادریس نے ممتاز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "مین تمکو چاہتا ہون اور تم سے چاہے جانیکا اس بدنصیب کو اپنے سے زیادہ مستحق سمجھتا ہون اور میرا ایمان یہ ہے کہ تم کو اگر چین نصیب ہو سکتا ہے تو میرے دامن مین نہین بلکہ اسی کے دامن مین۔ تم اسکو نہین سمجھو گی۔

مگر مین خوب سمجھتا ہون ۔ تمنے اسکو کبھی نظر بھر کر دیکھا بھی نہین مگر یہ تمکو اسی طرح چاہتا رہا ۔ ذرا سوچو تو وہ تم کو اس حالت مین بھی چاہتا رہا جبکہ مجھکو تم سے شدید ترین نفرت تھی ۔ اسلئے میری صلاح یہ ہے کہ تم ممتاز کو اپنا سرتاج بنالو ۔ راحت پاؤگی ۔ اس سے زیادہ نہ مین کچھ کہہ سکتا ہون اور نہ تمھارے کام آسکتا ہون ۔ اگر کسی کے کام آسکتا تو سب سے پہلے اپنے کام آتا اور مریم کو یون نہ کھو دیتا ۔ اگر محبت واقعی کوئی چیز ہے اور اگر مین نے کسی کی محبت کی تو وہ تمھاری نہین بلکہ مریم کی ۔ اسکا یہ حشر ہوا ۔ تمنے مجھکو مٹایا ، مین نے مریم کو ۔ ذرا دیکھنا کس کا انتقام کس سے لیا گیا ۔ نہ جانے اب میرا انجام کیا ہونیوالا ہے " یہ کہکر ادریس نے آنکھون مین آنسو بھر کر یہ شعر پڑھا

طالع بخت مراہیچ [illegible] شناخت یارب از مادر گیتی بہ چہ طالع زادم!

رابعہ ساکت وصامت ادریس کا منہ تکتی رہی ۔ ادریس نے کہا " اب جاؤ مین کل تمھاری مان سے آکر اس معاملہ پر گفتگو کرونگا لیکن اگر تمنے میرا مشورہ نہ مانا تو مجھے تم سے پھر نفرت ہوجائیگی " ادریس نے رابعہ کا ماتھا چومکر اسکو رخصت کر دیا اور تھوڑی دیر بعد ممتاز کو جگاکر اس سے پورا واقعہ بیان کر دیا

ممتاز نے کہا " تمنے بڑی غلطی کی ۔ سکون کی مجھ سے زیادہ تمکو ضرورت ہے ۔ اور بہت ممکن تھا خدا تمکو اسی بہانہ سکون دیتا ادریس محبت سے زیادہ سکون بخش چیز دنیا مین کوئی نہین "

ادریس نے مسکراکر کہا " مین نے اس معاملہ پر کافی غور کرلیا ہے ۔ سکون واطمینان ہر شخص کے حصہ کی چیز نہین ۔ یہ اپنا اپنا کردار ہوتا ہے اور اپنا اپنا لچھن جو انسان کی زندگی کو بناتا بگاڑتا ہے ۔ چنانچہ یہ میرا ہی کردار تھا جسنے مجھے برباد کیا اور میرے ساتھ دو معصوم اور بے گناہ عورتون کو خاک مین ملادیا ۔ خدا کی بحث میرے سامنے نہ نکالو ۔ جس چیز کو تم خدا کہتے ہو مین اسکو ایک اندھی قوت سمجھتا ہون جو ایک ناتجربہ کار بچے کی طرح حسین چیزون کے ساتھ کھیلا کرتی ہے اور پھر انکو توڑ پھوڑ کر رکھدیتی ہے ۔ رہگئی محبت سو میرا خیال ہے کہ اس دنیا کے حوادث مین اسکا وجود نہین ۔ اس دنیا کی محبت کے متعلق اثر نے سچ کہا ہے

واقعی کون کس کو چاہے ہے ہر کوئی وہم مین بنا ہے ہے

ممتاز تمھارے معتقدات کچھ اور ہین ۔ تمھارا مزاج تمھاری طبیعت کچھ اور ہے اسلئے تم رابعہ کے ساتھ آسودگی ضرور پاسکتے ہو مجھے چھوڑو ۔ مین نے اپنی آیندہ زندگی کا نقشہ بنالیا ہے ۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب مریم کی راہ مین خیرات کر دونگا اور خود تیواری پور کی اسی جھونپڑی مین رسول شاہ کے ساتھ رہکر کھیتی پر بسر اوقات کرونگا "

مجنون گورکھپوری

ہمیشہ یاد رکھئے

(۱) خط وکتابت مین نمبر خریداری درج کرنا (۲) جوابی امور کے لئے ٹکٹ جوابی کارڈ بھجنا (۳) ۲۰ تک پرچہ نہ پہونچنے کی اطلاع کرنا (۴) منی آرڈر کے کوپن مین نمبر خریداری درج کرنا

(مینیجر نگار لکھنؤ)

تصوف اسلام پر ایک مورخانہ نظر

(بہ سلسلۂ ماسبق)

امام غزالی کے صوفیانہ تجارب امام غزالی فرماتے ہین اس دور عزلت نشینی مین مجھ پر ایسی ایسی چیزین منکشف ہوئین کہ انھین شمار نہین کر سکتے، دوسرون کے فائدہ کے لئے اتنا بتا دینا چاہتا ہون، کہ مجھے علم یقینی ہو گیا ہے، کہ صرف صوفیہ ہی سلوک الٰہیہ کے رہرو ہین، اور اور یہ کہ انکے آئین وضوابط سب سے عمدہ انکا طریقہ سب سے یقینی، اور انکے صفات سب سے پاک اور ستودہ ہین، اگر عالم کے عقلا اپنے ذہن فضلا اپنی عقل، اور قانون الٰہیہ کے ماہرین اسرار، اپنے علم و معرفت کیساتھ، مجتمع ہو کر چاہین، کہ مسلک تصوف کے کسی آئین مین تغیر و تبدل یا ترمیم کرین، تو انہین اسکا موقع نہین، صوفیہ نے تمام عملیات خواہ وہ حرکت سے متعلق ہون یا سکون سے، خارجی ہون یا داخلی، شمع وحی کی روشنی سے مستفاد ہین، اور روئے زمین پر انوار وحی کے سوا، کوئی دوسری شے ایسی نہین جس سے استفادہ نورانی کیا جائے مختصر یہ کہ انکے پاک مسلک کے متعلق، جو کچھ کہا گیا، وہ یہی ہے، مسلک تصوف کی پہلی تلقین یہ ہے، کہ دماغ کو غیر خدا سے بالکل پاک و صاف کر دیا جائے، اسلئے داخلہ کی کنجی اذان نماز کی طرح (جسکا مقصد یہ ہے کہ اب نماز کے سوا، تمام اعمال ناجائز ہین) یہ ہے کہ دماغ کو سراپا خدا کی یاد مین مستغرق رکھا جائے،

استغراً ایک رہرو طریق، کی نظرون سے حجابات (مادیہ) دور ہو جاتے ہین، اور اس کیلئے ارواحانی علم و عرفان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے، طریقت کا وہ رہرو، عالم بیداری ہی مین ملائکہ اور ارواح انبیا کا مشاہدہ کرتا ہے، انکی آوازین سنتا ہے، اور ان سے کسب عرفان کرتا ہے، اسکے بعد اسکی روحانی حالت ایسی ارفع ہونے لگتی ہے، کہ صور و امثال کے حجابات دور ہو جاتے ہین، اور وہ ایک ایسے نشیمن لاہوتیہ مین جاگزین ہوتا ہے، جسکا صحیح مرقع الفاظ مین نہین پیش کر سکتے، قرب الٰہیہ کی وہ منزل اسکے سامنے ہوتی ہے، جسے بعضون نے "حلول" سے موسوم کیا، بعضون نے "اتحاد" اور "وصول" سے لیکن یہ تمام تعبیرات ناقص ہین، جو اس عالم شہود کی صحیح ترجمانی نہین کر سکتین،

عالم "شہود" اور کیفیت "حال" صوفیہ کا خیال ہے کہ رہرو طریقت کو یہ لذت شہود عالم "حال" مین میسر ہوتی ہے "حال" کے متعلق میکڈونلڈ لکھتا ہے، کہ اس سے وہ نفسیاتی حالت مراد ہے، جسکی تکوین نہ تو کسی سعی کا نتیجہ ہے، اور نہ کوئی ظاہری علت اسکے حدوث کا سبب ہے، یہ ایک احساس ہے، جو قوت ادراک کے مخالف ہے، یہ ایک قریبی شعور ہے، جسے مشتقات علمیہ سے تعبیر نہین کر سکتے، صوفیہ نے لفظ "احوال" کو مسرت و غم، علو و حضیض سے بھی تعبیر کیا ہے، جو عابد کے قلب مین نازل ہوتا ہے، یہ اصطلاح اپنی آخری ترقی یافتہ صورت مین وہ اعلیٰ معنی ظاہر کرتی ہے، جسے بیخودی (Ecstasy) کہتے ہین، جسوقت صوفی احساس خودی سے گزر جاتا ہے، اسے عالم مادی کا شعور باقی نہین رہتا، اسوقت اسے صرف خدا ہی کا شعور ہوتا ہے، یہ کیفیات اسکے ارادہ سے حاصل نہین ہو سکتین بلکہ اس وقت روح آتی اور روانہ ہوتی ہے

ملا شاہ اور مراقبہ ذات

میکڈونلڈ لکھتا ہے، کہ صوفیانہ زندگی کی دوسری مثال ہم لوگون کو ہندوستان کے اس دور کی طرف متوجہ کرتی کرتی ہے، جب اکبر، جہانگیر، شاہجہان، اور اورنگ زیب سریر آرائے حکومت تھے، اس عہد مین ایک نہایت مشہور صوفی گزرے ہین، جو کچھ دنون بلخ مین رہے، کاشمیر مین آئے، اور پھر لاہور مین اقامت کرلی، فرانس کے مشہور مستشرق، وان کریمر کی بدولت آپکی زندگی، اور آپکے اقوال منصہ شہود پر آئے، فاضل مستشرق نے یہ روایات بہ سند متصل حاصل کئے ہین جنھین آپکے ایک مقرب مرید نے ایک کتاب مین جمع کردیا تھا، یہ جامع روایات (خسرو دہلوی کی طرح) صوفیانہ زندگی گزار رہا تھا، اور دربار مغلیہ مین بھی ایک معزز عہدہ پر فائز تھا، وہ بزرگ حضرت ملا شاہ تھے، جو سنہ ۱۵۸۴ء مین بمقام بدخشان پیدا ہوئے، بلخ اور لاہور مین تعلیم پائی اور سلسلہ قادریہ مین بیعت کرلی، آپ وحدت فی الکثرت کا ذوق صوفیانہ رکھتے تھے، اور لوگونکی ناراضگی اور دل آزاری کے خیال سے اسلام کے ظاہری طریقہ پر بھی عامل تھے، آپکا حلقہ اثر اسقدر مقناطیسی پہلو رکھتا تھا کہ مریدین کا ہجوم لگا رہتا، آپ کے متعلق کفر والحاد کا فتوی بھی جاری ہوا، لیکن آپ نے اورنگ زیب جیسے ظاہر بین، اور سخت گیر مسلمان کو مالوف رکھا، اور ایک پاک اور مقدس زندگی گزار کر، سنہ ۱۶۶۱ء مین بمقام لاہور انتقال کیا،

آپکے مرید اور مولف زندگی کا نام توکل بیگ تھا، جسے آپنے ابتدائے شباب ہی مین صوفیانہ زندگی سے آشنا کیا، توکل بیگ کمالات صوفیانہ کے اس نقطہ پر پہونچا، جہان اس نے نور باطن کا مشاہدہ کیا، اور جہان اسے ہر شے مین وحدت کی جلوہ گری معلوم ہوتی تھی، اور جہان وہ اپنی انفرادی ہستی کو بھی فانی اور ہستی واحد مین جذب ہو کر، باقی تصور کرنے لگا تھا،

توکل بیگ خود اپنی صوفیانہ ریاضت کے متعلق لکھتا ہے، جسے وان کریمر نے فارسی سے فرنچ مین ترجمہ کیا میکڈونلڈ نے فرنچ ہی کا انگریزی ترجمہ کیا تھا، جسے اردو مین پیش کیا جاتا ہے، توکل بیگ لکھتا ہے:-

مینے تمام رات بغیر آنکھ جھپکائے گزار دی، اور ایک لاکھ مرتبہ قرآن مجید کی ایکسو بارہوین سورۃ (سورۃ اخلاص) تلاوت کرنے مین مشغول ہوگیا، یہ عمل مینے چند دنون مین ختم کیا، مشہور ہے کہ اس سورہ مین اسم اعظم ہے، جو شخص اسے ایک لاکھ مرتبہ پڑھلیگا، اسکے اثر سے اسکی تمام مرادین برآوینگی، اسلئے مینے حضرت ملا شاہ کی نظر محبت حاصل کرنے کی غرض سے یہ عمل شروع کردیا، اور مین عقیدہ راسخ رکھتا تھا، کہ اس ذریعہ سے میری مراد برآویگی، مینے جسوقت لاکھون مرتبہ یہ سورت پڑھی، میرے مرشد کے دل مین میری ہمدردی پیدا ہوئی، اور آپنے اسوقت سنگھین محمد اپنے خلیفہ کو بھیجکر مجھے اپنے حضور مین طلب کیا، تمام رات آپنے مجھ پر "توجہ" مبذول کی اور مین خود اپنے قلب کی طرف توجہ کرتا رہا، مگر میرے قلب کی عقدہ کشائی نہ ہوسکی،

اس طرح تین راتین گزر گئین، حضرت ملا شاہ اپنی روحانی توجہ صرف فرماتے رہے، لیکن کوئی اثر مرتب نہوا، چوتھی رات ملا شاہ نے کہا کہ سنگھین محمد اور صالح بیگ جو جذبہ "حال" رکھتے تھے، اپنی توجہ کرینگے، انھون نے اس حکم کی پیروی کی، اور مین تمام رات قبلہ رخ ہو کر بیٹھا رہا، اور اپنی تمام قوتین اپنے قلب کی طرف مبذول رکھین، صبح کے وقت کسی قدر نور اور صفائی میرے قلب مین جلوہ گر ہوئی، لیکن مین کسی صورت کی تمیز نہین کرسکتا تھا،

نماز صبح کے بعد مین ان دونو متذکرہ بالا آدمیون کے ساتھ اپنے پیر کے پاس گیا، انھون نے مجھے سلام کیا اور ان دونون آدمیون سے

دریافت کیا کہ میرے لئے انھون نے کیا کیا، تب وہ میری طرف مخاطب ہوئے، اور مجھ سے میرے تجارب کے متعلق سوال کیا، مینے کہا کہ مین قلب کے اندر ایک قسم کی صفائی محسوس کرتا ہون، اسپر شیخ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور مجھ سے کہا کہ تمھارا قلب مجموعہ محاسن ہونیکے باوجود اس قدر تاریک ہو گیا ہے کہ سمندر نا پیدا کنار کے دو کھیوے بھی اسمین نہ تو چمک پیدا کر سکے نہ جلا، اب وقت آگیا ہے کہ مین خود دکھاؤن کہ یہ کیونکر پاک و صاف ہو جاتا ہے،

اسکے بعد انھون نے مجھے اپنے نزدیک بٹھایا، میرے حواس کا یہ حال تھا کہ جیسے مین مست ہون، میرے مرشد نے مجھے حکم دیا کہ مین آپکی صورت قلب مین متعین کرون، آپنے میری آنکھون پر پٹی باندھ دی، اور کہا کہ مین اپنی تمام دماغی قوتین اپنے قلب پر مجتمع رکھون، مینے ایسا ہی کیا، اور ایک آن مین خدا کی عنایت اور شیخ کے فیضان باطنی سے میرا قلب منکشف ہو گیا، مینے دیکھا کہ میرے اندر الٹے ہوئے پیالہ کی طرح کوئی چیز رکھی تھی، وہ سیدھی ہو گئی، اس سے مجھ مین بے انتہا مسرت پیدا ہوئی، مینے مرشد سے کہا کہ اس حجرہ کی طرح جسمین مین آپکے نزدیک بیٹھا ہوا ہون، ایک دوسرا حجرہ خود اپنے اندر دیکھ رہا ہون، اور مجھے ایسا نظر آرہا ہے جیسے کوئی دوسرا توکل بیگ کسی دوسرے ملا شاہ کے نزدیک بیٹھا ہوا ہے،

تب انھون نے حکم دیا کہ مین آنکھین کھول دون، مینے اپنی ظاہری آنکھون سے انھین اپنے نزدیک بیٹھا ہوا دیکھا اسکے بعد پھر انھون نے میری آنکھون پر پٹی باندھ دی، اور مینے اپنی روحانی آنکھون سے انھین اسی طرح بیٹھا ہوا دیکھا حیرت مین آکر مین پکار اٹھا، یا مرشد با خواہ مین اپنی جسمانی آنکھون سے دیکھون یا روحانی آنکھون سے صرف آپ ہی آپ نظر آتے ہین،

اسکے بعد مینے دیکھا کوئی ترمراتی ہوئی شکل میری طرف چلی آرہی ہے، جب اپنے مرشد سے مینے اسکا تذکرہ کیا تو انھون نے مجھسے کہا کہ اس صورت سے نام دریافت کرنا، مینے اپنے دماغ ہی مین یہ سوال کیا، اور اس صورت نے قلب سے جواب دیا، میرا نام عبد القادر جیلانی ہے، مینے اپنے گوش روحانی سے یہ آواز سنی، تب میرے مرشد نے مجھے تلقین کی کہ مین ولی موصوف سے، روحانی استمداد، اور فیض باطنی کی درخواست کرون، جب مینے یہ درخواست کی تو روح نے جواب دیا کہ مین تمھین اپنی امداد تفویض کر چکا ہون، اور یہی وجہ ہے کہ تمھارے قلب کی عقدہ کشائی ہوئی ہے، جذبہ تشکر سے سرشار ہو کر مینے ولی موصوف کی طرف سے ہر جمعہ کی رات کو کامل قرآن ختم کر لینا لازم کر لیا، اور کامل دو سال تک یہ عمل مینے کیا کبھی ناغہ نہ کیا، میرے مرشد ملا شاہ نے کہا، عالم روحانی اپنے کمال حسن کے ساتھ تمھین دکھا یا گیا اب اپنی خودی کو کامل طور سے اس عالم غائب کے مشاہدہ عجائب مین مٹاتے رہو،

مین سختی کے ساتھ اپنے مرشد کے ہدایات پر عمل پیرا رہتا تھا، اور روز بروز عالم روحانی کا علم مجھے زیادہ ہوتا جاتا تھا، اسکے بعد مینے ایک دن آنحضرت صلعم اور آپکے مخصوص صحابیون کی صورت دیکھی اور ملائکہ اور اولیاء اللہ کی جماعتین میری نظر باطن سے گزرتی تھین اسی صورت سے تین ماہ گزر گئے، اور مین ارتقائے روحانی کے اس نقطہ پر پہونچا، جہان رنگ مٹ جاتا ہے، اسوقت یہ تمام صورتین غائب ہو گئین، اس دوران

---

(۱) Proceedings of the Psychical Research Society مین اس قسم کے اکثر واقعات پائے جاتے ہین، یورپ اور امریکہ مین روحانیات کی ترقی نے اس قسم کے بہتیرے صوفیانہ خیالات کی تصدیق کر دی ہے، آجکل میرے اموں جناب مخدومی سید مظہر الحق صاحب بیرسٹر کو روحانیات کے مطالعہ کا خاص شغف ہے مطبوعات امریکہ و یورپ کی قدیم و جدید تقریباً پانچسو جلدین آپکے کتب خانہ مین اس فن کی کتابین موجود ہین فرماتے تھے کہ ایک ماہر روحانیات خود اپنا مشاہدہ لکھتا ہے، کہ اسنے امام غزالی کی روح سے ملاقات کی، اور انہین زرد کا جامہ پہنے دیکھا، دماغ ہی مین سوال کرنا اور قلب مین جواب پالینا موجودہ (قرأۃ افکار) Telepathy نے ثابت کر دیا ہے،

میرے مرشد نے کبھی وصل الٰہی اور "باطن" صوفیانہ کی توضیح کرنی ترک نہین کی، لیکن انھون نے مجھے حقیقت کاملہ دکھانا پسند نہین کیا، البتہ ایک برس کے بعد علم حقیقت اور یہ کہ اس سے میری اصلی ہستی کو کیا تعلق ہے، مجھ پر منکشف ہوا، اسوقت میرے قلب مین مفصلہ ذیل اشعار کا الہام ہوا، اور یہان سے غیر شعوری طور پر یہ اشعار میری زبان پر جاری ہوگئے

(میکڈونلڈ نے انگریزی اشعار لکھے ہین جو ون کریمر کے فرانسیسی کا ترجمہ ہے، توکل بیگ کے اشعار ملہمانہ فارسی مین تھے، انگریزی کا خلاصہ ترجمہ حسب ذیل ہے،

مجھے یہ خبر نہ تھی کہ یہ برباد ہوجانے والا جسم صرف آب وخاک کا ایک تودہ ہے، مجھے پتہ نہ تھا کہ قلب، روح، اور جسم مین کیسی کیسی توتین مجتمع ہین، مین بہت متاسف ہون، کہ میری زندگی کا اس قدر حصہ تیرے (خدا!) بغیر گزر گیا، مین "تم" تھا اور مجھے اسکا علم نہ تھا، جب مینے ملاشاہ سے اس شاعرانہ الہام کا تذکرہ کیا، تو وہ خوش ہوئے کہ اب "اتحاد الہیہ" کا خیال میرے دلمین ظاہر ہوا، اور اپنے احباب کو مخاطب کرکے انھون نے کہا، "توکل بیگ نے میرے منہ سے اتحاد الٰہی کی باتین سنین اور وہ کبھی اسکے رموز کی تکذیب نہین کرینگے، انکی نظر باطن منکشف ہوگئی انکے سامنے رنگ وروپ کا میدان آیا اور وہ اسکی اس منزل پر بھی پہونچے جہان الوان وصور مٹ جاتے ہین، اس شخص کو جو اتحاد الہیہ کے ان وادیون سے گزر جاتا ہے، کامل حقیقت کا علم ہوجاتا ہے، پھر نہ تو وہ اپنے شکوک سے گمراہ ہوتا ہے، نہ منکرین کی اغوا سے،

اسکے بعد میکڈونلڈ نے ملاشاہ کے دو شاہی مریدون داراشکوہ اور اسکی بہن فاطمہ کے متعلق توکل بیگ کے بیان کا ترجمہ کیا ہے، فاطمہ نے مشاہدات باطنی، صوفیانہ تجارب، اور علوی روحانی تفصیل سے لکھے ہین ارباب ذوق چاہین تو "رلجس ایٹیچیوڈ اینڈ لائف ان اسلام" کا مطالعہ کرین،

مثال نفس کشی، "ذکر" اور اسکے اسرار ایڈورڈ ولیم لین اپنی اقامت قاہرہ کے زمانہ کی مفصلہ ذیل روایت اپنے ترجمہ الف لیلیٰ کے نوٹ مین لکھتا ہے،

ابوالقاسم گیلانی قاہرہ مین میرے ایک دوست تھے، انھون نے درجۂ ولایت کے حاصل کرنے کیلئے جو نفس کشی اور دوسرے ذرایع اختیار کئے تھے، انکا تذکرہ مجھ سے کر رہے تھے، یہ عمل، جبر نفسیہ، اور کامل توکل علی اللہ سے تعلق تھا، انہون نے تلاش مرشد مین اپنا گھر چھوڑ دیا، اور فارس، اور اسکے آس پاس کے ممالک مین (اور اگر ضرورت ہوئی تو دور دراز مقامات مین) سیر وسفر کرنے کے لئے نکلے، بہت دنون تک وہ انسانی آبادی سے علیحدہ علیحدہ رہے، صبح سے شام تک روزہ رکھتے، اور کسی قدر گھانس یا جنگلی پھل سے افطار کرلیتے، یہانتک کہ بتدریج وہ اکل وشرب کے تکلفات سے بھی سبکدوش ہوگئے، پہلے انکے پاؤن مین آبلے پڑ گئے، سخت پتھرون سے جگہ بہ جگہ زخمی ہوئے، اور بالکل صلب ہوگئے، مگر غذا کی کمی کے اعتبار سے اصول فطرت کے خلاف انکا جسم اور توانا ہوگیا، اور خواہشات بڑھ گئین، آفتاب کی حدت، اور شانہ پر کالے کالے بال لٹکائے رہتے، اور عریانی جسم سے انکی صورت بھیانک اور وحشتناک معلوم ہوتی تھی، پہلے پہل جب ایک قصبہ مین انکا گزر ہوا، تو لڑکون نے انہین گھیر لیا، اور پتھر برسانے لگے، اسلئے وہ آبادی سے علیحدہ ہوگئے، اور ہمارے قدیم الایام اجداد کی طرح ایک حد تک جسم کو پتون سے چھپایا، اور قبل اسکے کہ پتے سوکھ کر جسم سے علیحدہ ہون وہ شہر چھوڑ دیتے تھے، عموماً انسانی رہگزر سے الگ رہتے، اگر کسی ریگستان مین گزر ہوتا

(جہان نہ جنگلی میوے دستیاب ہوسکتے تھے، نہ پتے) تو آبادی طرف رخ کرتے، اور ایک ٹکڑہ روٹی اور ایک گلاس پانی کسی سخی آدمی سے لیتے، ایک چیز جس سے خصوصیت کے ساتھ وہ خوف کرتے تھے، یہ تھی کہ کہین، کہ کسی فاسق یا شیطان سے (جو انسانی شکل مین ہو) مدد نہ پہونچے ایک مرتبہ ایک تپتے ہوئے ویران مقام مین انکا گزر ہوا، تین دن تک انھین کچھ کھانے کو نہ ملا، نہ گھانس کی ایک پتی ملی نہ پانی کا کوئی چشمہ، تشنگی کا سخت غلبہ تھا، انھون نے دعا کی کہ خدا کسی شخص کو ایک گھڑا پانی لیکر روانہ کرے لیکن ساتھ یہ شرط بھی کی کہ پانی بغدادی گھڑے مین ہو تاکہ مین جان لون کہ یہ تیری طرف سے ہے، شیطان کی طرف سے نہین ہے، اور جب مین اس سے پینے کے لئے مانگون، تو وہ اسے میرے سر پر ڈال دے تاکہ مین اپنے نفس امارہ کو زیادہ آسودہ نہ کرسکون، مینے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو ایک آدمی سبز بغدادی گھڑے مین پانی لئے ہوئے آرہا تھا مینے جب اس سے پینے کیلئے مانگا تو اس نے میرے سر پر بہادیا، اور روانہ ہوگیا، اللہ کی قسم ایسا ہوا، اس معجزانہ کرامت کو انھون نے درجات ولایت کا ایک حصہ سمجھا، پانی سے وہ تازہ دم ہوگئے اور منازل ریگستان طے کرنا شروع کئے، لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد پھر تشنگی کا غلبہ ہوا، اور نہین ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب وہ بیہوش ہوجاوینگے، کہ سامنے ایک پہاڑی نظر آئی، اور اسکے دامن مین ایک جھرنا جاری تھا، انھون نے نفس کشی کی غرض سے پانی پینے کے قبل پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کا ارادہ کیا، جہان وہ بڑی دقت سے تمام دن کی محنت کے بعد پہونچے، وہ قلہ کوہ پر کھڑے تھے کہ انھون نے سوارون کی ایک جماعت دیکھی جو دامن کوہ کے نزدیک آکر ٹھہر گئی، انکا سردار جو آگے آگے تھا، انکا نام لیکر بولا، اے ابوالقاسم اے گیلانی نیچے آؤ، اور پانی پیو، لیکن میرے دوست نے اس خیال سے کہ وہ ابلیس ہے، اور اسکے رفقا اسکی اولاد ہین، انھون نے خواہش روک لی یہانتک کہ یہ فریبی اپنی جماعت کے ساتھ روانہ ہوا، اور نظر سے غائب ہوگیا، آفتاب غروب ہوگیا، اور انکی تشنگی مین بھی کچھ کمی ہوگئی تھی، پھر بھی انھون نے پانی کے چند قطرے پئے، دشت پیمائی کرتے کرتے انکا گزر ایک سنگلاخ مین ہوا، جہان انھون نے ایک ضعیف العمر شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا، انکی داڑھی لانبی اور سفید تھی، بزرگ نے انھین مخاطب کرکے دریافت کیا، کہ کس چیز کی تلاش ہے؟ انھون نے کہا کہ مین ایک روحانی مرشد کی تلاش مین ہون، اور میرا دل کہہ رہا ہے، مجھے جنکی تلاش ہے، وہ آپ ہی ہین، بزرگ نے کہا میرے بچے، تم سامنے ایک بزرگ کا مقبرہ دیکھ رہے ہو، یہ وہ جگہ ہے، جہان دعاؤن کا جواب ملتا ہے، وہان جاؤ اور مقبرہ کے اندر بیٹھو، نہ کھاؤ نہ پیو اور نہ استراحت کرو، بلکہ رات دن آہستہ آہستہ لا الہ الا اللہ کا ورد رکھو دیکھو، ذیروح مخلوق تمہاری جنبش لب دیکھ نہ سکے، کیونکہ اس وظیفہ کے مخصوص صفات مین ایک یہ ہے کہ ورد مین لب کو کوئی جنبش نہ ہو، جاؤ تم پر سلامتی ہو" میرے دوست کہتے تھے حسب ارشاد مین وہان گیا تو دیکھا ایک چھوٹی سی مربع عمارت ہے، جس مین ایک گنبد ہے، اور دروازہ کھلا ہوا ہے، مین اندر جاکر بیٹھ گیا اور طاق اور مخروطی شکل کی عمارت کی طرف جو قبر پر بنی ہوئی تھی اپنا رخ کرلیا،

یہ شام کا وقت تھا، مینے توحید کے یہ خموش مشاغل جس طرح میرے مرشد نے ہدایت کی تھی، شروع کردئے مینے دیکھا کہ ایک دھندلے رنگ کی کوئی صورت میرے پہلو مین بیٹھی ہے، اور مجھے میری ریاضت عابدانہ مین مدد دے رہی ہے مینے اسے مس کرنے کے لئے اپنے ہاتھ پھیلائے، لیکن مجھے معلوم ہوا، کہ یہ کوئی مادی ذات نہین ہا ایہمہ وہ صورت وہان موجود تھی، مینے اچھی طرح دیکھا، اس نظارہ سے مجھے ترغیب ہوئی، اور مین اپنے عمل مین بلاوقفہ شبانہ روز مشغول رہا، نہ مین کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا، پھر بھی میری روحانی طاقت روزافزون تھی، تیسرے دن

مین مقبرہ کی سفید دیوارون، زمین اور ہوا مین، اور جس طرف مین نظر اوٹھا کر دیکھتا تھا لا الہ الا اللہ لکھا ہوا پاتا، اور جب کبھی ایک مکھی مقبرہ مین داخل ہوتی، تھی تو وہ بھی اپنے رقص پرواز سے یہی کلمہ لکھ دیتی تھی، خدا کی قسم ایسا ہوا، اب میرا مقصد کامل طور سے حاصل ہو گیا مینے دیکھا کہ مجھے علم مابعد الطبیعۃ حاصل ہو گیا ہے، احباب اور ارباب تعارف کے خیالات مجھے ستاتے نہ تھے لیکن ہر دوست جو فارس، ہند، عرب، اور ترکستان مین تھا، اور جو کچھ وہ کر رہا تھا میرے پیش نظر معلوم ہوتا تھا مجھے ایک ناقابل بیان مسرت حاصل ہوئی .... یہ حالت چند سال تک باقی رہی، لیکن آخر کار مین دنیاوی اغراض کے فریب مین مبتلا ہو گیا، مین اس ملک مین آیا ایک خطاط کی حیثیت سے میری شہرت ہوتی، اور حکومت نے مجھے ایک منصب بھی عطا کیا، اب دیکھو یہ شال ہے، یہ الماس کی بنی ہوئی چیز میرے سینہ پر ہے مین ضعیف ہو گیا اب خوف ہوتا ہے کہ مجھے نفس کشی کے ان مصائب کی برداشت نہ ہوگی، جن سے بحث حقیقی حاصل ہو، گو مینے ارادہ کر لیا ہے، کہ مین ایک بار کوشش کرونگا"

لین کہتا ہے، اس گفتگو کے تھوڑے ہی دن کے بعد میرے دوست منصب سے برطرف کر دئے گئے، انھین طاعون ہو گیا اور اسی مین انہون نے انتقال کیا، لین نے اسکے بعد تنقید کی ہے، اور وہ کہتا ہے، کہ میرے دوست سچ مچ کچھ عرصہ تک ایک پارسا عابد کی طرح زندگی گزار رہے تھے، اور چونکہ انہون نے نفس کشی کی تکلیفین جھیلین، جسکے ساتھ جوش عقیدت کا تلازم تھا، تو بہت ممکن ہے، انکی قوت مصورہ مین بدنظمی ہو گئی ہو، اور انہون نے سچ مچ یہ عجیب و غریب مناظر دیکھے ہون، کیونکہ جب وہ بیان کر رہے تھے تو لہجہ، ادا مین ایک خاص قسم کی آرزو، اور اخلاص پایا جاتا تھا جسے ایک کاذب عمداً نہین برت سکتا، لین ایک یوروپین تھا، جسکے لئے مادہ نوازی امر ناگزیر ہے، تخیلات کے عجائب اور مابعد الطبیعۃ انوکھا پن اسکے نزدیک نہ تو قابل اعتماد ہے، نہ لائق تسلیم اس نے ابوالقاسم گیلانی کے تجربات کو اختلال مصورہ کا نتیجہ بتایا، ہر چند اسے اپنے دوست کی حق گوئی اور راستبازی کا اعتراف ہے، اہل مذاق واقعہ کی اہمیت سمجھ لین،

طریقت کی منزل افتتاحیہ

میکڈونلڈ نے صوفی لٹریچر کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس بحث عنوان کی ایسی جامع تلخیص کی ہے، کہ موجودہ دور کے انگریز مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے بھی جنکا مذاق صوفیانہ اور مطالعہ تصوف عقیدت اور پرستش کی حد تک پہونچ گیا ہے، اپنی مایہ ناز کتاب "صوفیائے اسلام" کے باب اول مین میکڈونلڈ کی اس فاضلانہ تحریر کا اقتباس دیدیا ہے، میکڈونلڈ لکھتا ہے،

رہرو طریقت کو چاہئے کہ تعلقات دنیا ترک کر دے، اور اپنا دل ان سے خالی رکھے، اسے نہ کنبہ کا تردد ہو نہ دولت کی فکر، نہ بچون کا خیال ہو نہ گھر کا غم، یہانتک کہ علم ظاہری کی طلب، حکومت کی تمنا، اور حوصلہ مندیونکی شورش بھی مفقود ہو جائے، اسے قلب مین ایسی کیفیت پیدا کر لینی چاہئے، کہ اسکے نزدیک کسی شے کا وجود و عدم دونو یکسان معلوم ہون، اسکے بعد اسے ایک گوشہ مین بیٹھنا چاہئے، اور اپنا مذہبی عمل صرف فرائض تک محدود رکھنا چاہئے، اسوقت اسے نہ تو قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہئے، نہ اسکے معانی و مطالب پر غور و فکر، نہ احادیث کا مطالعہ کرنا چاہئے، نہ اس قسم کی دوسری کتابون کا، اسے جانماز پر بیٹھے رہنا چاہئے کہ اللہ جل شانہ کے سوا کوئی دوسری شے اسکے دماغ مین داخل نہ ہو، اور ایک گوشہ عزلت مین بیٹھکر مسلسل "اللہ اللہ" کا ورد رکھنا چاہئے، خیال اسی پر جمع رہے، عاقبت الامر اس پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوگی، جیسے اسکے زبان کی حرکت بند ہو گئی ہے، اور اسے معلوم ہوگا گویا یہ لفظ اسکی زبان سے بہ گیا اسے اسمین استقلال رکھنا چاہئے، یہانتک کہ کامل طور سے زبان کی حرکت مفقود ہو جائے، اسمین بھی اسے مستقل رہنا چاہئے، یہان تک کہ لفظ کی شکل اور اسکے حروف

اور ہیئت قلب سے نکل جائیں اور صرف ایک خیال رہجائے اسے ایسا معلوم ہونے لگے، جیسے اسکے قلب مین چھپا ہے، اور اس سے علحدہ نہین ہو سکتا، اس قدر عمل رہرو طریق کے ارادہ اور مرضی پر موقوف ہے، اس کیفیت کا قایم رکھنا، اور اغوائے شیطانیہ کو مسترد کرنا، اسکے زیر تصرف ہوتا ہے لیکن رحم ایزدی کا ایصال اسکے ارادہ یا مرضی سے بالاتر ہے، اب اسے صرف ایک امید وارانہ انتظار رکھنا چاہئے، کہ خدا اسکے قلب مین کیا کشف کرتا ہے، جیسا کہ خدا نے اس طور سے انبیا اور اولیا کے ساتھ سلوک کیا ہے، اگر ایک رہرو طریقت مفصلہ بالا عمل پورا کرے تو اسے امیدوار رہنا چاہئے کہ اسکے قلب مین لمعان حقیقت کی ضیا باریان ہونگی، پہلے پہل یہ نور حقیقت نا استوار ہوتا ہے، برق کی چمک کی طرح یہ پیدا ہو کر غائب ہو جاتا ہے، اگو بعض اوقات یہ قیام پذیر بھی ہوتا ہے . . . . اور جب یہ واپس آتا ہے، تو اسکی واپسی کبھی دیرپا ہوتی ہے کبھی گریزپا، جس طرح سے اولیاء اللہ کے عادات و خصائل مختلف ہین اسی طرح انکا حصول کمالات بھی مختلف ہوتا ہے۔

ڈاکٹر نکلسن نے بھی اس ضمن مین علامہ ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" سے مفصلہ ذیل بحث اپنی کتاب صوفیائے اسلام مین نقل کی ہے، علامہ ہجویری کہتے ہین،

طریقت صوفیہ مین جب کوئی شخص داخل ہونا چاہتا ہے، تو شیوخ اسے تین سال تک تعلیم روحانی دیا کرتے ہین، اگر وہ انکے ارشادات تربیت پر کاربند ہوتا ہے، تو بہتر، ورنہ وہ سلسلہ طریقت مین نہین داخل کرتے پہلا سال مخلوق کی خدمت مین بسر ہوتا ہے، دوسرا سال عبادت الٰہی مین، اور تیسرا سال خود اپنے جائزہ قلب مین رہرو طریق اسوقت مخلوق کی خدمت کر سکتا ہے، جب وہ خود کو ایک خادم اور تمام خلایق کو مخدوم تصور کرے، اسے بلا استثنا یہ خیال رکھنا چاہئے، کہ تمام افراد اس سے بہتر ہین، اور اسے اپنا فرض سمجھکر تمام لوگونکی یکسان خدمت کرنی چاہئے، اور وہ خدا کی عبادت اسی وقت کر سکتا ہے، جب اسکے تمام اغراض خواہ وہ موجودہ زندگی سے متعلق ہون، یا آخرت سے، مٹ جائین اور اسے چاہئے کہ خدا کی عبادت صرف خدا کیلئے کرے، چونکہ جو شخص کسی شے کیلئے خدا کی عبادت کرتا ہے، وہ خود اپنی عبادت کرتا ہے، نہ کہ خدا کی کوئی شخص اپنے قلب کا جائزہ اسی وقت لے سکتا ہے، جب اسکے خیالات مجتمع ہون، اور تمام تردداث فنا ہو جائین، اسلئے وہ اس قابل ہو جائے کہ قرب الٰہیہ مین اپنے قلب کو بے توجہی کی یورشون سے محفوظ رکھ سکے، جب مبتدی یہ صفات پیدا کر لیتا ہے، تو اسے حق ہے کہ نقال کی طرح نہین بلکہ ایک سچے صوفی کی طرح مرقع پہنے،

حضرت شبلیؒ اور جنید بغدادیؒ کا مکالمہ "صوفیائے اسلام" مین حضرت شبلی اور جنید بغدادی کا ایک مکالمہ بھی پایا جاتا ہے، حضرت شبلی، حضرت جنیدؒ کے پاس آئے، اور کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپکے پاس علم الٰہی کی موتیان ہین، خواہ آپ مجھے عطا کیجئے یا فروخت کیجئے، حضرت جنید نے جواب دیا، کہ مین اسے فروخت نہین کر سکتا، چونکہ تمھارے پاس اسقدر متاع ہی نہین کہ قیمت ادا کر سکو اور اگر مین تمھین یونہین دیدون تو مفت کی چیز سمجھکر تم اسکی قدر نہ کروگے جاؤ میری ہی طرح اس بحر زخار مین سر کے بل شناوری کرو، یہانتک کہ تمھین صبر و استقامت کی مدت گزارنے کے بعد وہ موتی حاصل ہو جائے حضرت شبلی نے کہا تو مجھے کیا کرنا چاہئے، کہا جاؤ ایک سال تک گندھک فروخت کرو ایک سال کے اختتام پر حضرت جنیدؒ نے کہا اس تجارت نے تمھین مشہور کر دیا ہے جاؤ اب درویشی اختیار کرو، اور صرف گداگری کرتے رہو، ایک سال تک حضرت شبلیؒ بغداد کی گلیون مین مارے مارے پھرتے رہے، راہگیرون سے بھیک مانگتے، لیکن انکی طرف

کوئی چھوٹو نہوتا، اسکے بعد وہ اپنے مرشد حضرت جنید کے پاس آئے، وہ بول اوٹھے، اب دیکھو اہل دنیا کی نظر مین تمھاری کیا وقعت کیا ہے، تم ابنا دماغ انکی طرف متوجہ نہ کرو، اور نہ انکی باتونکا کچھ خیال رکھو، تم چیمبرلین تھے، اور ایک عامل (گورنر) کی حیثیت سے صوبہ پر حکمرانی کی اس ملک مین جاؤ اور جن جن لوگون کے ساتھ تمنے خطا کی ہے، ان سے معافی چاہو، حضرت شبلیؒ نے چار برس تک دروازہ دروازہ جاکر سب سے معافی مانگی، صرف انھین ایک آدمی کا پتہ نہ معلوم نہ ہوسکا، مراجعت کی، تو حضرت جنید نے کہا، ابھی تک تمھارے دل مین شہرت و عزت، کا خیال ہے، جاؤ، ایک سال تک بھیک مانگو، حضرت شبلیؒ تمام دن بھیک مانگتے، اور اسے اپنے مرشد کے پاس لاتے، وہ اسے فقرا اور مساکین مین تقسیم کردیتے، اور شبلی کو دوسری صبح تک بھوکا رکھتے، جب اسطرح ایک سال گزر گیا، تو حضرت جنید بغدادی نے انہین اپنا مرید بنایا اور یہ شرط کی کہ ایک خادم کی طرح انہین مخلوق کی خدمت انجام دینی ہوگی، ایک سال کی خدمت کے بعد حضرت جنیدؒ نے ان سے پوچھا، "اب تم، خود کو کیا خیال کرتے ہو؟" شبلی نے جواب دیا "مین اب خدا کی تمام مخلوقات مین اپنے کو سب سے ذلیل سمجھتا ہون، مرشد نے کہا "اب تمھارا ایمان راسخ ہوگیا"

طریقت کے عملیات لازمہ صاحب کتاب اللمع لکھتے ہین کہ طریقت مین سات "مقامات" ہین، توبہ، پرہیز، انقطاع، افلاس، صبر، توکل، قناعت یہ تو تصوف کے زاہدانہ اور اخلاقی تعلیم کے متعلق ہین، "احوال" اسی طرح کا ایک نفسیاتی سلسلہ ہے، جس مین مراقبہ، قرب (الہی) عشق، خوف، امید، خواہش، رفاقت، اطمینان، تصور، اور یقین داخل ہین "مقامات" اور "احوال" مین یہ فرق ہے، کہ سابق الذکر کا حصول سعی انسانی پر موقوف ہے، اور آخر الذکر روحانی احساسات اور اخلاق ہین جن پر انسان متصرف نہین ہوسکتا انکا ورود قلب پر خدا کی طرف سے ہوتا ہے، جب انکا نزول ہوتا ہے، تو انسان انہین مسترد نہین کرسکتا، اور جب وہ جاتے ہین تو انسان انہین روک نہین سکتا، طریقت صوفیہ اسوقت ختم نہین ہوسکتی، جب تک ایک رہرو طریق ان تمام مقامات کو طے نہ کرلے، اور جب تک ہر مقام مین کامل نہو جاتے، خدا بھی اسے اس دور مین لذت "احوال" سے علی قدر مراتب مستفیض کرتا ہے، ان تمام مراحل کے طے کرلینے کے بعد صوفی، حیات شاعرہ کی اس سطح عالی پر پہونچ جاتا ہے، جسے معرفت و حقیقت سے تعبیر کرتے ہین، جہان طالب ایک عارف کی شکل مین منتقل ہوتا ہے، اور اسے محسوس ہوتا ہے، کہ عرفان، عارف اور معروف (معلوم) ایک ہی شے کی مختلف تعبیرات مجازی ہین، (باقی)

سید عبدالمالک آروی

تصویر زیب النسا بیگم

جو دربار عالمگیری کی ایک بے مثل مصورہ کے قلمکا رہے اور بعد تحقیق و تنقید بسیار اس کی صحت کی توثیق ہوچکی ہے یہ تصویر تین خوشنما رنگ سے طیار کی گئی ہے اور ۲۲ء کے نگار مین شایع ہوچکی ہے قیمت معہ محصول ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۸؍)

تصویر رقاصہ

بنگال کے مشہور نقاش و مصور فرمدار کی ایک بہترین تصویر جو حضرت نیاز کے مشہور مضمون رقاصہ کے گجراتی ترجمہ کے ساتھ کلکتہ کے مشہور گجراتی رسالہ نوجیتن مین شایع ہوئی تھی۔
قیمت (۴؍)۔

"مینجر نگار"

لکھنؤ کے عہد شباب کی ایک شاعرہ

نواب بیگم حجاب

جن حضرات نے تاریخ اودھ کا مطالعہ کیا ہے، وہ اس حقیقت سے بے خبر نہ ہونگے کہ نواب شجاع الدولہ سے لیکر جانعالم واجد علی شاہ تک زمانہ کیسا رنگین و عیش کوش گزرا ہے

یوں تو برہان الملک نواب سعادت علی خان ہی کے زمانہ سے صوبہ اودھ پر سلطنت دہلی کا کوئی خاص اقتدار قایم نہ رہا تھا، لیکن شجاع الدولہ نے تو کھلم کھلا اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور وہ تمام آزادیاں جو ایک مطلق العنان فرمانروا کی طرف سے ظاہر ہو سکتی ہین اوسکی طرف سے ظاہر ہونے لگین۔ اس مین شک نہین کہ شجاع الدولہ کا زمانہ بد امنی و برہمی کا زمانہ تھا اور کوئی صورت اطمینان و سکون کی ایسی ظاہر نہ ہوئی تھی کہ وہ پوری طرح داد عیش دیسکتا، لیکن اس اضطراب و بے چینی کے عالم مین بھی جب اس کو موقعہ ملا نہین چوکا اور اپنے بعد آنے والون کے لئے اس منزل کی راہ متعین کر گیا جس سے پورا لطف حاصل کرنا قدرت نے واجد علی شاہ کی قسمت مین لکھدیا تھا

بہر حال خدا معلوم سلطنت اودھ کی بنیاد کس ساعت مین ہوئی تھی کہ اس کا ایک فرمانروا بھی جذبۂ عشرت و نشاط سے معرا نظر نہین آتا اور جس وقت اسی سلسلہ مین ہم جانعالم واجد علی شاہ کے عہد پر پہونچتے ہین تو وہ تمام کہانیان جو راجہ اندر سے منسوب کیجاتی ہین ایک تاریخی حقیقت ہو کر رہجاتی ہین

یہ مسئلہ حقایق مسلمہ سے ہے کہ فرمانروا کے ذوق و مشاغل کا اثر رعایا پر بہت پڑتا ہے، اس لئے اگر واجد علی شاہ کے عہد مین سارا لکھنؤ ایک بلدۂ شعر و موسیقی، اک شہر حسن و محبت نظر آتا تھا تو جائے حیرت نہین کیونکہ خود جانعالم کی زندگی کا کوئی لمحہ اس نشۂ جان بخش سے خالی نہ گزرتا تھا۔ یہی سبب ہے کہ اس عہد کی شاعری بھی اس سے پوری طرح متاثر ہوئی اور اس کا معیار جلوۂ کوہ طور سے اتر کر نظارۂ لب بام تک آگیا۔ اور بجائے کیفیات حقیقت خروش کے جذبات معصیت کوش نظر آنے لگے

واجد علی شاہ نہ صرف اچھے مغنی اور بے مثل رقاص تھے بلکہ قادر الکلام شاعر بھی تھے اور اپنے جذبات و خیالات کو بغیر کسی اخفا کے نظم کرنے مین قدرت کاملہ رکھتے تھے، انھون نے اپنے واقعات شباب و سرخوشی کو نہ صرف پوری عریانی کے ساتھ نظم کیا بلکہ انکی اشاعت بھی جاہی جس کو جرأت اخلاق بھی کہہ سکتے ہین اور بے غیرتی و بے حیائی بھی۔ بہر حال اُس وقت واجد علی شاہ نے ایک ایسی عجیب و غریب فضا لکھنؤ مین پیدا کر دی تھی جسے روما کے صنامی دور سے تشبیہ دی جاسکتی ہے اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جو اس احساس سے خالی رہا ہو

کہ دور شاہ شجاع ست مے دلیر بنوش

گھر گھر مجالس لطف و نشاط کا قیام، گوشہ گوشہ مین رندان بادہ کوش کا اژدہام، ہر ہر بام سے حُسن دلنواز کی جلوہ فروشی

اور ہر ہر گلی مین عشق کی تپش اندوزی ہر شام کو شب عیش کے اسباب کی فراہمی مین وہ افراط گویا صبح تک زندہ رہنا نہین اور ہر صبح آیندہ شام کے لئے وہ اہتمام کہ شاید کبھی مرنا نہین۔ گدا سے لیکر شاہ تک کی آنکھ مین سرسون پھولی ہوئی تھی اور جدہر دیکھئے قاقم و سنجاب کے پردون کے اوٹ مین ایرانی قالینون پر، حریری چادرون کے اندر حسن و شباب اس طرح مدہوش پڑے تھے، جیسے اس رات کی کبھی صبح ہونا ہی نہین ہے ظاہر ہے کہ جب سارا شہر اس رنگ مین رچا ہو تو ...... خود جانعالم نے حسن و شباب سے انتقام لینے کے لئے کیا کچھ نہ کیا ہوگا۔ اور اس کے ماحول مین جتنی بھی رنگینی رہی ہو کم ہے

جانعالم کے حریم خاص مین جن نازنینان پری پیکر کا ہر وقت جمگھٹ رہتا تھا اُن مین سے ہر ایک بادشاہ کے ذوق کو پورا کرنے والی تھی اور یہی سبب ہے کہ ان مین مغنیہ اور شاعرہ اکثر تھین

بادشاہ کے محلون کے علاوہ شاہی خاندان کی خواتین اور امرازادیان بھی اس ذوق سے خالی نہ تھین اور انھین مین سے ایک شاہ غازی الدین حیدر کے وزیر نواب معتمد الدولہ بہادر کی پوتی اور داروغہ اعظم علیخان کی بیٹی تھی جس کا نام نواب بیگم عرفیت چھوٹی بیگم اور تخلص حجاب تھا

بعض تذکرہ نویسون نے جن مین سے ایک ہمارے عزیز دوست مولوی عبد الباری آسی بھی ہین لکھا ہے کہ یہ واجد علی شاہ کی بیوی تھی اور مٹیا برج ان کے ساتھ گئی تھی، حالانکہ یہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔ نواب بیگم کا نہ واجد علی شاہ کے نکاح مین آنا تاریخ سے ثابت ہے اور نہ حرم مین داخل ہونا ظاہر ہوتا ہے - تذکرہ بے چمن انداز مین واجد علی شاہ کی ایک بیوی کا ذکر جس کا تخلص عالم تھا۔ حجاب کے تحت مین کر دیا ہے اور اس کے بعد ہی نواب بیگم حجاب کا ذکر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب آسی نے دونون حجاب کے واقعات و حالات کو ایک کر دیا اور اس طرح یہ غلطی رونما ہوئی۔

نواب بیگم حجاب کا دیوان جس مین ۱۰۵ غزلین معہ تین تضمینون اور دو چار قطعات و رباعیات کے پائی جاتی ہین ۱۲۹۰ھ مین مطبع حسینی اثنا عشری لکھنؤ مین "حسب ارشاد نواب مرزا علی امجد خان قیصر معروف بہ قیصر مرزا نبیرۂ نواب احمد علی خان خزانہ دار نواب آصف الدولہ طبع ہوا اور اس کا تاریخی نام تحریر عاشق رکھا گیا جس سے ۱۲۸۹ھ کے عدد نکلتے ہین۔ یعنی ۱۲۸۹ھ مین یہ دیوان مرتب ہوا اور ۱۲۹۰ھ مین چھپ کر طیار ہوا۔ چونکہ حجاب کی ولادت ۱۲۵۹ھ مین ہوئی تھی جیسا کہ اس کے تاریخ تولد اور سجع کے حسب ذیل شعر سے ظاہر ہوتا ہے

وقت نزول آیۂ تطہیر کھُل گیا
زہرا کو رب نے آج کیا اشرف النساء
۱۲۸۹ھ

اس لئے طبع دیوان کے وقت حجاب کی عمر ۳۰ سال کی ہوگی

حجاب کے دیوان مین ایک مخمس، واجد علی شاہ کی بیوی عالم کی غزل پر بھی پایا جاتا ہے اور شروع مین عالم کے بعد اعلی اللہ سلطنتہا کے الفاظ بھی درج ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب بیگم حجاب واجد علی شاہ کی بیوی نہ تھی ورنہ وہ اپنی سوکن کی غزل پر تضمین نہ لکھتی اور لکھتی بھی تو مساوی درجہ رکھنے کی حیثیت سے اعلی اللہ سلطنتہا کے الفاظ کا اضافہ نہ کرتی

حجاب کا یہ دیوان اب کمیاب ہے اور بالکل اتفاق سے ہات آگیا ہے اس لئے مناسب سمجھتا ہون کہ اسکا مختصر سا انتخاب

یہان دیدیا جائے۔

حجاب کا رنگ شاعری وہی ہے جو اُس زمانہ مین ہر جگہ نظر آتا تھا، لیکن بعض بعض اشعار خوب ہین۔ حجاب خود شاعر تھی اس کے ثبوت مین صرف ایک غزل پیش کرنا کافی ہے جو شروع سے اخیر تک نسائی لب ولہجہ اور نسائی جذبات سے معمور ہے۔ وہ غزل یہ ہے

خفا ابھی سے نہ ہو مدعا سنو تو سہی — قبول کرنا نہ کرنا بھلا سنو تو سہی
رقیبون کی تو شب روز سنتے ہو باتین — ہماری بھی کبھی اے مہ لقا سنو تو سہی
نہین یہ خوب کہ سنتے نہین کسی کی تم — یہ دیکھو تو کہ مین کہتا ہون کیا سنو تو سہی
خطا تو میری بتاؤ جو روٹھے جاتے ہو — بگڑتے کس لئے ہو کیا ہوا سنو تو سہی
جواب دو کہ نہ دو اے بتو نہین پروا — کہون جو کچھ وہ برائے خدا سنو تو سہی
نہ رحم آئے جو تم کو تو میری قسمت ہے — تم اپنے دل سے میری التجا سنو تو سہی
معاف کرنے کو کہتا نہین مین صاحب سے — یہ چاہتا ہون کہ عذر خطا سنو تو سہی

حجاب کو تو زمانہ مین جانتے ہین سب
مگر جو کہتے ہین تمکو ذرا سنو تو سہی

بعض بعض شعر لکھنوی رنگ سے ہٹکر کہے گئے ہین اور خوب ہین مثلاً

آگے سے بھی ہو زیادہ بیقراری اندنون — شکل پہچانی نہین جاتی ہماری اندنون

جو اس نے کہا گو وہی کرتے گئے ہمتو — اس پر بھی نگاہون سے اترتے گئے ہمتو
وہ خُلق سے پیش آئے یہ تھی ان کی عنایت — گردن کو جھکائے ہوئے ڈرتے گئے ہمتو

خود کبھی پوچھین وہ احوال یہ عادت ہی نہین — ہم جو کچھ آپ سے کہتے ہین گلا ہوتا ہے

خط دلدار کے آنے سے کبوتر دل مرا ٹھیرے — خدا جانے کہ پھر وقت ملاقات اس سے کیا ٹھیرے
رہے بتخانہ مین برسون نہ کعبہ مین ذرا ٹھیرے — غرض تھی دل کے بہلانے سے جس جا دل لگا ٹھیرے

کہین گے اس کو نہ اچھا برا حجاب کبھی — بیان کرینگے کسی سے نہ اپنے یار کا حال

بعض اشعار اور قابلِ داد ہین مثلاً

مین نے تو کوئی بات نہین ایسی کہی تھی
غیرون سے بھرا تھا کہ جو وہ بندہ پہ برسا

تم سے بتلائین کیا کہ فرقت مین
صدمے دلپر گزرتے ہین کیا کیا

بُت کو خوفِ خدا حجاب نہین
ہم صنم سے بھی ڈرتے ہین کیا کیا

اے حجاب آج تو سوتا ہے وہ غافل کیسا
بخت جاگے ہین ذرا یار کو دیکھا ہوتا

دامن محبوب تک پہونچا نہ جب دست جنون
بڑھ گیا ناچار اپنے ہی گریبان کی طرف

مہینون ہوگئے صاحب کہانتک آزماؤ گے
گلے لگ جاؤ کیا ہر روز کا جھگڑا نکالا ہے

گل بھوے ہین اس شوخ نے مہندی جو ملی ہے
جو پور ہے اونگلی مین وہ لالہ کی کلی ہے

اس زمین کا یہ شعر خصوصیت کے ساتھ قابل تحسین ہے:-

کچھ خوف خدا کیجئے اس طرح نہ چلئے
سو بار تو اس چال پہ تلوار چلی ہے

تذکرون مین اس کا صرف ایک یہ شعر نظر آتا ہے:-

بنکے تصویر حجاب اس کو سراپا دیکھو
منہ سے بولو نہ کچھ آنکھون سے تماشہ دیکھو

نیاز

شہاب کی سرگزشت

جناب نیاز فتحپوری کا وہ معرکۃ الآرا افسانہ جو سیرۃ نگاری، نفسیاتی تحلیل، بلندی خیال، زورِ تحریر، ندرت بیان، نزاکت تخییل اور قوتِ انشاء کے لحاظ سے اردو مین ایک بالکل نئی اور نادر چیز ہے۔ اول بار اسکا مطالعہ انسان کو کچھ سوچنے پر مجبور کرتا ہے، دوسری بار اسکا مطالعہ حقیقت سے قریب کر دیتا ہے اور تیسری مرتبہ کے مطالعہ کے بعد انسان اسکے لذات مین بالکل غرق ہو جاتا ہے۔ اگر پسند نہ ہو تو مطالعہ کے بعد واپس کر دیجئے اور اپنی قیمت لے لیجئے معہ محصول ڈاک (عہ) مین ملیگا۔

"مینیجر نگار" لکھنؤ

حکومت برطانیہ کی وسعت کاراز

اور

قبضہ ہندوستان کی دلچسپ داستان

(بہ سلسلہ ماسبق)

ہم ہندوستان پر کس طرح حکومت کرتے ہین

مین نے اس تعلق کی نوعیت پر جو ہندوستان کو انگلینڈ کے ساتھ حاصل ہے غور کیا ہے اور یہ ظاہر کرچکا ہون کہ کیونکر بغیر معجزہ کے ایسا تعلق پیدا ہونا ممکن تھا۔ اب ہم ایک قدم اور آگے بڑھتے ہین اور اس مسئلہ پر غور کرتے ہین کہ آیا یہ تعلق اُسی طرح قائم رہیگا یا یہ کہ ہندوستان مین انگریزون کی حکومت کو ہم ایک سیاسی شعبدہ سمجھین جو اپنے زمانۂ قیام تک تو ہمارے لئے موجب حیرت ضرور ہے لیکن اسکا قیام پائدار نہین۔ سب سے بڑی دشواری ہندوستانی معاملات کے مطالعہ مین ایک طالب علم کو یہ پیش آتی ہے کہ وہ اس قدر عجیب اتنے بعید اور ایسے وسیع واقعات کے چکاچوند کردینے والے اثر سے متاثر ہوکر یہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہندوستان مین معمولی اسباب کی بنا پر واقعات کا رونما ہونا ممکن ہی نہین ہے، بلکہ اس خطہ مین جو کچھ ہے سراسر معجزہ ہے۔ تاریخ نویسی کا ادیبانہ انداز تحریر اس فریب کو اور مزید تقویت پہونچاتا ہے کیونکہ سلطنت ہند کے حیرت انگیز اور عجیب خط وخال کی نمائش کا شوق مورخین کو بہت زیادہ ہوتا ہے جس سے نتائج تک پہونچنا اور زیادہ دشوار ہوجاتا ہے۔

چنانچہ اسی مغالطہ کی بنا پر ہم خیال کرنے لگے ہین کہ ہندوستان پر ہمارا تسلط عام قواعد سے مستثنیٰ بالکل ایک سیاسی معجزہ ہے جس کا فخر انگریزی قوم کی دلیرانہ خصوصیات اور اسکی فطری قابلیت حکمرانی کو حاصل ہوتا ہے۔ جب تک ہمارا خیال یہ رہیگا ہم اُسکے قیام کی مدت کے متعلق کوئی رائے قائم کرنے سے قاصر رہین گے۔ جو چیز ابتدا مین معجزہ تھی یقیناً آخر تک معجزہ رہیگی۔ اگر عام اصول اس معاملہ مین معطل تھے تو کون کہہ سکتا ہے یہ تعطل کب تک باقی رہیگا۔ مین نے سلطنت کے آغاز پر متانت کیساتھ غور کرنیکی کوشش کی ہے۔ مین نے فتح ہندوستان کے مسئلہ پر بہت غور کیا ہے، اور اس مین شک نہین کہ فتح اس معنی مین ضرور حیرت انگیز تھی کہ ہمارا تجربہ ایسی کوئی بڑی نظیر پیش نہین کرتا۔ کیونکہ ایشیائی سوسائٹی کا انقلاب قدرتاً یورپ سے مختلف ہوتا ہے۔ لیکن اس معنی مین ہرگز حیرت انگیز نہین ہے کہ اُسکے اسباب ناقابل فہم ہین یا انکا پتہ لگانا مشکل ہے۔ اب مین دریافت کرونگا کہ ہندوستان مین ہماری سلطنت آیا اس معنی مین حیرت انگیز ہے یا نہین

اگر ہم یہ تصور کرلین کہ ہندوستان محض ایک مفتوح ملک ہے اور انگریز اُسکے فاتح ہین تو بظاہر یہ خیال صحیح معلوم ہوگا۔ مگر کون نہین جانتا کہ ایک مفتوح قوم کے جذبۂ بے اطمینانی کو دبانا کس قدر دشوار ہوتا ہے۔ اگرچہ فاتح قوم کی فوج بلحاظ تعداد وعمدگی مفتوح قوم سے بہتر ہی کیون نہ ہو لیکن نتیجہ کے لحاظ سے بارہا اس کو ناکامی ہوئی ہے اہل اسپین بڑے بہادر سپاہی تھے اور حکومت اسپین اُس وقت کی ساری

عیسائی سلطنتون سے زبردست تھی تاہم ([illegible]) مین ناکامی رہی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جب قومیت کا جذبہ یا غیر مذہب ہونے کا احساس کسی قوم کے تمام افراد مین ساری ہو جاتا ہے اور صرف لڑنے والے افراد تک محدود نہین رہتا تو شجاعت اور عسکریت دونون سے کہین زیادہ کارآمد ثابت ہوتا ہے، آئیے اب ہم ہندوستان کی حالت کا اٹلی سے مقابلہ کرین جس جگہ یورپ کے نقشہ مین اٹلی واقع ہے، اُسی جگہ ایشیا کے نقشہ مین ہندوستان پایا جاتا ہے یہ بھی ہندوستان ہی کی طرح براعظم کے جنوب مین ایک جزیرہ نما ہے جس کے اوپر سر بفلک پہاڑون کا سلسلہ ہے اور نیچے مغرب سے مشرق کی جانب ایک بحر ذخار موجین لیتا ہے۔ حالات کے لحاظ سے یہ اور بھی ہندوستان سے مشابہ ہے کیونکہ یہ بھی صدیون تک غیر ملکی حملہ آورون کا شکار بنا رہا۔ ابھی زیادہ زمانہ نہین گزرا کہ اٹلی اسٹریا کے زیر حکومت تھا۔ اس کے باشندے اور فوجین اسٹریا سے بہت ہی کم جنگجو اور تربیت یافتہ تھین۔ حالانکہ آسٹریا بالکل ملحق ہے۔ اگرچہ اٹلی کا پلہ لڑائی مین ہمیشہ ہلکا رہتا تھا پھر بھی آج وہ آزاد ہے۔ اٹلی لڑائیون مین عموماً شکست ہی کھایا کرتا تھا لیکن قومیت کا جذبہ ملک کے اندر اتنا زبردست تھا اور اسکی وجہ سے غیرون کی اتنی قوی ہمدردی اُسکے ساتھ تھی کہ آخر الامر وہ کامیاب رہا اور اجنبیون نے اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ ہر نقطہ نظر سے ہندوستان کا محل وقوع اُسکے لئے اٹلی سے زیادہ مفید ہے۔ اسکی آبادی انگلینڈ سے تقریباً ۸ گنا زیادہ ہے، وہ کرۂ زمین کے دوسرے سرے پر واقع ہے۔ علاوہ ازین انگلینڈ کوئی فوجی سلطنت ہونیکی مدعی نہین ہے، باوجود اس کے ہندوستان اُسکی غلامی کا جوا اپنے کندھے پر رکھے ہوے ہے۔ ہم وہان پر بغاوت کی کوئی خبر نہین سنتے۔ سلطنت ہند کے انتظام مین ہمکو دقتین پیش آتی ہین لیکن خاصکر مالی یا اقتصادی وقت جو اسٹریا کو اٹلی مین پیش آئی ہمارے سامنے نہین ہے یعنی ہمکو ایک مفتوح قوم کے جذبہ مخالف کو دبانا نہین ہے۔ واقعی کیا یہ ایک معجزہ نہین ہے؟ کیا اس معاملہ مین عام اصول بالکل بے اثر نہین معلوم ہوتے۔ یا اس سے ہم یہ سمجھین کہ یا تو ہندوستانیون کی اطاعت شعاری کی انتہا نہین ہے یا پھر انگریزون کی قابلیت حکمرانی کی۔

اصل سوال یہ ہے کہ ہندوستانی مین قومیت ہے یا نہین اور یہ کہ اس قومیت کو انگلینڈ نے مفتوح کرلیا ہے یا نہین۔

سوال کے جزو اول کا جواب اثبات مین دینا سخت غلطی ہے، ہم یورپ کے باشندے دیکھتے ہین کہ یورپ کا نقشہ مختلف ملکون مین تقسیم ہے۔ ہر ملک کی ایک خاص قومیت اور ایک خاص زبان ہے۔ چونکہ ہم ان باتون کے خوگر ہین اسوجہ سے ایسی زبردست غلط فہمی مین مبتلا ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ ہر ملک خواہ وہ یورپ کے اندر ہو یا باہر اگر اسکا کوئی نام ہے تو ضرور اپنی قومیت رکھتا ہوگا۔ لیکن اسی کے ساتھ ہم قومیت کا صحیح مفہوم سمجھنے اور اسکی تعریف بیان کرنیکی زحمت نہین گوارا کرتے۔ جس طرح ہم یہ کہکر اپنی تشفی کر لیتے ہین کہ اہل انگلینڈ فرانسیسیون کی محکومی سے اور اہل فرانس جرمنون کی محکومی سے کبھی خوش نہین ہو سکتے اُسی طرح ہمارا یہ خیال ہے کہ ہندوستانی انگریزون کی محکومی کو سخت ذلت محسوس کرتے ہونگے لیکن یہ داستان نہین ہے بلکہ بدیہی امر ہے کہ ہر آبادی کی ایک قومیت نہین ہوتی، انگریز اور فرانسیسی محض ایک آبادی سے عبارت نہین ہین بلکہ خاص طریقہ اور خاص قوتون سے متحد ہین۔ اس لئے دیکھنا چاہئے کہ وہی قوت ہندوستانی آبادی مین بھی کار فرما ہے یا نہین پہلی قوت متحد النسل ہونا ہے جب نسلی اتحاد وسیع پیمانہ پر ہوتا ہے تو لسانی اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ انگریزون سے مراد وہ قوم ہے جو انگریزی زبان بولتی ہے اور فرانسیسیون سے وہ جو فرانسیسی زبان بولتی ہے۔ کیا ہندوستان کے باشندے بھی ایک زبان بولتے ہین؟ اسکا جواب نفی مین ہے۔

جس طرح یورپ کے تمام باشندے ایک زبان نہیں بولتے اسی طرح ہندوستان کے باشندے بھی ایک زبان نہیں بولتے۔ علمائے علم السنہ نے سنسکرت اور دیگر زبانون کے ساتھ اُسکے قریبی تعلق کے بارہ مین بہت زور تحریر دکھلایا ہے لیکن مین یہ کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ لسانی اتحاد کیلئے جو شرط سب سے مقدم ہے وہ زبانون کا قابل فہم ہونا ہے نہ کہ انکا باہمی پوشیدہ تعلق۔ چنانچہ اہل اٹلی اسٹریا والون کو اجنبی ہی سمجھتے تھے کیونکہ وہ جرمن زبان نہین سمجھ سکتے تھے انکو اس سے کوئی بحث نہین تھی کہ جرمن اور اطالوی زبانین انڈو یورپین زبانین ہین جس طرح یورپ کی مختلف زبانون مین قریبی تعلق ہے اُسی طرح ہندوستان کی متعدد زبانون مین بھی ہے۔ ہندی زبانون کو یورپ کی رومن (Romance) زبانون سے تشبیہ دیجا سکتی ہے کیونکہ یہ زبانین ایک ہی اصل سے نکلی ہین۔ لیکن بنگالی مرہٹی اور گجراتی زبانون کا قریبی تعلق اُنکے بولنے والون کو ایک قوم نہین بنا سکتا۔ "ہندوستانی" زبان مسلمانون کی فتح کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ مسلمان حملہ آورون کی فارسی زبان ہندوستانیون کی ہندی زبان سے گڈمڈ ہوکر ایک نئی زبان ہندوستانی پیدا ہوگئی۔ لیکن جنوب مین ہم ایسا لسانی اختلاف پاتے ہین جسکی مثال یورپ مین بھی نہین ملتی۔ کیونکہ وہان کی بڑی بڑی زبانین تامل تیلگو کناری انڈو۔ یورپین (Indo-European) زبانین نہین ہین۔ اور اُنکے بولنے والون کی تعداد یورپ کی اُن اقوام سے بہت زیادہ ہے جو انڈو یورپین زبانین نہین بولتی ہین

صرف یہی اس بات کی کافی وجہ ہے کہ ہندوستان کو فرانس یا انگلینڈ کی طرح نہین شمار کرنا چاہے کیونکہ یہ دو قومیتون کے نام ہین ہندوستان کی مثال یورپ سے دیجا سکتی ہے جسکے اندر بہت سی قومین آباد ہین اگرچہ کسی طبعی تقسیم سے ان قومیتون کا ایک مشترک نام پڑ گیا ہے۔ یورپ کی طرح یہ بھی ایک جغرافی اصطلاح ہے لیکن کبھی اس مفہوم مین اسکا استعمال نہین ہوا ہے۔ یورپ کا لفظ اس معنی مین ہیروڈوٹس (Herodotus) کے زمانہ سے مستعمل ہوتا آرہا ہے لیکن ہندوستان سے جو مفہوم ہم اس وقت سمجھتے ہین بہت قدیم نہین ہے چونکہ سارا ملک کوہ ہمالیہ اور کوہ سلیمان کے سلسلون سے بقیہ ایشیا سے علیحدہ ہے اسلئے قدرتی طور پر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ایک نام ہو۔ لیکن ہمیشہ سے یہی خیال نہین رہا ہے۔ چنانچہ یونانیون کا اس ملک کے متعلق بہت مبہم خیال تھا، وہ عرصہ تک یہی سمجھتے تھے کہ انڈیا سے صرف انڈس (Indus) کا صوبہ مراد ہے کیونکہ وہ اسی سے مشتق ہے۔ جب وہ کہتے ہین کہ سکندر نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس سے انکی مراد صوبہ پنجاب سے ہوتی ہے۔ کچھ زمانہ کے بعد اُنکو گنگا کے دوآبہ کے حالات معلوم ہوئے لیکن دکن کے متعلق انکو کچھ علم نہ تھا۔ خود ہندوستانیون کو سارے ملک کے لئے ایک نام استعمال کرنا اتنا قدرتی نہین معلوم ہوتا جتنا ہمکو کیونکہ اسکے شمالی اور جنوبی حصون مین بہت نمایان فرق ہے۔ آرین قوم جو سنسکرت بولتی تھی اور جسنے برہمنیت کی بنیاد ڈالی خاص کر پنجاب مین وہ گنگا کی وادی مین آباد ہوئی ابتدائً زیادہ جنوب کی سمت نہین پھیلی۔ اسلئے لفظ ہندوستان صحیح طور سے اسی شمالی خطہ کا نام ہے۔ جنوب مین یعنی جزیرہ نمائے ہند مین دوسری قومین آباد ہین جنکی زبان غیر آرین ہے (اگرچہ اب برہمنیت وہان بھی پھیل گئی ہے) سلطنت مغلیہ اپنے عروج کے زمانہ مین بھی اس خطہ مین زیادہ دور تک نہین پھیل سکی تھی

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان کوئی سیاسی نام نہین بلکہ یورپ یا افریقہ کی طرح ایک جغرافی اصطلاح ہے اُسے کسی خاص قوم اور زبان کا ملک نہین سمجھا جاتا بلکہ بہت سی قومون اور زبانون کا۔ یہ ہے اساسی فرق ہندوستان اور دوسرے ممالک مین

قومیت ایک سے زیادہ عناصر سے مرکب ہوتی ہے جس کا ایک عنصر ہم خون ہونے کا احساس ہے اور دوسرا عنصر اشتراک مفاد کا احساس اور ایک سیاسی جمعیت قائم کرنیکی صلاحیت ہے۔ یہ عنصر اگرچہ ہندوستان مین کلیتہً مفقود نہین تھا لیکن کمزور ضرور تھا۔ ملک کے طول و عرض کو دیکھکر اس عنصر کا موجود ہونا ناممکن معلوم ہوتا ہے لیکن وہ حد فاصل جو ہندوستان کو باقی دنیا سے علیحدہ کرتی ہے اتنی مضبوط ہے کہ باوجود داخلی تقسیم کے اُسکے ایک کُل ہونے کا مفہوم بہت قدیم سے چلا آرہا ہے۔ محمود غزنی سے پہلے کی جو تاریخ ہے اسمین اکثر لکھا ہے کہ فلان بادشاہ سارے ہندوستان کا مالک تھا، فلان بادشاہ کے قبضہ مین کل ہندوستان تھا، اس کے اسلامی حکومت کے دور اول مین اور سلطنت مغلیہ کے عہد مین سارے ہندوستان کا قبضہ تسلیم کیا جاتا تھا، حالانکہ سلطنت مغلیہ کی وسعت کے متعلق بھی یہ خیال مبالغہ سے تہین چہ جائیکہ اس کے پیشتر۔ غور کرو کہ سلطنت مغلیہ کی مدت کتنی مختصر تھی، اسکی ابتدا ۱۵۲۶ء سے قبل نہین کہی جاسکتی، یہ وہ سنہ ہے جب بابر نے لاہور پر قبضہ کیا۔ بالفاظ دیگر سلطنت مغلیہ کی ابتدا ہنری ہشتم کے عہد حکومت سے ہوی۔ واسکوڈی گاما نے جب ہندوستان مین قدم رکھا سلطنت مغلیہ کا وجود بھی نہین تھا۔ اور اُسکے اندر نمایان اور سریع انحطاط ۱۷۰۷ء یعنی ملکہ آینی کے عہد سے شروع ہوگیا تھا۔ ان دونون تاریخون مین دو صدی سے بھی کم کا زمانہ ہوتا ہے پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ ہندوستان مین بابر کے داخل ہوتے ہی سلطنت مغلیہ نہین شروع ہوگئی۔ بلکہ اسوقت جب مغلون کے حدود سلطنت مین ترقی ہوئی ۱۵۵۹ء مین جب اکبر تخت نشین ہوا یعنی ملکہ الزبتھ کی تخت نشینی کے دوسرے سال سلطنت مغلیہ کے اندر صرف پنجاب، دہلی اور آگرہ کے صوبے تھے۔ اکبر ۱۵۷۶ء سے قبل بنگال نہین فتح کرسکا سندہ اور گجرات کے صوبے ۱۵۹۱ء اور ۱۵۹۲ء کے درمیان فتح ہوے، اسوقت البتہ اکبر کی سلطنت وسیع پیمانہ پر تھی اگر ہم بجاے ۱۵۲۶ء کے ۱۵۹۶ء کو سلطنت مغلیہ کے آغاز کی تاریخ قرار دین تو اسکی مدت ایک صدی سے کچھ ہی زیادہ ہوتی ہے۔

اب پھر یہ امر قابل غور ہے کہ اس عروج کے زمانہ مین بھی سلطنت مغلیہ کے اندر ہندوستان کے تمام علاقے نہین شامل تھے، اگر ہم اسکے برعکس خیال کرتے ہین تو ہندوستان اور انڈیا (............) کے دو الگ الگ مفہوم خلط ملط ہوجاتے ہین ۱۵۹۵ء مین اکبر کی سلطنت دریاے نربدا تک پہونچی تھی یعنی اس نے ابھی دکن مین قدم نہین رکھا تھا۔ اسلئے وہ ہندوستان کا شہنشاہ تھا انڈیا کا نہین اکبر نے اپنی حکومت کے آخری سالون مین دکن پر حملہ کیا، اس زمانہ سے نصف جنوبی ہند مین مغلون کی جالبازیان شروع ہوئین۔ لیکن اورنگ زیب کی مہم دکن سے قبل (۱۶۵۳ء) یہ کہنا کہ دکن فتح ہوچکا تھا کسی طرح درست نہین ہے۔ اس وقت سے البتہ ہم کہہ سکتے ہین کہ دکن سلطنت مغلیہ مین داخل تھا یعنی کل ہندوستان صحیح معنون مین ایک حکومت کے ماتحت تھا، ہرچند دکن کی فتح محض براے نام تھی کیونکہ مرہٹے برابر زور پکڑتے جارہے تھے۔ فتح دکن کے بعد سلطنت کی حیات صرف چند ساعت کی تھی مغلون نے اس توسیع کے بدلے اپنی ساری سلطنت کی تباہی مول لی صرف ۴۰ سال کے اندر اسکا زوال نمایان ہونے لگا اور جیسا کہ میرا خیال ہے یہ تباہی سی اولوالعزمانہ مہم کا نتیجہ تھی سلطنت مغلیہ کو ہمیشہ ایک استوار بنیاد اور قومی مرکز کی ضرورت تھی، اُسکے قوی کے اضمحلال کی وجہ اسکی توسیع کی احمقانہ کوشش تھی

مختصر یہ کہ انڈیا سواے انگریزون کے کسی کے زمانہ مین ایک حکومت کے ماتحت نہین تھا۔ اور انگریزون نے بھی یہ کام لارڈ ڈلہوزی کی گورنر جنرلی سے قبل تک جسکو ۷۰ سال ہوے، مکمل نہین کیا تھا۔ اسلئے کہ لارڈ موصوف ہی کے عہد مین پنجاب، اودھ اور ناگپور کے صوبے برٹش گورنمنٹ سے ملحق ہوے

قومیت کا دوسرا امتیاز عنصر اتحاد مذہب ہے۔ یہ عنصر یقیناً ہندوستان مین کلیۃً مفقود نہین ہے برہمنیت (ہندو مذہب) سارے ہندوستان مین پھیلی ہوی ہے لیکن یہان صرف یہی ایک مذہب نہین ہے۔ ہندوستان مین ۵ کروڑ سے کم مسلمان نہین ہین، یہ تعداد حکومت ترکی کے مسلمانون سے بھی زیادہ ہے۔ کچھ سکھ مذہب کے لوگ ہین یہ مذہب ہندویت اور اسلام کی آمیزش سے پیدا ہوا ہے اِتھوڑے سے عیسائی بھی آباد ہین۔ سیلون اور نیپال مین بودھ مت کے لوگ ہین لیکن برہمنیت غالب آبادی کا مذہب ہے۔ اسکی بنیاد نہایت مضبوط ہے کیونکہ متعدد بار اسکو خطرناک حملون کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ دنیا کے تبلیغی مذاہب مین بودھ مذہب کا بڑا درجہ ہے۔ یہ ہندوستان ہی مین پیدا ہوا لیکن دور دور تک پھیلا۔ ہمارے پاس اسکا ثبوت موجود ہے کہ چوتھی صدی قبل مسیح مین یہ مذہب ہندوستان مین بڑے عروج پر تھا اور یہ عروج ساتوین صدی عیسوی تک باقی رہا۔ لیکن برہمنیت نے اسکو مغلوب کر لیا اور آج یہ مذہب ایشیا کے باقی حصون مین بہ نسبت اس ملک کے کہین زیادہ سرسبز ہے جسنے اسکو پیدا کیا تھا۔ اسکے بعد برہمنیت کو ایک دوسرے طاقتور اور جابر مذہب سے مقابلہ کرنا پڑا جسکے آگے زردتشت نے سپر ڈالدی اور جسکے مقابل مشرق مین عیسائیت کو چند قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ مذہب اسلام تھا۔ اس موقع پر بھی برہمنیت اپنی جگہ قائم رہی اسلامی حکومت سارے ہندوستان مین پھیل گئی لیکن یہان کے باشندون کو مسلمان نہ بنا سکی

اب میرے خیال مین مذہب ہی سب سے قوی اور اہم عنصر قومیت کی تشکیل مین ہے۔ اور یہ عنصر ہندوستان مین موجود ہے جب کہا جاتا ہے کہ ہندوستان بمقابلہ فرانس یا انگلینڈ یورپ سے زیادہ مشابہ ہے تو ہمکو فراموش نہین کرنا چاہئے کہ یورپ بلحاظ عیسائی مذہب ہونے کے اپنے اندر ہمیشہ سے ایک قسم کا اتحاد رکھتا آیا ہے۔ جو خطرہ کے وقت فوراً اور واضح طور پر رونما ہو گیا۔ چنانچہ قرون وسطی مین جب یورپ کو ایک خونخوار اور لامذہب دشمن کا خطرہ لاحق رہتا تھا اس اتحاد کا اظہار ہو جایا کرتا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ برہمنیت مین ایسے جراثیم ہین جن سے جلد یا بدیر قومیت پیدا ہو سکتی ہے شاید ایسا ہو لیکن اس صورت مین تو اس قومیت کو بہت پہلے پیدا ہو جانا چاہئے تھا۔ کیونکہ اسلامی حملون کے اندر، جو پیہم صدیون تک جاری رہے، ان جراثیم کی نشو و نما کے لئے کافی مواد تھا۔ اسلام کے مقابلہ مین برہمنیت کیون اپنی جگہ قائم رہی کیون متحد نہین ہوی؟ اسلئے کہ اُسنے کبھی اِسکی اہلیت نہین دکھلائی اور نہ کبھی ایسا کیا۔ برہمنیت کو ہندوستان مین فروغ ہو چکا ہے۔ سیواجی سترھوین صدی کے وسط مین پیدا ہوا۔ وہ ایک سردار تھا، اُسنے بمبئی کے عقب مین دو ایک پہاڑی قلعون پر قبضہ کر کے مرہٹہ سلطنت قائم کر لی۔ یہ ایک خالص ہندو تحریک تھی اور جون جون اسکی قوت بڑھتی گئی اسمین برہمنون کا اثر و نفوذ ترقی کرتا گیا۔ سلطنت مغلیہ کے زوال سے اِس جمعیت کو بڑی قوت پہونچتی گئی یہان تک کہ اٹھارھوین صدی کے وسط مین اِسنے قریب قریب سارے ہندوستان کو ڈھک لیا اس سے اندازہ ہو سکتا تھا کہ اس جمعیت کے اندر وہ تخم موجود ہے جس سے ہندوستانی قومیت کا پودا اُگے گا اور برہمنیت ہندؤن کیلئے وہ کام کریگی جو دوسرے مذاہب نے اپنے پیرؤن کیلئے کی ہے۔ لیکن یہ کچھ نہوا اور اسنے حب الوطنی کا جذبہ تک نہ پیدا کیا اس کا سبب یہ ہے کہ بوجہ جامعیت کے کمزور ہونیکے برہمنیت دراصل مذہب نہین ہے بلکہ کئی مذاہب کے درمیان ایک ضعیف سی مفاہمت ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُسکے اندر اجتماعی اصول کمزور ہے۔ بہر کیف مرہٹون کی تحریک مین کوئی ایسی خصوصیت نہین تھی جسکی وجہ سے ہم اسے ایک ملی اور قومی تحریک کہہ سکین۔ یہ شروع سے آخر تک غارت گری اور لوٹ مار تھی

الغرض ہندوستان مین قومیت نہین ہے اگرچہ اسکے اندر ایسے جراثیم موجود ہین جنسے ہندوستانی قومیت پیدا ہوسکتی ہے۔یہی ہے وہ حقیقی سبب جسکے باعث ہندوستان مین ہماری سلطنت قائم ہے ورنہ انگریزی قوم کو کوئی ایسی اعلیٰ فوقیت حاصل نہین ہے۔اگر ہندوستان مین اٹلی کی طرح قومی تحریک پیدا ہوجاے تو انگریزی حکومت اسکا اتنا بھی مقابلہ نہ کرسکے جتنا آسٹریا نے اٹلی مین کیا تھا۔بلکہ فوراً اس کے سامنے فنا ہوجاے، کیونکہ انگلینڈ کے پاس، جو فوجی سلطنت بھی نہین ہے، کون ایسا سامان ہے جس سے ۲۰ کروڑ رعایا کی بغاوت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جس طرح ہمنے انکو پہلے فتح کیا تھا اُسی طرح پھر فتح کرلین گے۔لیکن مین بیان کرچکا ہون کہ تم نے انکو فتح نہین کیا ہے مین بتلا چکا ہون کہ جس فوج نے انکو مفتوح کیا اسکا ۴/۵ حصہ دیسی سپاہ پر مشتمل تھا۔چونکہ ہندوستان مین قومیت نہین تھی اسلئے ہمکو کرایہ پر سپاہی وہان دستیاب ہوگئے۔اب اگر قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہوجاے اور اگرچہ اُنکے اندر اجنبیون کو ملک سے نکال باہر کرنے کی پُرزور خواہش نہ بھی پیدا کیجاے تو بھی تمام رعایا کے دل مین یہ خیال پیدا ہونا اگزیر ہے کہ اپنے ملک پر حکومت کرنے مین غیرون کی امداد کرنا نہایت شرمناک ہے۔جون ہی یہ خیال پیدا ہوا ہماری حکومت کا خاتمہ ہے۔کیونکہ وہ فوج جو ہماری پشت پناہ ہے ۴/۵ دیسی سپاہ پر مشتمل ہے تم سوچو اگر حکومت آسٹریا اٹلی پر، اطالوی فوج کی مدد سے قابض ہوتی تو اہل اٹلی کیلئے اسکو اپنے ملک سے خارج کردینا کتنا آسان ہوتا۔اب فرض کرو کہ ہندوستان مین دیسی سپاہ کی بھرتی ناممکن ہوجائے، تو ایک ہی لمحہ مین ہندوستان پر قابض رہنے کی حقیقت کھل جائیگی۔ ہمارا قبضہ قطعی ناممکن ہوجائیگا۔ہندوستان مین ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اُسپر بغیر محنت کے قابض رہا جاسکتا ہے جس طرح انگریزی قوم نے بغیر خاص کوشش کے اسکو فتح کیا اُسی طرح وہ اسپر متصرف بھی رہیگی۔ہم اسکو برقرار رکھنے کے لئے کروڑون روپیہ اور بے شمار فوج نہین قربان کرسکتے اور نہ اسکے لئے تیار ہی ہین۔جس وقت ہندوستان حقیقی طور سے اپنے کو مفتوح سمجھنے لگے گا، جیسا کہ ہم ابھی تک لا پروائی سے سمجھ رہے ہین اُس وقت ہمکو معلوم ہوجائیگا کہ اسکا قبضہ مین رکھنا ممکن نہین ہے۔

الغرض نظر غور کے سامنے حیرت واعجاز کا وہ طلسمی سراب جو اس سلطنت کے گرد نظر آتا ہے فوراً غائب ہوجاتا ہے علی الخصوص اُس وقت جب ہم یہ محسوس کرتے ہین کہ باوجودیکہ ہم غیر ملکی حکمران ہین لیکن ایسے فاتح نہین ہین جسکا انحصار اعلیٰ طاقت پر ہو اور چونکہ ہم ہندوستان کے باشندون کی مرضی کے مطابق حکومت نہین کرتے اسلئے لازماً انکی مرضی کے خلاف حکومت کرینگے۔آزادی کی محبت کے لئے پہلی شرط سیاسی بیداری ہے جس ملک مین یہ نہین ہوگی وہان کے باشندون مین غیر ملکی حکومت کا احساس نہین ہوگا اور حکومت عرصہ تک بغیر جانفشانی وتدبر کے سرسبز رہیگی جو ملک اکثر مفتوح ومغلوب ہوتا رہا ہے اسکے اندر یہی مجہول احساس جڑ پکڑ لیتا ہے۔بسا اوقات مستبد سے مستبد حکومتین جن کے پاس بغاوت کے مقابلہ کا کوئی ذریعہ نہین تھا صدیون تک قائم رہی ہین۔محض اس وجہ سے کہ انھون نے رعایا کی عادات مین دخل نہین دیا، کیونکہ رعایا طبعاً اطاعت پسند تھی۔روس کی سولھوین صدی کی تاریخ پڑھو۔ایک بڑی آبادی نے زار کے مظالم اور تشدد کو کیون چپ چاپ برداشت کرلیا۔اسکا جواب بالکل سادہ ہے۔اہل روس دو صدی تک برابر تاتاریون کے پاؤن تلے روندے جاتے رہے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکی طبیعتین، اطاعت مجہول کی خوگر ہوگئین

اسی طرح ہندوستان کی پوری تاریخ مین کہین احساس آزادی کا پتہ نہین چلتا۔اہل اٹلی اپنی گزشتہ تاریخ مین جمہوریت روما کو

دیکھتے تھے۔ رنیزی (Rienzi) نے صرف لیوی (Livy) سنا سنا کر انھین بغاوت پر آمادہ کر دیا ہندوستانی لیڈر کے پاس کوی ایسی کتاب نہین جسے وہ اپنی قوم کو سُنائے۔ ہندوستان مین انگریزون کی آمد سے قبل سات سو برس تک صرف ظالم ہی نہین بلکہ غیر ملکی مستبد حکمران بادشاہت کر چکے تھے۔ البتہ ایسے ملک کے لئے تعجب انگیز بات یہ ہوگی کہ وہان اس امر کا احساس پیدا ہو جائے کہ حکومت کا قیام و انحصار رعایا پر ہے، اور حکومت پر نکتہ چینی کرتے، اُسکے استیصال کے ذرائع سوچنے یا اُسکی مخالفت مین تنظیم پیدا کرنیکی عادت پیدا ہو جاے

ہندوستان مین ہماری حکومت دو صورتون مین معجزہ کہی جاسکتی۔ اول تو اس صورت مین کہ ہندو اپنے ہی ہم ملکون کی حکومت کے عادی اور حکومت سے مقابلہ کرنیکے خیال سے آشنا ہوتے۔ لیکن ہندوؤن مین یہ بات نہین چنانچہ وہ غیر ملکیون کی اطاعت کرتے ہین۔
تاریخ مین ہوتا آیا ہے کہ وسیع آبادیون نے ایسی حکومتون کی اطاعت قبول کر لی جنکو وہ چاہتیں تو باسانی جڑ سے اُکھاڑ پھینکتین۔ چین آج بھی ایک تاتاری حکومت کا مطیع ہے، خود ہندؤن نے انگریزون کی آمد سے قبل مغلون کی حکومت کے آگے سر جھکا دیا تھا۔ بیشک ہندؤن پر مغلون کے تسلط سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اُن پر ہمارے غلبہ کے لئے ضروری نہین ہے کہ ہمارے اندر سیاست کی غیر فطری لیاقت ہو۔ کیونکہ مغلون کی تاریخ پڑھکر ہر شخص کو وہی بات کھٹکے گی جو حکومت انگریزی کی تاریخ مین کھٹکتی ہے۔ یعنی یہ کہ مغلون نے بھی قریب قریب بغیر ظاہری وسائل کے ہندوستان فتح کیا۔ سلطنت مغلیہ کا بانی بابر جب ہندوستان آیا تو اُسکی پشت پر کوئی زبردست قوم نہین تھی، اور نہ اسکو کسی طاقتور ریاست کی تنظیم پر بھروسہ تھا۔ وسط ایشیا مین ایک چھوٹی سی تاتاری ریاست اُسکو وراثت مین ملی لیکن وہ بھی اُزبک حملہ آورون کی نذر ہو گئی۔ کچھ دنون تک وہ ادھر اُدھر گھومتا رہا پھر افغانستان مین ایک چھوٹی سی ریاست پر قابض ہو گیا۔ سلطنت کا یہ ابتدائی تخم سب سے زیادہ بے حقیقت تھا۔ اس تاتاری نے کابل مین افغانون پر حکومت کرتے ہوے ایک ایسی سلطنت قائم کر لی جو تقریباً ۴۰ سال مین نصف ہندوستان پر پھیل گئی، اور ایک صدی مین قریب قریب کل ہندوستان پر (اگرچہ برائے نام ہی سہی) مین یہ نہین کہتا کہ وسعت و استحکام کے اعتبار سے سلطنت مغلیہ ہماری حکومت کی مقابل تھی لیکن وہ بھی ہماری ہی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ خود بخود قائم ہوی۔ کمپنی کے پاس کم از کم انگریزی روپیہ، انگریزی فوجی فنون اور ایک غیر فانی کارپوریشن تو تھی بابر اور اُسکے جانشینون کے پاس کیا تھا۔ وہ کون اسباب تھے جنکی بدولت اُنکی سلطنت معرض وجود مین آئی البتہ ہم صرف اتنا جانتے ہین کہ وسط ایشیا مین ایسی بے خانمان قومین بھری تھین جو فطرتاً کرایہ پر جنگ کرنا جانتی تھین۔ اسلئے روپیہ اور مال غنیمت کے لالچ مین وہ باسانی والی کابل کی ملازمت مین داخل ہو گئین

دوسری صورت ہماری حکومت کے معجزہ ہونیکی یہ ہوگی کہ کل کے کل ۲۰ کروڑ ہندوؤن مین تنہا ایک قوم کی طرح ایک ساتھ سوچنے کی عادت ہوتی لیکن چونکہ ایسا نہین ہے اس لئے ہماری حکومت کوئی معجزہ نہین ہے۔ ایک ایسی جماعت کو جسکے اندر اشتراک مفاد کا احساس نہو مغلوب کر لینا بالکل آسان ہے۔ کیونکہ ایسی حالت مین ایک فرد کو دوسرے کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ مین بتا چکا ہون کہ ہندوؤن کے درمیان رشتہ اتحاد کس قدر ناکافی اور کمزور ہے۔ اگر تم دیکھنا چاہتے ہو کہ اس داخلی اتحاد کی عدم موجودگی نے ہماری حکومت کو کسقدر

تقویت پہونچائی تو تم صرف غدر کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ مین بتا چکا ہون کہ ہماری دیسی فوج مین معمولی سی بغاوت بھی ہماری سلطنت کے لئے نہایت مہلک ہوگی۔ اُسوقت تمھارے دل مین خیال گذرا ہوگا کہ باوجود ۱۸۵۷ء کے غدر کے ہماری سلطنت ابتک اسی طرح فروغ پر ہے۔ لیکن غور کرو مین نے ایسی بغاوت کا ذکر کیا تھا جو تحریک قومیت سے عام رعایا مین پیدا ہو کر فوج مین پھیل گئی ہو۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت اس قسم کی نہین تھی، کیونکہ یہ فوج مین پیدا ہوئی، قوم نے اس مین کوئی حصہ نہین لیا۔ اسکے رونما ہونے کے اسباب مخصوص فوجی شکایات تھین، حکومت غیر ملکی کے خلاف جذبات قومیت کو اس سے کوئی سروکار نہین تھا۔ اب مین دریافت کرتا ہون کہ یہ بغاوت رونما ہونے کے بعد کس طرح فرو کی گئی؟ مجھے اندیشہ ہے انگلینڈ مین عام خیال یہی ہے کہ انگریزون نے اپنی غیر معمولی شجاعت اور ہندوٴون پر اپنی ناقابل قیاس برتری کی بدولت اسکو کچل دیا۔ اب مین تمھارے سامنے کرنل چسنی (Col. chasney) کی کتاب Indian Policy (دستور سلطنت ہند) سے اسی کے الفاظ مین اس واقعہ کی حقیقت پیش کرتا ہون۔ کرنل موصوف لکھتا ہے "بے ادبی، اپنے آقا کے خلاف جذبات منافرت اور اپنی قوت پر اس حد تک یقین کرنے مین کہ وہ انگریزونکا تختہ الٹ دینگے، ہندو اور مسلمان مین کوئی فرق نہین تھا۔" آگے چلکر وہ بیان کرتا ہے کہ "خوش قسمتی سے نام نہاد احاطہ بنگال مین تمام تر باقاعدہ فوج متعین نہیں تھی۔ چار بٹالین گورکھا فوج جو اس جماعتی جذبہ سے محفوظ تھی باستثناء ایک بٹالین خیر خواہ رہی ان مین سے ایک بٹالین نے برطانیہ کی خاطر جس نمایان بہادری اور اطاعت شعاری کا اظہار کیا اسکا اعتراف اُنکے انگریزی رفیقون نے بھی کیا ہے۔ وہ دو زائد رجمنٹین بھی جو پنجاب اور ہمسایہ اضلاع سے بھرتی ہوئین ثابت قدم رہین۔ لیکن زیادہ مدد پنجاب کی بے قاعدہ فوج سے ملی۔ اگرچہ اسکا نام بے قاعدہ تھا لیکن اُسکی ترتیب، تنظیم اور تعلیم ویسی ہی بااصول اور مضبوط بنیاد پر تھی جیسی باقاعدہ فوج کی ہوتی ہے۔ اس فوج مین ۶ رجمنٹ پیدل اور ۵ رجمنٹ سوارونکی شامل تھین۔ علاوہ ازین انکے اندر ہم مقامی سکھ رجمنٹین بھی تھین جو عموماً پنجاب ہی مین متعین رہا کرتی تھین۔ یہ فوجین براہ راست اُسی صوبہ کی حکومت کے ماتحت تھین، مرکزی حکومت کے ماتحت نہین کیونکہ باقاعدہ فوج کی ڈسپلن بگاڑنے مین مرکزی حکومت کا بھی حصہ تھا۔ انھین فوجون نے اُن تھوڑے سے یورپین سپاہیون کیساتھ جو بالائی ہند مین متعین تھے پہلے پہل باغیون کا مقابلہ کیا۔ اسی اثنا مین صوبہ پنجاب کے باشندون کی ہمدردی انکے حکمرانون نے حاصل کین۔ چونکہ یہ لوگ ابھی حال مین مفتوح ہوے تھے اور اپنی فوج کے شکست ہو جانیکے باعث اپنے طبعی پیشہ سے محروم ہو گئے تھے اسلئے اُن ہندوستانی فوجون کو جو انکے ملک مین متعین تھین پسندیدہ نظرون سے نہین دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب اُنسے اُنکے موروثی دشمنون کا تختہ الٹ دینے کی اپیل کی گئی تو بڑی مستعدی سے انھون نے اس اپیل کا خیر مقدم کیا۔ جس قدر آدمیون کی ضرورت ہوتی فوراً مہیا ہو جاتے اور جس قدر جلد ممکن ہوتا سامان اور قواعد سے آراستہ کرنے کے بعد مقام جنگ پر بھیج دئے جاتے۔ چنانچہ جب فوج بنگال کی دوبارہ تنظیم ہوئی تو اُسکے اندر اس فوج کا بہت بڑا حصہ تھا"

تم دیکھ سکتے ہو کہ ہندوستانی قومون ہی کو ایک دوسرے کے خلاف لڑا دینے کی وجہ سے بڑی حد تک بغاوت فرو ہوئی۔ جب تک ایسا ممکن ہے، جب تک وہان کے باشندون مین حکومت پر، خواہ کیسی ہی حکومت کیون نہ ہو، نکتہ چینی کرنے اور اُس سے بغاوت کرنیکی عادت نہین پیدا ہوگی، ہندوستان پر انگلینڈ کی حکومت ممکن رہیگی اور اس مین کوئی حیرت و استعجاب کی بات نہین ہے۔ لیکن جیسا کہ مین نے کہا ہے، اگر موجودہ صورت حالات مین تبدیلی پیدا ہو جاے، اور کسی ذریعہ سے ہندوستان کے باشندے ایک قومیت کے رشتہ مین منسلک ہو جائین اگر اُنکے اور ہمارے

باہمی رشتہ کو آسٹریا اور اٹلی کے تعلق سے دور کی بھی مشابہت ہو جائے، تو میرے نزدیک ہمین اپنی سلطنت سے بغیر کسی اندیشہ کے فوراً مایوس ہو جانا چاہئے۔ میرے خیال مین ہمین عالمگیر بغاوت کے خطرہ سے ڈرنا نہین چاہئے۔ بعض خوفناک رسالون مین جیسے مسٹر الیٹ کی کتاب ہے ہندوستان کی غریب رعایا کی مفلوک الحالی اور تباہی کا ہولناک نقشہ کھینچنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ ان کا انجام یقیناً عام بے اطمینانی کی شکل مین رونما ہوگا اور ہم وہان سے نکال باہر کر دئے جائینگے آیا یہ نقشہ صحیح ہے یا نہین، اُسکی تحقیق کا یہ موقع نہین ہے لیکن اگر بنظر بحث فرض کر لیا جائے کہ یہ صحیح ہے تو مجھے تاریخ مین کوئی ایسی نظیر نہین ملتی جسمین ان اسباب کی بنا پر کبھی انقلاب رونما ہوا ہو۔ مین نے بڑی بڑی آبادیون کو دیکھا ہے کہ وہ نہایت ذلیل افلاس مین صدیون تک چپ چاپ پڑی رہین لیکن کبھی بغاوت نہین کی بلکہ اگر وہ اس افلاس و نکبت کو برداشت نہین کر سکتی تھین تو فنا ہو جاتین یا جون تون کر کے زندگی کے دن کاٹ دیتی۔ انکے احساس مردہ ہو جاتے، انکی خواہشات تنگدستی سے دب کر مر جاتے آبادی وہی بغاوت کر سکتی ہے جو بلند حوصلہ ہو، جسکے اندر جذبہ امید ہو جسکو اپنی طاقت کا احساس ہو اگر اس قسم کی بیداری ہندوستان مین پیدا ہوی تو تا وقتیکہ دیسی فوج ہندؤن کو اپنا بھائی اور انگریز افسرون کو غیر ملکی سمجھنا نہ سیکھے گی ہم اسی فوج سے اس تحریک کا گلا گھونٹ دینگے۔ برخلاف اسکے اگر ایسا احساس پیدا ہو جائے اور تمام ہندوستان اپنے کو ایک قوم سمجھنے لگے (ہمارا دور حکومت شاید تمام سابق حکومتون سے زیادہ اسکے امکان مین معین ہے) ۔ تو اسوقت اسکی ضرورت نہین ہو گی کہ سارے ملک مین خوفناک بے اطمینانی کی لہر دوڑ جائے، کیونکہ اس حالت مین دیسی فوج اس جذبہ سے متاثر ہو جائیگی جس پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ۱۸۵۷ء کا غدر اگرچہ خوفناک تھا لیکن اُسکے فرو کرنے مین ہم کامیاب ہو گئے، کیونکہ بغاوت فوج کی صرف ایک حصہ تک محدود تھی، رعایا نے اسکا ساتھ نہین دیا، بلکہ الٹے ہماری امداد کی لیکن اب جب بغاوت ہو گی تو یہ صرف بغاوت نہین ہو گی بلکہ عالمگیر جذبۂ قومیت کا اعلان ہوگا، اسوقت ہماری سلطنت کی سلامتی کی تمام امیدون کا خاتمہ ہو جائیگا اور قدرتاً ہونا ہی چاہئے۔ کیونکہ درحقیقت ہم ہندوستان کے فاتح نہین ہین اور نہ بحیثیت فاتح ہم اسپر حکومت کر سکتے ہین۔ اگر ہم ایسا ارادہ کرینگے تو ہمارا کامیاب ہونا قطعی غیر یقینی ہو گا

(مترجم)

عبد القیوم رسا

سالومی

آسکر وائلڈ کے نہایت مشہور ڈرامہ کا ترجمہ جسے جناب مجنون گورکھپوری نے اُسی قوت بیان اور سلاست کے ساتھ کیا ہے جو آسکر وائلڈ کے خصوصیات انشا مین داخل ہین اس مین ایک مختصر مگر جامع مقدمہ بھی شامل ہے جس مین اُس ڈرامہ کی تاریخ و دیگر خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے قیمت علاوہ محصول ۱۲ار

مینیجر "نگار" لکھنؤ

ازدواج مکرر

مسٹر ذکی کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب انھین بعض ذرایع سے معلوم ہوا کہ صفیہ نہ صرف تعلیم یافتہ بالکل ادیب بھی ہے ایک زمانہ سے ذکی کی شادی صرف اسی بنا پر ملتوی ہوتی آرہی تھی کہ اُن کے ذوق کے مطابق کوئی تعلیم یافتہ عورت نہ ملتی تھی، اور اس بات کا وہ عہد کرچکے تھے کہ جب تک کوئی خاتون اُن کے جذبات شعر وادب کی سمجھنے والی اور اسی زبان مین جواب دینے والی نہ ملیگی وہ عقد نہ کرینگے۔ چونکہ آدمی دولتمند اور معزز گھرانے کے تھے اس لئے پیام تو بہت جگہ سے آتے تھے لیکن کوئی ان کے مرضی کے موافق نہ ہوتا تھا، وہ نہ دولت چاہتے تھے نہ جاہ و ثروت، وہ نہ حسن کے طلبگار تھے نہ کسی اور صفت کے۔ بلکہ وہ مختصراً یون سمجھ لیجئے کہ ایک مسلمان "سروجنی نائڈو" چاہتے تھے، جو ادب و انشاء کا نہایت پاکیزہ ذوق رکھتی ہو، اچھا شعر کہنے اور سمجھنے کی اہل ہو مضمون نگاری فسانہ نویسی، کرسکتی ہو اور زنانہ کلب یا کسی اور نسوانی جلسہ مین صدر بننے اور برمحل تقریر کرنے کی اہلیت رکھتی ہو

ان کے بعض احباب نے سمجھایا کہ کسی کمسن نوجوان لڑکی کا یہ تمام صفات اپنے ساتھ لانا ناممکن ہے مگر ہان یہ ہوسکتا ہے کہ بعد کو رفتہ رفتہ اس مین یہ تمام باتین پیدا ہوجائین، اس لئے اگر کوئی اچھی تعلیم یافتہ لڑکی مل جائے تو شادی کرلینا چاہئے اور پھر اس کی تربیت اپنے ذوق کے لحاظ سے خود اپنا فعل ہے۔ لیکن ذکی اس پر راضی نہ ہوا۔ اس مین کلام نہین کہ وہ خود نہایت اچھا شاعر پاکیزہ ذوق ادب رکھنے والا انسان تھا، اس کی تحریر و تقریر مین ایک خاص دلکشی، ندرت اور بلندی خیال ہوتی تھی، وہ جو چیز لکھتا تھا اس مین خاص جدت ہوتی تھی اور ملک کے رسایل و جراید اس کے مضامین کے متمنی رہتے تھے، لیکن ایک حد تک وہ ضدی تھا اور اس کے قیام مین اسکی دولت و خوشحالی نے اور زیادہ مدد کی

اس لئے جب ان کے ایک بہی خواہ مولوی منظہر نے صفیہ کیساتھ ان کے عقد کا مسئلہ پیش کیا تو انھون نے وہی سوال کیا کہ تعلیمی حالت کیا ہے۔ اور جب یہ معلوم ہوا کہ وہ شاعرہ و ادیب بھی ہے تو انھون نے فرط مسرت مین بلا کسی تحقیق و تفتیش کے اپنی رضامندی ظاہر کردی اور شادی ہوگئی

(۲)

صفیہ ایک متوسط الحال خاندان کی لڑکی تھی لیکن وہ تمام صفات جو ایک شریف گھرانے کی لڑکی مین ہونا چاہئے اور جو ایک گھر کی ملکہ بننے کے لئے ضروری ہین اس مین موجود تھین صورت شکل کے لحاظ سے بھی بُری نہ تھی اور اُردو لکھ پڑھ لینے کی بھی کافی مشق تھی، مگر اس کو شاعرہ یا ادیب کہنا بالکل غلط تھا۔ یہ صرف مولوی منظہر کی شاعری اور مبالغہ تھا یا مصلحت اندیشی کہ انھون نے صفیہ کو اس رنگ مین پیش کرکے ذکی کو شادی کے لئے راضی کرلیا

اوّل اوّل جب ذکی نے اپنی بیوی کو دیکھا تو خاص شاعرانہ نگاہ سے اور یہ معلوم کرکے واقعی اُس کو بڑی مسرت ہوئی کہ اس کا نقشہ

اس کے خد وخال اور اس کی ادائیں بہت معشوقانہ تھیں اور وہ اسکو اپنی غزلگوئی کا موضوع بنا سکتا تھا لیکن اس کے بعد جب اس کے ادبی ذوق اور شاعری کے امتحان کا وقت آیا تو وہ کوئی فیصلہ نہ کرسکا کہ آیا جو خبر اس کو ملی تھی وہ صحیح نہ تھی یا یہ کہ شرم وحجاب ابھی کھل کھیلنے کے لئے مانع ہے۔

ذکی کے نزدیک ایک عورت کے تعلیم یافتہ ہونے کا معیار صرف یہ تھا کہ وہ غالب کے دقیق سے دقیق شعر کو پورے لطف وذوق کے ساتھ سمجھ سکے۔ درد و میر کے جذبات تغزل پر سر دھنے اور جب اس موضوع پر گفتگو کرے تو ایک ماہر ومحقق کی حیثیت سے اور صفیہ کے متعلق اسے ابھی تک یقین نہ ہوا تھا کہ وہ اس معنی میں تعلیم یافتہ ہے یا نہیں

شادی کے دوسرے دن صبح کو بالاخانہ پر چاء سے فارغ ہونے کے بعد ذکی جھولے کی کرسی پر آہستہ آہستہ جھول رہا تھا اور صفیہ چوکی پر تکیہ کے سہارے بیٹھی ہوئی چھالیا کتر رہی تھی اسوقت تک ذکی کو صفیہ کی گفتگو سے صرف اسقدر علم حاصل ہوا تھا کہ وہ صاف وسلیس اور اسی کے ساتھ بہت صحیح اُردو بول سکتی ہے، دوسرے کی گفتگو سمجھنے، کسی نتیجہ پر پہونچنے اور جواب دینے میں بہت ذہین اور حاضر طبیعت رکھتی ہے لیکن خالص ادبیات کے متعلق اس کے معلومات یا ذوق کا کوئی علم اُسے حاصل نہ ہوا تھا

ذکی نے جھولتے جھولتے غالب کا یہ شعر گنگناتے ہوئے پڑھا

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے　　　بہ جلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

اور پھر کنکھیوں سے اپنی بیوی کو دیکھا کہ اُدھر کیا اثر ہوا، اتفاق دیکھئے کہ اسی وقت غریب صفیہ کے پیٹھ پر ایک چیونٹی چڑھ گئی اور بدن میں جھرجھری سی پیدا ہونے لگی۔ ذکی سمجھے کہ یہ کیفیت پیدا ہوئی ہے غالب کا شعر سنکر بس پھر کیا تھا، قیامت آگئی صبر وضبط ہات سے جاتا رہا، جذبات پر قابو نہ رہا اور بے اختیار ہو کر کہہ اٹھا "میں سمجھتا تھا کہ تمھارا ذوق شعری یقیناً پاکیزہ ہوگا اور اس وقت تک تم نے محض شرم کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کیا، مگر جبلّی طبیعت کہیں رکتی ہے، غالب کا یہ شعر سنکر آخر کار تم بیتاب ہو ہی گئیں۔ اچھا ایمان سے بتاؤ کہ عرفی کے بعد ایسی پیاری قسمیں کسی نے کھائی ہیں جیسی غالب نے اس شعر میں پہلے جلوہ ریزی باد کی قسم کھانا اور پھر پرفشانی شمع کی جو نتیجہ ہے اول کا اور پھر سارے مصرعہ کو مشبہ بہ کی صورت میں پیش کرنا اور اول مصرعہ کو مشبہ قرار دینا حقیقت یہ ہے کہ اس انداز بیان کی مثالیں اگر کہیں ملتی ہیں تو صرف بیدل کے ہاں۔ بیدل کا یہ شعر تم نے سنا ہوگا لیکن میں تو تمھاری صورت میں ہر وقت اس شعر کو دیکھتا رہتا ہوں۔ اُف،

تجدید ناز آشفتہ رنگ لباس آرائیت　　　بے پردگی دیوانہ طرح نقاب افگندنت

کیا دنیائے شاعری میں حسن بیان، رنگ تغزل اور توازن مصرعین کی کوئی اور ایسی مثال آسانی سے ملسکتی ہے، شاعری کا الہامی چیز ہونا اسی نوع کے کلام سے ثابت ہوتا ہے"

ذکی اپنے جوش ادبیت میں غالب، بیدل، عرفی، نظیری، حافظ وغیرہ خدا جانے کن کن شعراء کے کلام پر ہلکی ہلکی ادبی تنقید کرتا ہوا جا رہا تھا اور صفیہ جس نے اس کے کسی ایک فقرہ کا بھی صحیح مفہوم نہیں سمجھا، حیران تھی کہ "میرے متعلق جو یہ حسن ظن ان کو قایم ہو گیا ہے، اسے کیونکر گوارا کرے" اور کچھ وہ اس خیال سے خائف تھی کہ مبادا حقیقت کا علم ہو جانے کے بعد احتراز کی کیفیت ان میں پیدا ہو جائے وہ دیر تک ایک خاص کیفیت شرم واضطراب کے ساتھ ذکی کی باتوں کو سنتی رہی اور غالباً سنتی رہتی اگر وہ اسی سلسلہ میں

یہ سوال نہ کر بیٹھتا کہ

"مومن کی شاعری کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے" جب تک وہ صرف سننے پر مجبور تھی، سنتی رہی، لیکن جب اس سے سوال کیا گیا اور جواب دینا اس کے لئے ناگزیر ہو گیا تو وہ بہت گھبرائی اور اس کی سمجھ مین نہ آیا کہ وہ کیا کہے

نظم کی کتابون مین اسنے سوائے مسدس حالی اور مناجات بیوہ کے کسی اور کتاب کو نہ دیکھا تھا اور وہ مطلق اس سے بیخبر تھی کہ مومن کون کافر ہے

وہ خاموش رہی، سر کو نیچا کئے ہوئے بدستور چھالیہ کترتی رہی اور ایک ہلکے سے رعشہ بدن کے ساتھ سوچتی رہی کہ اُسے کیا جواب دینا چاہئے ذکی نے پھر اصرار کیا اور یہ اصرار زیادہ التماس محبت لئے ہوئے تھا، لیکن حسن اتفاق سے باہر سے اطلاع آئی کہ ذکی کے دوست اختر آئے ہین اور اس لئے ذکی کو اپنے سوال کا جواب حاصل کئے بغیر باہر چلا جانا پڑا۔ اور دوسرے روز صفیہ کا بھائی آکر اسے گھر لے گیا۔

(۳)

صفیہ کو گھر گئے ہوئے پانچ دن ہو گئے ہین اور ذکی حد درجہ بے چینی کے ساتھ اس کے خط کا انتظار کر رہا ہے اسنے چلتے وقت تاکید کر دی تھی کہ ایک خط روزانہ مفصل روانہ کیا جائے اور اسی طرح روز ایک خط کی توقع کیجائے، چنانچہ وہ پانچوین دن کا پانچوان خط جو یکسر شاعری و ادب سے لبریز تھا اور جس مین بقول غالب "شوق وصل" و "شکوۂ ہجران" دونون کی غیر معمولی شرح و تفسیر کی گئی تھی لکھ کر روانہ ہی کر چکا تھا کہ دوپہر کی ڈاک سے صفیہ کا خط اُسے ملا۔ چونکہ یہ صفیہ کی بالکل پہلی تحریر تھی اس لئے اسنے نہایت بیتابی سے اُسے کھولا کہ خدا جانے کیا کیا اور کیسے کیسے بدیعہ ہائے ادب و انشاء ہات آئین گے، لیکن جب وہ اسے ختم کر چکا تو اس پر ایک ایسی کیفیت طاری تھی جس کو صرف دم گھٹنے سے تعبیر کر سکتے ہین۔ خط کا مضمون یہ تھا۔

"ایک تو مین یہان آ کر بیمار ہو گئی، دوسرے اس فکر مین پڑ گئی کہ آپ کی قابلانہ تحریرون کا جواب کیا دون جبکہ مین انھین سمجھ بھی نہین سکتی حقیقتاً یہ غم میرے لئے اب ناقابل برداشت ہوتا جاتا ہے کہ آپ نے جس صفیہ کو اپنی معیت کی عزت بخشی ہے، وہ غالباً وہ صفیہ نہین ہے، جو آپ کے ذہن مین تھی۔ سب سے آخری صحبت مین جو گفتگو آپ نے مجھ سے کی تھی اور جس سوال کو چھوڑ کر آپ باہر تشریف لے گئے تھے اس کا جواب اب مین تحریر کے ذریعہ سے دینا چاہتی ہون، کیونکہ میرے لئے غالباً یہ زیادہ آسان ہے کہ آپ کو اپنے سے ابتدا ہی مین متنفر کر دون بجائے اس کے کہ آپ کو عرصہ تک فریب مین مبتلا رکھون۔ مین نہین کہہ سکتی کہ آپ کو کس نے اور کیون یہ یقین دلا دیا کہ میری تعلیمی حالت بہت بلند ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اُردو کی سوائے چند معمولی کتابون کے مین نے آجتک کسی شاعر کا دیوان دیکھا تک نہین بلکہ سچ پوچھئے تو مین شعر موزون بھی نہین پڑھ سکتی اس کی خوبیون کا سمجھنا تو خیر بڑی بات ہے

مجھکو جو تعلیم و تربیت دی گئی ہے وہ اس سے زیادہ نہین ہے کہ شوہر کی اطاعت کرون، اس کے آرام و آسایش کا خیال رکھون اور گھر کو ایسی صورت سے اس کے سامنے پیش کرون کہ جب وہ دنیا کی کشمکش سے خستہ ہو کر واپس آئے تو

اُس کی تمام کلفتین دور ہو جائین اور وہ محسوس کرے کہ اس دنیا مین اگر خلوص وصداقت کی آغوش کا سکون کہین دستیاب ہو سکتا ہے تو صرف گھر مین۔ اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی سکھایا گیا تھا کہ شوہر کی مزاج شناسی کو مقدم سمجھون اور اُس کی پسندیدگی کا لحاظ ہر ممکن قربانی کی حد تک کردن۔ لیکن میری کتنی بڑی بدنصیبی ہے کہ آپ کے علمی وادبی ذوق کو دیکھتے ہوئے (جو آپ کی زندگی کی تنہا مسرت معلوم ہوتا ہے) مین اپنے آپ کو اسدرجہ ناکام دپست پاتی ہون کہ آپ کو خوش رکھنے کے خیال سے میرے جسم پر رعشہ ساطاری ہو جاتا ہے۔ اور مین اپنے مستقبل کی تاریکی کو دیکھ دیکھ کر کانپ اُٹھتی ہون مجھے شعروشاعری سے اتنا ہی بُعد ہے جتنا آپ کو اُس سے قُرب، اس لئے سخت پریشان ہون کہ مین آپ کو کس طرح خوش رکھ سکتی ہون اور آپ کو مجھ سے کیا آرام وسکون میسر آسکتا ہے۔ بہرحال نتیجہ جو کچھ ہو مین اس حقیقت کو ظاہر کئے بغیر نہین رہسکتی اور بے چینی کے ساتھ نتیجہ کی منتظر ہون کہ آپ نے میری نسبت کیا فیصلہ کیا۔ اخیر مین مجھے یہ بھی ظاہر کردینا چاہئے کہ یہ خط نہ مین نے اپنے قلم سے لکھا ہے اور نہ مضمون میرا ہے۔ چونکہ مین بہت بدخط ہون اور اپنے جذبات کو مناسب الفاظ مین ظاہر بھی نہین کرسکتی، اس لئے عزیز سے لکھوا رہی ہون"

اس وقت ذکی کی حالت بالکل اُس قیدی کی سی تھی جسے صبح پھانسی دیجانے والی ہو اور رات کو اپنی آزادی ورہائی کا خواب دیکھتے ہوئے دفعتہً اُسے چونکا دیا گیا ہو

دنیا مین امید ویقین کے خلاف کسی امر کا ظہور اسقدر تکلف دہ امر ہے کہ بعض اوقات جنون ودیوانگی کی سرحد یہین سے شروع ہو جاتی ہے، اس لئے ذکی کے کرب واضطراب کا اندازہ آسان نہین۔ وہ دیر تک سر پکڑ کر بیٹھا رہا اور پھر اُٹھ کر سراسیمگی کے عالم مین ٹہلتا رہا۔ اس کا چہرہ غصہ سے تمتما رہا تھا، اس کے ہات پانون مین تشنج کی سی کیفیت پیدا تھی اور اگر اُس کے آنسو نہ جاری ہو جاتے تو نہین کہا جا سکتا کہ اسکے یہ جذبات کیسی خطرناک صورت اختیار کر لیتے

ذکی اپنی فطرت کے لحاظ سے نہایت نیک نفس اور سلجھا ہوا شخص تھا، اس لئے جب جوش الم کم ہوا تو وہ تمام واقعات پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہونچا کہ۔ صفیہ یقیناً بیگناہ ہے اور اگر گناہگار ہو تو بھی اس اعتراف کے بعد اس کو قابل الزام قرار دینا خود بدترین گناہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ مولوی مظفر نے کیون غلط بیانی سے کام لیا، ممکن ہے انھین خود اطلاع صحیح نہ ملی ہو یا میرا فائدہ سمجھ کر قصداً غلط بیانی سے کام لیا گیا ہو۔ بہرحال اب ان سے بھی اس کی باز پُرس بیکار ہے۔ ظاہر ہے کہ صفیہ کو مین چھوڑ نہین سکتا، نہ اس لئے کہ اس مین بدنامی ہے، بلکہ اس لحاظ سے بھی کہ وہ واقعی اپنی خصوصیات کے لحاظ سے قابل قدر ہے، رہی تعلیم سو ممکن ہے کہ مین اس کی کمی کو پورا کرسکون اور چند سال مین وہ اس منزل پر پہونچ جائے جہان مین اسے دیکھنا چاہتا ہون۔ عورت یون بھی قدرتاً بہت ذہین ہوتی ہے اور صفیہ تو خصوصیت کے ساتھ غیر معمولی طور پر ذکی...... لفظ ذکی پر پہونچتے ہی (کیونکہ یہی اسکا نام بھی تھا) اس کے دماغ مین دفعتہً ادبی میلان پیدا ہو گیا اور اس خیال سے کہ اگر صفیہ کا نام ہی صفیہ ذکی رکھدیا جائے تو کسقدر موزون ہوگا، اس کے چہرہ پر تبسم کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور اب وہ صفیہ نہین بلکہ

صفیہ ذکی کے مستقبل اور اس کی علمی و ادبی شہرت کے متعلق ایک خیالی کارگاہ قایم کرنے مین مصروف ہوگیا یہانتک کہ کامل دو گھنٹے اسی محویت مین صرف ہوگئے اور پھر دفعتہً کسی غیر معمولی تدبیر کے ذہن مین آجانے سے وہ اچھل پڑا اور انتہائی مسرت کے عالم مین اسنے فوراً صفیہ کو تار دیدیا کہ فوراً آجائے ۔ مین بے چینی کے ساتھ منتظر ہون ۔ (باقی)

نیاز

جنوری سنہ ۳۰ء سے

دار الاشاعت نگار سے ایک نئے رسالہ کا اجراء

اس رسالہ کا نام جن ہوگا ۔ جن کے لغوی معنی ہین ہراُس چیز کے جو حواس ظاہری سے پوشیدہ ہو ، اس لئے اس رسالہ مین تمام اُن امور و واقعات سے بحث ہوگی جن کا تعلق "ماوراء عالم حواس" سے ہے اور جس مین جنات ارواح خبیثہ مابعد الطبیعیات ، روحانیات ، وغیرہ سب شامل ہین ۔ اس مین نہ صرف جنات وغیرہ کے معتبر واقعات و حکایات ہونگے ، بلکہ ان پر تنقید بھی ہوگی ، عالم ارواح و روحانیت کے متعلق جدید ترین تحقیقات و معلومات بھی ہونگی ، اور "حیات بعد الممات" کے متعلق اس وقت تک جو کچھ دریافت ہوچکا ہے اور ہوتا جارہا ہے وہ بھی درج ہوتا رہیگا

اس رسالہ کی تقطیع ۲۰×۲۶/۸ ہوگی اور ۲۵ سطر کے مسطر پر دو کالم مین باریک خط سے لکھا جائیگا ۔ حجم فی الحال دو جزو ہوگا جسمین ۸ صفحات مستقلاً علمی تحقیقات کے لئے وقف ہونگے ۔ اس رسالے مین ارواح خبیثہ اور جنات کے جتنے واقعات درج ہونگے ان سب کو مصور پیش کیا جائیگا جس کے لئے ایک آرٹسٹ کی خدمات مستقلاً حاصل کی گئی ہین ۔ رسالہ کی سالانہ قیمت عہ تجویز کی گئی ہے اور ایک سال سے کم مدت کے لئے چندہ قبول نہ کیا جائیگا ۔

جن حضرات کو اس دنیا سے دلچسپی ہو وہ براہ کرم اپنا پتہ بھیجدین تاکہ بعد اشاعت رسالہ کا نمونہ اُن کے پاس روانہ کیا جائے اس کے ساتھ یہ استدعا بھی ہے کہ اگر کسی شخص پر اُس کی زندگی مین کوئی واقعہ ایسا گزرا ہے جسے وہ جنات یا بھوت پریت سے منسوب کرتا ہے تو براہ کرم اس کو قلمبند کرکے روانہ کردے زبان و تحریر کی پرواہ نہ کیجائے یہان اس کو درست کر لیا جائے گا اور واقعہ کے مطابق تصاویر طیار کرلی جائینگی ۔ لیکن اس کا خیال رہے کہ صرف اپنا تجربہ و مشاہدہ پیش کیا جائے ، دوسرون سے نقل کی ہوئی روایت نہ ہو ۔

پہلا پرچہ جنوری سنہ ۳۰ء کے نگار کے ساتھ ہی شایع ہوجائے گا

منیجر نگار ۔ لکھنؤ

مرقع چغتائی

یعنی

دیوان غالب کا مصور اڈیشن

غالب کی موجودہ شہرت، روا ہو یا ناروا اس سے بحث نہین لیکن یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان کے اُردو شاعرون مین جو آوازۂ قبول غالب کو نصیب ہوا، وہ اس وقت تک کسی دوسرے شاعر کو حاصل نہین ہو سکا مشرق مین عام طور پر کسی کتاب یا تصنیف کی شہرت و مقبولیت کا اندازہ صرف اس سے کیا جاتا ہے کہ کتنے اڈیشن اس کے شایع ہوئے اور کتنی زبانون پر اس کا نام جاری ہے۔ مغرب مین بھی اعتراف کی یہ صورت جزو مشترک کی حیثیت رکھتی ہے، لیکن چونکہ وہان دولت ہے، علم ہے، ذوق ہے اور فنون کی ترقی اوج کمال کو پہونچ گئی ہے، اس لئے وہان تنقید کی نوعیتین بھی متعدد ہین اور اعتراف کمال کی صورتین بھی مختلف۔ ہم اگر کسی چیز کو پسند کرتے ہین تو اس کے حصول کی خواہش بھی قوۃ سے فعل مین نہین آتی اور وہان اس کے حاصل کرنے کے لئے بازار مسابقت قایم ہو جاتا ہے، جس مین دولت و زر کی نمایش سے زیادہ تفوق ذوق کا مظاہرہ مقصود ہوتا ہے۔ پھر یہ ہنگامہ اسی جگہ ختم نہین ہو جاتا بلکہ اس جوش کو متلاطم رکھنے کے لئے اور اپنے احساسِ اعتراف کو نمایان کرنے کے لئے ہر شخص اپنے اپنے ذوق کے شمول سے اس مین نئی نئی روح پھونکنا چاہتا ہے، یہانتک کہ اگر آپ اسے ہر شخص کے نقطۂ خیال سے جدا جدا طور پر دیکھین گے تو اس کے مختلف مناظر آپ کے سامنے آئین گے اور ہر منظر آپ کو بجائے خود اک مستقل چیز معلوم ہوگا، گویا وہ فانوس خیال ہے کہ ایک ہی شمع کو آغوش مین لئے ہوئے اپنی گردش سے ہر پہلو کو ایک جدید نقش کی صورت مین پیش کر رہا ہے۔ یہان کسی شاعر کے حُسنِ کلام کا انتہائی اعتراف وہ ہے جسے ہم زیادہ سے زیادہ "سر دُھننا" سے تعبیر کرتے ہین لیکن وہان کے اعتراف کی حقیر ترین صورت بھی "ہلچل مچا دینے" سے کم نہین ہوتی۔ ہم اگر کسی اچھے شاعر کے دیوان کو دیکھین گے تو زیادہ سے زیادہ دس پانچ مرتبہ سر کو جنبش دے کر رہ جائین گے لیکن وہان ایک شعر مختلف مجلسون مین پہونچکر مختلف صورتین اختیار کر لیتا ہے۔ مغنی اُسے گاتا ہے، رقاص اس پر رقص کرتا ہے، نقاش اسے نقش کرتا ہے اور اس طرح گویا ایک داستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ٹکڑے کو ایک مستقل داستان بنا دیتے ہین، مثلاً خیام ہی کو لے لیجئے ہر چند حافظ نے یہ شعر اپنے ہی لئے کہا تھا کہ

زشعرِ حافظ شیراز می گویند و می رقصند   سیہ چشمانِ کشمیری و ترکانِ سمرقندی

مگر وہ صادق آتا ہے خیام اور اہل مغرب پر جہان خیام کا اعتراف "می گویند و می رقصند" کے منزل سے بھی آگے بڑھا ہوا نظر آتا ہے قصہ مختصر یوں سمجھئے کہ ہمارا اعتراف حسن و کمال صرف "آہ" ہے اور اُنکا "واہ" اور یہ فرق تدرتی طور پر اک متشائم (Pessimistic) اور متفادل (optimistic) قوم کے درمیان ہونا چاہئے۔

اس مین شک نہین کہ مغربی تعلیم اور مغربی اصول تنقید کے سلسلہ مین اس کمی کا احساس ہمارے لوگون مین بھی پیدا ہو گیا ہے، لیکن کوئی عملی تحریک ابھی تک اس نوع کی پیدا نہین ہوئی تھی جسے ہم بجا طور پر نشاۃ نہضت (Renaissance) کہہ سکین۔ اس لئے چغتائی کا یہ فخر کبھی ان سے نہین چھینا جا سکتا کہ سب سے پہلے انھون نے اس طرف توجہ کی اور "تقدیم اقدام" کا امتیاز انھون نے اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ غالب کے دیوان کو ایک فلسفی نے دیکھا اور اسے الہامی کتاب کہدیا ہر چند یہ طفلانہ جسارت سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا تاہم ایک فلسفہ طراز کی جانب سے اعتراف کی صورت یہی ہو سکتی تھی، ایک صوفی نے اس کا مطالعہ کیا اور "مطالب غالب" کو فصوص الحکم کا ہم پایہ قرار دیا۔ یقیناً یہ تقلید تنگ ظرفی منصور" سے زیادہ اہمیت نہین رکھتا، تاہم ایک متصوف اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہے اخیر مین پنجاب کا ایک نوجوان نقاش اٹھا اور اس نے حقیقی معنی مین صرف اپنے موقلم سے "سخنہائے گفتنی" کی تشریح اور اپنی اعتراف خلوص کو بعض خطوط و نقوش کی صورت مین پیش کیا۔ اور اس سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے کہ اگر شاعری اور نقاشی کا امتزاج صحیح کسی وقت ہو جائے تو پھر اس کی داد دینا حیرت و سکوت کے بس مین بھی نہین۔ تو کیا چغتائی کا مرقع واقعی یہی حیثیت رکھتا ہے، کیا حقیقتاً اسے چغتائی کی "انتہائی تمنا" اور "اور بلند ترین آرزو" کہہ سکتے ہین؟ اس صحبت مین مجھے اسی موضوع پر لکھنا ہے اور اسی حقیقت سے بحث کرنا

مرقع چغتائی یعنی دیوان غالب کا مصور اڈیشن یون تو تنقید کے لئے مختلف حیثیتین رکھتا ہے لیکن گفتگو مین آسانی پیدا کرنے کے لئے مین صرف دو تقسیمین کرونگا، ایک متعلق بہ دیوان اور دوسری متعلق بہ نقاشی۔ امر اول کی نسبت مجھے زیادہ نہین کہنا سوائے اس کے کہ نفیس کاغذ پر نفیس جدول و حاشیہ کے ساتھ بلاک سے چھاپا گیا ہے جس کو طباعت کی پاکیزہ ترین صورت کہا جا سکتا ہے۔ اخیر مین نسخہ حمیدیہ کو دیکھ کر بعض ان اشعار کو بھی بصورت انتخاب درج کر دیا ہے جو عام مطبوعہ دیوانون مین نہین پائے جاتے، میری رائے مین جناب چغتائی اس امر مین اپنے حدود سے آگے بڑھ گئے ہین اور اس کو مین اگر غیر شاعرانہ نہین تو "غیر نقاشانہ" جسارت سے ضرور کہونگا۔ ابتدا مین ڈاکٹر جیمس کزنس اور ڈاکٹر اقبال کی مختصر تمہید و تقریب انگریزی زبان مین ہے۔ ڈاکٹر کزنس نے جو نقاشی کے ماہر سمجھے جاتے ہین مختصراً چغتائی کے فن نقاشی پر روشنی ڈالی ہے اور ڈاکٹر اقبال نے ایک خاص دلکش انداز مین مجملاً شاعری و نقش کے ارتباط کو فلسفیانہ مگر سرسری انداز سے سمجھانے کی سعی فرمائی ہے۔ خود جناب چغتائی نے بھی "سخنہائے گفتنی" کے عنوان سے چند خیالات پریشان (astray thoughts) (جو کہین کہین "بکھرے ہوئے موتیون" سے کم دلچسپ نہین ہین) ظاہر کئے ہین اور اس سلسلہ مین انھون نے مشرق و مغرب کی نقاشی کا جو فرق بتایا ہے وہ بہ لحاظ انشا و خیال بہت لطیف اور بہ لحاظ حقیقت نہایت مستحکم ہے۔ کیا اچھا ہوتا اگر اس ایثری (Ethereal) قسم کی انشا کو "اترونا" "کچر" اور "لتھڑا رہنے والے" وغیرہ ایسے الفاظ سے پاک رکھا جاتا۔ جمیل ترین چہرہ مین حقیر ترین بدنمائی بھی اچھی نہین معلوم ہوتی

اب مین اس حصہ کی طرف متوجہ ہوتا ہون جسے صحیح معنی مین مرقع چغتائی کہا جا سکتا ہے اس مجموعہ مین کُل ۳۴ تصویرین ہین ۱۲ تصویرین چار رنگون کی ہین باقی ایک رنگ کی ہین یا صرف پنسل کا خاکہ یا محض رنگین خطوط کا مجموعہ

قبل اس کے کہ مین ان نقوش پر تنقید کرون مختصراً یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہون کہ چغتائی کس اسکول کے نقاش ہین، چغتائی ایرانی اسکول کے نقاش ہین اور ایرانی اسکول کی یہ خصوصیت جسے "رومانیت نقش" کہنا بہ نسبت "نقش رومانیت" کے زیادہ موزون ہے

ان کے موقلم میں تکمیل کے ساتھ ودیعت ہوئی ہے۔ ایک نقش کے عناصر بالعموم تین ہوا کرتے ہیں، ایک وہ جسے بیک گرونڈ (فضائے بعید) کہتے ہیں دوسرے تصویر کا اندرونی داخلی منظر اور تیسرے خود اصل تصویر جسے مرکز یا نقطۂ انشعاب کہنا زیادہ مناسب ہے پھر چونکہ نقش بجائے خود کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہ محض نقاش کے دماغ کی اپج ہے، یا یوں سمجھئے کہ ایک خیال ہے جو خطوط کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے اس لئے ایک تصویر کی خوبی یہی ہے کہ نقش کا کوئی خط، کوئی نقطہ "واقعیت" خیال کے حدود سے آگے نہ بڑھے "واقعیت خیال" سے مراد وہ فطری حدود ہیں جن کی پابندی سے آزاد ترین تخیل کو بھی چارہ نہیں۔ یعنی جس طرح شعر میں حد سے زیادہ مبالغہ شعر کے لطف کو غارت کر دیتا ہے اسی طرح نقش میں "واقعیت خیال" سے آگے بڑھ جانا ذوق کے منافی ہے۔ پھر جس طرح شعر کے مختلف اقسام ہیں اسی طرح نقش کی بھی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں، اور اس لحاظ سے ان کے محاسن کی جانچ ہوتی ہے۔ اگر شعر میں آپ محاکات، معاملہ بندی، اور جذبات نگاری وغیرہ وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ تعیین کر سکتے ہیں تو نقش میں بھی اسی طرح واقعیت، تخیل، رومان، اور احساسات کی جستجو ہو سکتی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ نقش کا تعلق بہ نسبت شعر کے مادیت سے بہت کم ہے اور وہ نقاش جو صرف تنوع مادیت کے اظہار کو اپنا مقصود قرار دیتا ہے اُسے بجائے نقاش کے صنّاع کہنا زیادہ موزوں ہے۔

فرض کیجئے کہ ایک حسین عورت کا نقش طیار کرنا ہے تو وہ نقاش جو مادہ کی حدود سے آگے نہیں بڑھتا، صرف یہی کریگا کہ اسکی صورت، اس کے خد و خال، اس کے اعضا اور اس کے ملبوس کو نہایت جمیل و دلکش بنا دیگا، لیکن وہ نقاش جو رومان و احساس کا پرستار ہے، اس کی صورت سے زیادہ اعتنا نہ کریگا بلکہ خود اپنے جذبات و تاثرات کو تصویر کے ماحول اور فضا میں اس طرح بھر دیگا کہ حسن سے زیادہ عشق نمودار ہو جائے اور مرکز انشعاب نے ماحول میں اس طرح تحلیل ہو جائے کہ حسن و عشق کے حدود کی تعیین و تمیز آسان نہ رہے۔

اگر نقاش صرف نقال ہے تو وہ مادیت سے آگے نہیں بڑھتا اور اگر خلاق ہے تو مادہ سے گزر کر روحانیت میں پہونچ جاتا ہے، وہ مادہ کا پابند رہتا ہے اور یہ مادہ کو اپنا پابند بنا لیتا ہے، اس کا موقلم منظر کے تغیر کے ساتھ ساتھ جنبش کرتا ہے اور یہاں منظر مصوّر اس کے جنبش قلم کے ساتھ ساتھ متغیر ہوتا ہے، وہ محکوم و تابع ہو کر کاغذ میں رنگ بھرتا ہے اور یہ ایک حاکمانہ اقتدار کے ساتھ اپنے رنگ میں موضوع (theme) کو رنگ دیتا ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ جتنے نقاش جمالیاتی تخلیق کے لئے مشہور ہوئے ہیں ان کے ہاں ایک نقش کے عناصر سہ گانہ میں سے مرکز انشعاب یا موضوع نقش اسقدر نمایاں نہیں ہوتا جتنا ماحول اور فضا ایسے نقوش میں دیکھنے والے کی نگاہ، مرکز سے فضا کی طرف نہیں جاتی بلکہ فضا سے مرکز کی طرف آتی ہے۔ چغتائی کی نقاشی بھی چونکہ زیادہ تر روحانی یا احساسی قسم کی ہے اس لئے وہ لوگ جو حقیقت سے ناواقف ہیں ان کی تصویر کے مرکزی حصہ میں نقص محسوس کرتے ہیں اور وہ اس حقیقت سے بیگانہ ہیں کہ وہ تمثیل (Symbol) سے ہیولیٰ (chaos) نہیں پیدا کرتا بلکہ ہیولیٰ سے تمثیل کو نمایاں کرتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ چغتائی کی تصویروں کی آنکھ، ناک، اور انگلیاں بدنما، خلاف اصل، اور مضحک ہوتی ہیں، لیکن یہ وہی لوگ ہیں جو چغتائی کے نقش کی اصل رُوح سے واقف نہیں اور جن کی پسندیدگی مادی نقاشی سے آگے نہیں بڑھتی

چغتائی نے غالب کے جن اشعار یا مصرعوں کو نقش کیا ہے وہ یہ ہیں:-

(۱) نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

چونکہ غالب کے اس شعر سے دیوان شروع ہوتا ہے اس لئے چغتائی نے بھی اس سے ابتدا کی ہے، چغتائی کا یہ نقش بالکل کارچوبی (Japanese) قسم کا ہے اور اس لئے فضا کے لحاظ سے بالکل سادہ اور ماحول کی حیثیت سے معمولی ہے۔ یا بالفاظ دیگر یون کہئے کہ جیسا شعر غالب کا ہے ویسا ہی اس کا نقش ہے۔ نہ شعر سے کسی خاص لطیف جذبہ مین تحریک پیدا ہوتی ہے اور نہ تصویر مین کوئی پاکیزگی پائی جاتی ہے

(۲) - اس کے بعد "مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے" کا نقش ہے۔ افسوس ہے کہ یہ مصرعہ بھی مادی حدود سے آگے خیال کے رہبری نہین کرتا اس لئے چغتائی کو بھی زیادہ گنجائش نہ تھی، تاہم وہ مصرعہ کے پہلے ٹکڑے کو کسی حد تک اور دوسرے ٹکڑے کو بڑی حد تک نمایاں کر سکے ہیں، لیکن دونوں امتزاج کامل نہیں ہے۔ مطرب (مطربہ؟) ساز لئے ہوئے ہے لیکن اس سے فارغ نغمہ کا مفہوم صرف اسکے ہاتھون اور انگلیون سے پیدا کیا گیا ہے جس سے تالی اور چٹکی بجانے کا رنگ پوری طرح تصویر سے نمایان ہوگیا ہے۔ دوسرے ٹکڑے کو صرف فضا کے اثر سے ظاہر کیا گیا ہے اور نسبتاً زیادہ تکمیل کے ساتھ

(۳) ہان مہ نو سنین ہم اس کا نام جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

اس کا نقش نئی چیز نہین بلکہ اس سے قبل ہلال عید کے عنوان سے پنجاب کے بعض رسایل مین شایع ہو چکا ہے اس تصویر کو اس شعر کا نقش قرار دینا میرے نزدیک بالکل ذوق کے خلاف ہے۔ جہانتک ہلال عید کا تعلق ہے یہ تصویر یقیناً اچھی ہے لیکن اس شعر سے متعلق کرنے کے بعد اس کی تمام خوبیان زایل ہو جاتی ہین۔ چاند کو دیکھ کر ایک ضعیفہ بیٹھی ہوئی ہات اٹھائے دعا مانگ رہی ہے، ایک چھوٹا بچہ اس کی گردن مین ہات ڈالے ہوئے چاند کو دیکھ رہا ہے اور خود بھی اس معانقہ کی حالت مین تقلیداً ہات دعا کے لئے کھول دیتا ہے، پیچھے ایک نوجوان دوشیزہ انتہائی معصومیت کے ساتھ دعا مانگ رہی ہے افق کے شفقی روشنی مین ہلال نظر آرہا ہے اور دور مسجد کے گنبد و مینار بھی نمایان ہین تصویر بہ حیثیت مجموعی اس تمام معصومیت و تقدس کو لئے ہوئے ہے جو ہلال عید کے دیکھنے کے بعد ایک مسلمان گھرانے کے افراد مین پیدا ہو سکتی ہے لیکن غالب کے شعر سے اسے کوئی لگاؤ نہین ہے

(۴) غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

یہ شعر نقاشی کا اچھا موضوع ہو سکتا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ چغتائی نے اس خیال کو بغیر کسی فضائے بعید کے پیدا کئے ہوئے نہایت خوبی سے "منقوش" کیا ہے۔ اس تصویر مین اگر ایک طرف غالب کا تکلم بالنفس (Soliloquy) ظاہر ہے تو دوسری طرف مصرعہ ثانی کو بھی پوری قوت کے ساتھ نمایان کیا گیا ہے اور مین کہہ سکتا ہون کہ اس شعر کا کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے چغتائی نے کام نہ لیا ہو یا تصویر سے پیدا نہ کیا گیا ہو

ایک مرد ضعیف (جو یقیناً غالب ہے) طاق مین رکھے ہوئے چراغ کے پاس ایک خاص انداز حسرت واندوہ سے کھڑا ہوا دیکھ رہا ہے اور چراغ کا تیل جو ٹپک ٹپک کر دیوار کو داغدار بنا چکا ہے اب بھی نہایت ہی ہلکا سا شعلہ قایم کئے ہوئے ہے منظر کی تاریکی بتا رہی ہے کہ ابھی

سحر قریب نہین ہے اور اس طرح نقش کو دیکھ کر "غم ہستی" "جز مرگ" "علاج" اور جلتی ہے سحر ہونے تک" سب کا سمان انفرادی اور مجموعی دونون طور پر بیک وقت سامنے آجاتا ہے اور یہ نقاش کی معمولی کامیابی نہین ہے

(۵) سب کہان کچھ لالہ وگل مین نمایان ہوگئین　　خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

اس نقش کا تعلق بیشک فضائے بعید سے ہے اور اس مین کلام نہین کہ چغتائی نے شعر کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے جو فضا پیدا کی ہے وہ بہت مناسب ہے، لیکن اس نقش مین ایک غیر ضروری جزو شامل کرکے اس کے اثر کی قوت کو ضعیف کر دیا ہے۔ لالہ و گل کے پاس کسی انسانی ہستی کو دکھانے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر وہ اس تصویر کے دو حصے کرکے ایک مین ایک مصرعہ کو اور دوسرے مین دوسرے مصرعہ کو بغیر کسی جاندار چیز کے شمول کے ظاہر کر دیتے تو اس تصویر کی رمزی (Symbolism) قوت بہت زیادہ ہو جاتی

(۶) چاہے ہے پھر کسی کو مقابل مین آرزو　　سرمہ سے تیز دشنۂ مژگان کئے ہوئے

نہ غالب کا یہ شعر درخور نقش ہونے کا اہل تھا اور نہ چغتائی اس مین کامیاب ہوئے ہین۔ یہ نقش صنعت کے حدود مین گیا ہے اور بجائے نقاش کے کسی صناع کے دماغ کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے

(۷) باوجود یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین　　ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم

چغتائی نے ہر چند اس شعر کو صرف یک رنگ خطوط مین نقش کیا ہے، لیکن مین نہین سمجھ سکتا کہ اس سے زیادہ تکمیل کے ساتھ یہ شعر منقوش ہو سکتا ہے۔ غالب نے پہلے مصرعہ کا جیسا زبردست ثبوت دوسرے مصرعہ مین دیا ہے وہ نہایت ہی بلند و عمیق نقاشی کا مقتضی تھا اور واقعہ یہ ہے کہ چغتائی نے پوری داد اس خیال کی دی ہے۔ چراغ کے دھوین کے پیچ و تاب سے "شبستان دل پروانہ" قایم کرنا اور پھر اس مین پروانون کی سوختگی و برشتگی کے ساتھ ان کی "نیمۂ داغ و نیمۂ خاکستر" حالت کو، چراغان کی صورت سے دکھانا، ایسی زبردست تخلیق فنی ہے کہ مشکل سے دوسری نظیر اس کی مل سکتی ہے

(۸) وہ فراق اور وہ وصال کہان　　وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

مین حیران ہون کہ چغتائی نے اس شعر کا انتخاب کیون کیا۔ اگرچہ تصویر ان کی اچھی تصویرون مین سے ہے اور محض مرقع مین داخل کرنے کے لئے غالب کے کسی موزون شعر کی جستجو ہوئی تھی تو کوئی دوسرا شعر تلاش کرتے۔ تصویر بری نہین ہے لیکن اس شعر نے اس کو بہت گرا دیا ہے

(۹) نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ　　اگر شراب نہین انتظار ساغر کھینچ

اس نقش مین سوائے اس کے کہ ایک خاتون کی حالت منتظرہ دکھا دی ہے اور کوئی خاص جذبہ ایسا پیدا نہین ہوتا جو غالب کے اس شعر کے مطابق ہو سکے

(۱۰) رو مین ہے رخش عمر کہان دیکھئے تھمے　　نے ہات باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین

یہ نقش بھی منجملہ ان چند نقوش کے ہے جن پر چغتائی کیا دنیا کے بہتر سے بہتر نقاش کو ناز ہو سکتا ہے۔ غالب نے دوسرے مصرعہ سے

پہلے مصرعہ کے مفہوم کو جسقدر وسیع مستحکم کر دیا ہے، وہ نقش کے لئے بھی ویسی ہی عمیق و بالغ نگاہ چاہتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ جو جلال (Sublimity) اس نقش مین پیدا کیا گیا ہے وہ اپنے مرکز، فضا اور ماحول کے لحاظ سے خیال کو اُس لانہایت (Infinity) تک لیجاتا ہے جو مشکل ہی سے غالب کے شعر سے سامنے آسکتا ہے۔ چغتائی کا یہ نقش ایک ایسا زائیدۂ خیال ہے کہ اگر اسے اُن کے عہد نقاشی کا سرمایۂ حیات قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا

(۱۱) - اس کے بعد ایک غیر متعلق تصویر ملکۂ صحرا کے عنوان سے دی گئی ہے، جو رنگین خطوط کے دوایر، زوایا اور انحنا خطوط کا ایک پاکیزہ مجموعہ ہے۔ صحرا میں جس کی فضائے بعید شرقی وضع کی گنبد دار عمارتوں سے ہلکے طور پر آباد نظر آتی ہے، ایک خاتون خاص انداز سے سہمی ہوئی بیٹھی ہے اس کی پشت پر ایک نہایت ہی حسین اونٹ گردن اٹھائے کسی دور کی چیز کو دیکھ رہا ہے، محمل کی آرائش اور حریری زیبائش اس کو ملکۂ صحرا ثابت کرنے مین پوری طرح مدد دے رہے ہین۔ تصویر صحرا ے نجد کی شہرۂ آفاق داستان لیلے و مجنون کو پوری تازگی کے ساتھ سامنے لے آتی ہے۔ اگر خاتون کا بائین ہاتھ (جو ضرورت سے زیادہ سکڑا ہوا معلوم ہوتا ہے) بڑھا کر محمل کے پردہ تک لیجایا جاتا اور اس لحاظ سے اس کی انداز نشست مین تغیر کر دیا جاتا، تو یہ تصویر بہت زیادہ رومانی ہو جاتی

(۱۲) ساقی بجلوہ، دشمن ایمان و آگہی

یہ مصرعہ نقش کے لئے انتخاب کے قابل نہ تھا اور اس لئے نقش مین بھی کوئی خاص بات نہین ہے چونکہ چغتائی صرف احساسی نقاش ہیں اس لئے وہ مادی قسم کی تصاویر مین کبھی کامیاب نہین ہوتے

(۱۳) آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

میرے نزدیک چغتائی کا یہ نقش ان کے بدترین نقوش مین شمار کئے جانے کے قابل ہے اور اس قدر سطحی طور پر اس کی تکمیل کی گئی ہے کہ مجھے حیرت ہوتی ہے انھون نے مرقع مین اسے کیون شامل کیا۔ اس مین ناکام رہنے کا وہی سبب ہے جو ابھی عرض کیا گیا

(۱۴) قطرہ مین دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو مین کل کھیل لڑکون کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

غالب کا یہ شعر بہت مشکل سے نقش پذیر ہو سکتا تھا، لیکن چغتائی اس مین پوری طرح کامیاب ہوئے ہین۔ اس شعر کے چار ٹکڑے ہین قطرہ مین دجلہ۔ جزو مین کل۔ کھیل لڑکون کا۔ دیدۂ بینا۔ اور یہ چارون حصے نہایت تکمیل کے ساتھ دکھائے ہین

بچہ بلبلے بنا بنا کے اڑا رہا ہے، اس کے ارد گرد کچھ کھلونے پڑے ہوئے ہین، ماں سامنے آنکھین بند کئے ہوئے دیدۂ بینا کی تصویر بنی ہوئی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس تصویر کی فضا، ماحول اور مرکز سب اپنی اپنی جگہ مکمل ہین اور سب کا امتزاج بھی ایک عجیب متاملانہ کیفیت پیدا کر دیتا ہے جو اصل روح ہے اس شعر کی

(۱۵) شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد شمع بجھتی ہے تو اس مین سے دھوان اُٹھتا ہے

اس شعر کو بھی پوری تکمیل کے ساتھ نقش کیا گیا ہے "بجھتی ہوئی شمع" اور "میرے بعد" ان دونون خیال کو ملا کر قبر سے ظاہر کرنا نہایت ہی مکمل تعبیر ہے۔ اسی طرح شعلۂ عشق کے سیہ پوش ہونے کے لئے سوگوار بیوہ کو قبر کے پائین متالم حالت مین دو زانو دکھانا

اور پھر تمام فضا مین ایک حزین والم آگین تاریکی پیدا کر کے اس خیال کو اور زیادہ گہرا کر دینا ، اسقدر عمیق خیال ہے کہ شاید ہی اس مین کوئی اور اضافہ ہو سکے

(۱۶) نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز — مین ہون اپنی شکست کی آواز

ہے جہان فکر کشید نہائے نقش روئے یار — ماہتاب ہالہ پیرا گردۂ تصویر ہے

دونون نقش بہت معمولی ہین اور کوئی قابل ذکر لمس مو قلم کا ان مین نہین پایا جاتا

(۱۷) دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو — میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

اچھا نقش ہے اور شعر کی تمام کیفیات کا حامل ہے - ایک مرد ضعیف چند بچون سے مخاطب ہے - ایک طرف بچون کا تمام لاعبانہ کیفیات کے ساتھ گردنین اُٹھا اُٹھا کر پیر مرد کو دیکھنا اور دوسری طرف پیری و اضمحلال کے تمام آثار و علائم کے ساتھ خمیدہ کمر لئے ہوئے بچون سے گفتگو کرنا خاص اثر پیدا کرتا ہے ، اس تصویر کی بیک گرونڈ اور رنگ کے انتخاب مین نہایت ماہرانہ ذوق سے کام کیا گیا ہے اور انھین دونون نے اس نقش مین جان ڈالی ہے

(۱۸) دیکھو اے ساکنان خطۂ پاک — اس کو کہتے ہین عالم آرائی

کہ زمین ہو گئی ہے سر تا سر — روکش سطح چرخ مینائی

اس نقش مین بھی کوئی قابل التفات بات نہین پائی جاتی

(۱۹) داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی — اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

چغتائی کا یہ نقش بھی غیر فانی ہے اور اسقدر زبردست رمزی (Symbolic) تصویر ہے کہ اس کی خوبی الفاظ سے ادا نہین ہو سکتی

(۲۰) جوش قدح سے بزم چراغان کئے ہوئے (۲۱) بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہائے گل

(۲۲) چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

(۲۳) گو ہات مین جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے — رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

سہ رنگی تصویرون مین قابل ذکر نہین

(۲۴) مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس — زلف سیاہ رخ پہ پریشان کئے ہوئے

(۲۵) سازیک ذرہ نہین فیض چمن سے بیکار — سایۂ لالۂ بیداغ سویدائے بہار

یک رنگی تصویرون مین معمولی چیزین ہین اور قابل ذکر نہین

(۲۶) یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل — گرمی بزم ہے اک رقص شرر ہونے تک

(۲۷) گلفشانیہائے ناز جلوہ کو کیا ہو گیا — خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہائے ہائے

یک رنگی تصاویر مین یہ دونون نہایت دلکش چیزین ہین۔ پہلے مین رقص شرر کی تعبیر اور دوسری تصویر مین خاک پر لالہ کاری کا رمز (Symbol) بہت عجیب و غریب ہے

غیر متعلق یک رنگی تصویرون مین (Solilaquy) (تکلم بالنفس) بھی نہایت ہی مکمل نقش ہے

اس مرقع کی ابتدا مین ایک صفحہ پر "الاعمال بالنیات" بھی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چغتائی اپنے ان نقوش پر "بازپرس محشر" سے خایف ہین اور "دفع دخل" کے طور پر پہلے ہی سے اس "حدیث" کو اپنا وکیل بنا کر پیش کئے دیتے ہین۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو چغتائی کے نقوش مین کہین کہین خامی و لغزش کا پایا جانا بے وجہ نہین اور جب تک وہ اس کو نمایش و عبادت سمجھکر اختیار نہ کرینگے کبھی کمال کی حد تک نہین پہونچ سکتے۔ یہ ہے نتیجہ اس تربیت کا جو ہمیشہ مذہب کو فنون لطیفہ کا دشمن بناتی ہے اور ایک فطری نقاش کو بھی اپنے فریب مین مبتلا کر کے "صراط مستقیم" سے ہٹا دیتی ہے

مین اپنی تفصیلی رائے مرقع چغتائی کے متعلق ظاہر کر چکا اور اس مین شک نہین کہ بہ حیثیت مجموعی وہ بہت قابل قدر چیز ہے، لیکن اسی سلسلہ مین مجھے اس حقیقت کے اظہار سے باز نہ رہنا چاہئے کہ چغتائی اگر چاہتے تو موضوع نقش کے لئے ان سے بہتر اشعار غالب کے ان کو ملسکتے تھے اور مین ان کو مخلصانہ مشورہ دونگا کہ آیندہ وہ اس مسئلہ کو نظرانداز نہ کرین۔ مثالاً مین چند اشعار غالب کے ایسے پیش کرتا ہون جو چغتائی کے مخصوص ذوق نقاشی کے لئے بہت موزون ہو سکتے ہین

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن　　بیٹھے رہین تصور جانان کئے ہوئے
کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب　　آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی
ناکامی نگاہ ہے برق نظارہ سوز　　تو وہ نہین کہ تجھ کو تماشہ کرے کوئی
سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے　　کہ دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے
ہان کھائیو مت فریب ہستی　　ہر چند کہین کہ ہے، نہین ہے
ہر قدم دوری منزل ہے نمایان مجھ سے　　میری رفتار سے بھاگے ہے بیابان مجھ سے
آغوش گل کشودہ برائے وداع ہے　　اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے
جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود　　پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے
شق ہو گیا ہے سینہ خوشا لذت فراغ　　تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

الغرض اس قسم کے بہت سے اشعار ملسکتے ہین جن کو خارجی و ذہنی (Subjective, objective) یا مادی و روحانی دونون قسم کی نقاشی کا موضوع زیادہ تکمیل و وضاحت کے ساتھ بنایا جا سکتا ہے مین نے جس اڈیشن کو دیکھ کر یہ تنقید کی ہے وہ ۔۔۔ کی قیمت کا ہے۔ پہلا اڈیشن ایک سو دس روپیہ کی قیمت کا بھی مین نے دیکھا ہے اور ان دونون مین کوئی زیادہ فرق نہین پایا جاتا۔ اخیر مین مجھے یہ بھی کہنا چاہئے کہ باوجود اس اہتمام کے بھی کہین کہین کتابت کی غلطیان باقی رہگئی ہین اگر ممکن ہو تو آیندہ اس نقص کو بھی دور کر دینا چاہئے۔

نیاز

مومن وکلام مومن

تمہید جس طرح شہرت" دلیل کمال نہین، اسی طرح "گمنامی" نقص کا ثبوت نہیں بن سکتی شہرت کے کئی اسباب ہوتے ہین

۱- طالب شہرت ایسے ذرایع اور تدابیر اختیار کرے کہ وہ مشہور ہوجاے چاہے حقیقت موئد شہرت ہو یا نہ ہو جیسا کہ آجکل عام طور پر ہو رہا ہے۔

۲- "حلقۂ شہرت" کے نزدیک جہ شہرت فضل وکمال نہ ہو بلکہ روایات اور پروپگنڈا ہون، اس کے افراد مین نقد وتنقید کی صلاحیت نہ ہو۔ انہین کے لئے "العوام کالانعام" کا حکم ہے

۳- کس کی شہرت یا گمنامی کسی خاص خیال اور غرض کے تحت مین ہو

۴- فضل وکمال کی بنیاد پر "شہرت" ہو، یہ اسوقت ممکن ہے جب "حلقۂ شہرت" مین فرق اور امتیاز جانچنے کا مادہ ہو

یہ جس طرح آج مفقود ہے، زمانہ سابق مین بھی کمیاب تھا فرق صرف اسقدر ہے کہ آج بیشتر وہ لوگ مشہور ہین جو پہلی اور دوسری دفعہ مین آتے ہین، پہلے اہل فضل وکمال بھی مشہور ہوتے تھے لیکن کم ایک زمانہ ایسا بھی ماننا پڑیگا جو صرف اہل فضل وکمال کا موئد تھا۔ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہرت اور گمنامی کی بنیاد اگر حقیقت پر نہ ہو تو اس کا وزن کہانتک قابل ذکر ہے؟ مبصرین اور عقلا کے نزدیک اسکی کچھ حقیقت نہین

اس مین شبہہ نہین کہ ۲ و ۳ صورتون نے بہترین فضل وکمال کا گلا گھونٹ کر ان لوگون کو روشناس کیا ہے جنکی چمک بالو کے ذرون سے نہیں ایسے مواقع کے لئے کہا گیا ہے (all that glitters is not gold) ہر چمکنے والی چیز سونا نہین ہوتی

جب کبھی قوم یا کسی ملک مین خیرہ نظری کی یہ صورت رونما ہوجائے کہ ہر چمکنے والی چیز سونا، چاندی، اور جواہرات سے تعبیر ہو تو سمجھنا چاہیے کہ اس کے دن اچھے نہین زمانے نے جن لوگون کو باوجود "فضل وکمال" ابھرنے نہ دیا ان مین حکیم مومن خان "مومن" بھی ہین حکیم مومن خان کو علوم وفنون کے ساتھ شاعری مین جس درجہ کمال تھا اسی قدر وہ محروم شہرت تھے اسباب گمنامی پر تذکرہ نویسون اور نقادون نے جسقدر تحقیق کی ہے بیشتر ناتمام اور تشنہ رہگئی ہے اسوقت تفصیل کے ساتھ اس پر بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

جس طرح "آفتاب بہت دنون تک بادل مین نہین رہتا اسی طرح "کمال" پردے مین رہنے کی تاب نہین لاتا ملک مین ایسی ہستیان بھی پیدا ہوگئین جو غالب اور ذوق کے نقار خانۂ شہرت مین مومن کے کمال کے لئے آواز طوطی بنگئیں

عرصہ سے مجھ کو خیال تھا کہ مومن کے کمال کو روشناس کرنا اردو شاعری پر بہت بڑا احسان ہے، مجھ کو اپنے اس خیال کی تائید حسرت موہانی سے ہوی کہ دنیاے شاعری مین "مومن" آفتاب تھے مین نے نواب عماد الملک مرحوم کی فرمایش اور محترم جناب مولوی

محمد عثمان صاحب فاروق وکیل کی تائید اور اصرار سے انتخاب کلام مومن کی شرح رسالہ العلم مین لکھنا شروع کی اس کے بعد بجبان مین افسوس ہے کہ تکملہ سے پہلے دونون رسالے بند ہو گئے اس اثنا مین "مومن" کے مویدین کی تعداد ملک مین بڑھتی گئی یہانتک کہ نیاز فتحپوری نے اپنے رسالہ نگار اور مولوی عبدالحق صاحب نے رسالہ اُردو مین مومن کی شاعری پر مبسوط مضامین لکھوائے، ان دونون رسالون مین اکثر غیر مشہور واقعات اور ضروری مواد یکجا ہو گئے، نیاز صاحب کے رسالے مین دادِ تحقیق یقیناً "زیادہ دیگئی - مومن کا کلام ابتک جو محروم شہرت رہا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ مومن اور اکثر شعرا کی طرح علام وفنون سے بے بہرہ نتھے بلکہ اہل فضل وکمال شعرا مین ان کا درجہ اکثر سے بلند ہے انھون نے شاعری کے جامہ مین علوم وفنون، کو اس طرح بھر دیا کہ دیکھنے اور سمجھنے والے چیستان سمجھنے لگے مثلاً کہین نجوم ہے، کہین جفر، کہین ریاضی ہے کہین فلسفہ، معانی وبیان کے اکثر مسائل کا ان کی غزلین مرقع ہین اس طرح کہ اگر ان کے اشعار ترتیب کے ساتھ یکجا کئے جائین تو یہ تمام مسائل مسلسل منضبط نظر آئین، معانی وبیان کے اعتبار سے ان کے کلام مین جو جواہر ہین ان کی تفصیل ملاحظہ فرمائیے اور "مومن" کے فضل وکمال اور اعجاز شاعری کو تسلیم کیجئے

تفصیل وتشریح

مثلاً کہتے ہین؟

۱- ہر جامہ ہے تیرا جلوہ لیکن دیکھا تو کہین نظر نہ آیا
تو واحد وبے نظیر وہمتا تو حاکم وخالق برایا
تجھ کو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل یان تک نقش دوئی مٹایا

پہلے دو شعر علم معانی کے مسئلہ "اسناد حقیقی عقلی" کے حامل ہین، اسناد حقیقی عقلی کی چار قسمین ہوتی ہین ان مین سے ایک وہ ہے جو واقعہ اور اعتقاد دونون کے مطابق ہو، اوصاف مذکورہ بہ اسلامی نقطۂ خیال سے اعتقاد بھی ہے اور انکی حقیقت بھی ہے تیسرے شعر مین علم کلام کا مسلم مسئلہ بیان کیا ہے کہ خدا کا مثل نہین "قل ہو اللہ" کی اس آیت کی طرف تلمیح ہے وَلَمْ یَکُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ (اس کا کوئی مثل نہین) اس مسئلہ خشک کو غزل کی رنگینی مین بیان کرنا "مومن" کا کمال ہے

اسکو بھی سمجھ لینا چاہئے، کہ مومن کرّے مسلمان تھے

۲- مسندالیہ کی تعریف علمیت کے ساتھ اس طرح کہ اظہار تعظیم کے لئے نظر ہو

تری غلامی کی دولت سے خاک پائے ہلال سفیدۂ رخ فغفور چین وقیصر روس

یہ شعر نعت مین ہے، انصاف کیجئے لغت کا یہ مضمون آقائے دو عالم کے غلام کی شان کہان پہونچا تا ہے

۳- اظہار علمیت سے علم کا کنایہ اصلی معنی کی طرف بھی ہوتا ہے:-

آج ہوتا کمال تو کہتا اب تخلص مرا ہے نقصانی

کمال شاعر ایرانی کا تخلص ہے یہان اصلی معنی مین استعمال ہوا

گر ترے کوچہ سے وہی کعبہ کو نسبت کیا گناہ — مومن آخر تھے کبھی اے بندۂ اسلام ہم

اس قسم کی رعایت «مومن» کے اکثر مقطعون مین ہے

تیسرا شعر دیکھئے۔

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال دین — مومن نہ ہون جو ربط رکھین بدعتی سے ہم

اکثر جگہ مومن نے ایک ایک شعر مین مختلف اور متعدد مسائل بیان کئے ہین، معانی و بیان بھی، فلسفہ و کلام بھی، لفظی رعایت بھی معنوی خوبی بھی پھر لطف یہ کہ روانی اور تغزل کو ہاتھ سے جانے نہین دیا

۴۔ کبھی علم کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ سامع کے دل مین رحم آجائے ؎

کہ ترے صدقے مری جان مومن — جانِ مومن ترے قربان مومن

دوسرا شعر ہے۔

مومن زار کہ تھا گرم بیان — سوزش سینہ سے تھا شعلہ فشان

۵۔ مسند الیہ کی تعریف موصول بنا کر ہو اس کے ایک قسم مین اشارہ ہوتا ہے کہ فلان خبر ایسی ہو گی ؎

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو — وہی وعدہ یعنی نباہ کا تمھین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

۶۔ مسند الیہ نکرہ ہوتا ہے اور تنکیر سے تجدید مقصود ہوتی ہے ؎

کوئی کہتا ہے حاشا ہے یہ گرمی غب خالص کی — اسی جانسوز شعلے نے دھوان دل کا اڑایا ہے

کوئی کہتا ہے ترکیب اور غالب خلط بلغم ہے — رطوبت گر نہین تو کیون پسینے مین نہایا ہے

پہلے شعر مین بیان مسئلہ کے ساتھ الفاظ کی نشست اور معنوی تناسب کو بھی ہاتھ سے جانے نہین دیا ہے، دوسرے شعر مین طب کا معرکتہ الآرا مسئلہ بیان کر کے تشریح مزاج انسانی بھی کی ہے

۷۔ مسند الیہ موصوف ہوتا ہے اور صفت اس کی توضیح کرتی ہے ؎

اڑتے ہی رنگ رخ مرا نظرون سے تھا نہان — اس مرغ پر شکستہ کی پرواز دیکھتا

مرغ کی صفت پر شکستہ اس لئے ذکر کی ہے کہ بیان پرواز مین ندرت ہو۔

۸۔ مسند الیہ کے عطف سے حصر پیدا ہوتا ہے، کوئی دوسرا تیسرا سمجھا نہین جاتا ؎

عشق کے دیکھے ہین ہم نے عالم — عشق جانے ہمین اور عشق کو ہم

۹۔ معطوف اور معطوف علیہ مین التزام ہوتا ہے ؎

بعد یک چندے گر خدا چاہے — مین ہون اور تیرے در کی دربانی

۱۰- مسند الیہ کے عطف سے تعجب اور حیرت کا اظہار ہوتا ہے ؎

مومن اور عشق بتان اے پیر و مرشد خیر ہے
یہ ذکر اور منہ آپ کا صاحب خدا کا نام لو

دوسرا شعر دیکھئے ؎

در تبخانہ و عشق بتان اور آپ اے مومن
یہ حضرت آگئی اکبار کیا طبع مقدس مین

۱۱- مسند الیہ پر اس لئے عطف کیا جاتا ہے کہ مخاطب راہ خطا سے صواب کی طرف پھیرا جاے ؎

قابل رشک تھی خوے ستم آرا نہ کہ مین
لائق سہو تھی یہ رنجش بیجا نہ کہ مین

۱۲- متکلم شک مین ہوتا ہے اس وجہ سے عطف کیا جاتا ہے کہ مخاطب کو شک ہوجائے ؎

نکتہ سنجون سے جی مین ہے پوچھون
کہ مین شہری ہون یا بیابانی

۱۳- صنعت التفات مین تکلم سے خطاب کی طرف التفات عام طور پر اور شعرا نے بھی استعمال کیا ہے لیکن مومن کا رنگ بالکل جداگانہ ہے، یہ صنعت قرآن پاک مین بہت ہے ؎

رکھے مجھکو جیسا مین اسکو عزیز
نہ معشوق و عاشق مین ہووے تمیز

نہین اب چپ کہ مومن دعا ہو چکی
بہت زاری و التجا ہو چکی

مثنوی کے اشعار ہین

۱۴- خطاب سے غیبت کی طرف التفات۔

مومن اب ختم کر دعا پہ سخن
تا کجا لا فہاے طولانی

۱۵- ایک غزل مین خطاب، تکلم، غیبت اور تکلم دونون ؎

غیر کو سینہ کہے سے سیم بر دکھلا دیا
تمنے کیا کچھ کس کو اتنی بات پر دکھلا دیا

زرد منہ دکھلا دیا غم کا اثر دکھلا دیا
آج ہم نے اس کو اپنا زور و زر دکھلا دیا

صبح سے تعریف ہے صبر و سکون غیر کی
کس نے شب مجھکو تڑپتے بیش در دکھلا دیا

موت کے صدقے کہ وہ بے پردہ آئے لاش پر
جو نہ دیکھا تھا تماشا عمر بھر دکھلا دیا

پہلے شعر مین خطاب دوسرے تیسرے مین تکلم ہے چوتھے مین تکلم اور غیبت دونون

۱۶- اضمار قبل ذکر کبھی ناپسندیدگی اور کراہیت کی بنیاد پر ہوتا ہے:-

وہ ہے خالی تو یہ خالی یہ بھرے تو وہ بھرے
کاسۂ عمر عدو حلقۂ آغوش ہوا

۱۷- تقئید مسند فعلی بالشرط کبھی تجاہل عارفانہ کے ساتھ ہوتی ہے ؎

نچوڑ دینگے ہم اپنا دامن تر
جہنم مین ہے اے واعظ اگر آگ

۱۸- مخاطب کے اعتقاد کے مطابق کلام کیا جاتا ہے

گردیتی ہون اس مین دم مین تجھکو   ہو تیغِ علی کی مار مجھکو +

مومن کی مثنوی کا شعر ہے

۱۹- ماضی وحال کے ساتھ اگر مسند فعلی کی تقیید شرط کے ساتھ ہو تو اس سے یقین مراد ہوتا ہے

جب سے گئے وہ ادھر نہین یاد کیا   پوچھی نہین کچھ خبر نہین یاد کیا

۲۰- نکتۂ بدیعی کی وجہ سے شرط کے بعد جزا مین صیغۂ ماضی استعمال کیا جاتا ہے۔

بالطبع گر کرم ہو تو مفلس بھی ہے کریم   ہوتا ہے سائے کو شجر بے ثمر سے فیض

۲۱- ذکر شرط سے تفاول منظور ہوتا ہے ؎

ہو حق وفا ادا قضا نے چاہا   کعبے کا سفر بخت رسانے چاہا
ہے ترک علاج ان بتون کا مومن   دیکھو چاہین گے گر خدا نے چاہا

ایک مسلمان کو ہر دم انشاءاللہ کہنا چاہئے، مومن نے اس مسئلہ کا بھی ذکر کر دیا ہے

۲۲- مقام تعظیم مین مسند کا صرف ؎

اللہ رے تیری بے نیازی   یعقوب کو مدتون رُلایا

۲۳- تنکیر مسند مین مقصود بالتمثیل سائل ہوتا ہے مگر سائل کا حصر مسند الیہ پر منظور نہین ہوتا اور نہ سائل کا تعین مقصود ہوتا [illegible] اسکی صورت یہ ہوتی ہے ؎

کب تلک چشم سے خون ہو جاری   کب تلک درد کرے دلداری

۲۴- کبھی تفخیم کا فائدہ ہوتا ہے ؎

سچ ہے کہ یہ ایک بیوفا ہین   جتنے ہین حسین بری بلا ہین

۲۵- تقدیم مسند اہمیت کی وجہ سے ؎

بیٹھین نہ اسے یہ کھول کر بال   روویں نہ یہ منہ پہ دھر کے رومال

۲۶- کبھی اس لئے تقدیم ہوتی ہے کہ برائی کے اظہار مین عجلت ہو

کوئی اس دور مین جیے کیونکر   ملک الموت ہے ہر ایک بشر

۲۷- متعلقات فعل مین مفعول کی شان کا اہتمام اس طرح مدنظر ہوتا ہے

تجھ کو بھی نہ کہہ سکین ترا مثل   یان تک نقش دوئی مٹایا

یہ شعر ایک جگہ اور دوسری خصوصیات کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے

۲۸- موصوف پر صفت کا قصد ہ

لائقِ جور و جفا ہے وہ نہ مین   مفتری فتنہ بلا ہے وہ نہ مین

۲۹- قصر کی ایک صورت یہ ہوتی ہے کہ اس سے اعتقاد باطل ہو جائے تو

نہ وہ خالق ہے مگر ہے اثر باعث خلق   نہ وہ رازق ہے مگر قاسم رزقِ مقسوم

اس صفت مین انکار سے اقرار کا ثبوت ہوتا ہے

۳۰- قصر کے لئے الفاظ معتین ہین ان مین ایک "تنہا" بھی ہے

تھا مین اس گھات مین کہ گر اک آن   ملے تنہا وہ راحتِ دل و جان

بیان انشا

۳۱- انشا مین ایک چیز تمنا ہوتی ہے تمنا چاہے ممکن الحصول شے کی ہو یا محال عقلی کی:

پہونچتے وان تو اس پردہ نشین کو دیکھے   کاش ہوتے چشمِ نرگس دیدۂ بادام ہم

۳۲- استفہام کے لئے الفاظ "کیون"، "کس لئے" بھی آتے ہین

کہون گر غیر سے مت مل تو کہے طعن سے رُک کر   یہ کیون؟ کس واسطے؟ ہم ایسے تیرے ہوگئے بس مین

۳۳- استفہام سے تعین زمانہ اس طرح ہوتا ہے۔

عمر رفتہ کی جستجو کب تک   اپنے مرنے کی آرزو کب تک

۳۴- استفہام سے تعریف و تحسین مطلوب ہوتی ہے ؎   کیا تن نہ خاک اللہ اللہ   کیا صورتِ پاک اللہ اللہ

۳۵- استفہام سے تفصیل مطلوب ہوتی ہے ؎   کیا کرون اللہ سب ہین بے اثر   ولولہ کیا نالہ کیا فریاد کیا

۳۶- استفہام سے حسرت و افسوس مراد ہوتا ہے ؎

کہان وہ ربط بتان اب کہ اس کو تو مومن   ہزارون سال ہوے سیکڑون برس گزرے

۳۷- صیغہ امر دعا کے لئے ؎

خدایا لشکر اسلام تک پہونچا کہ آ پہونچا   لبون پر دم بلا ہے جوش خون شوق شہادت کا

۳۸- فصل و وصل کے سلسلے مین معطوف اور معطوف علیہ کی صورت

نالہ اک دم مین اڑا ڈالے دھوین   چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا

۳۹- کمالِ اتصال ہو ؎

کہا اس بت سے، جب، مرتا ہے مومن   کہا مین کیا کرون مرضی خدا کی

۴۰- جملہ حالیہ مین ایک جملہ مین ثبوت اور دوسرے مین تجدد مقصود

کب گل کھلے گا دیکھئے ہے فصل گل سے دور   اور سوے دشت بھاگتے ہین کچھ ابھی سے ہم

ایجاز و اطناب

۴۱۔ مساوات ؎ تم مرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہین ہوتا

۴۲۔ تطویل ؎ نہ جاؤنگا کبھی جنت مین مین نہ جاؤنگا — اگر نہوے گا نقشہ تمھارے گھر کا سا

۴۳۔ اطناب بہ شکل اعتراض تہدید کے لئے ؎

ہم نکالینگے سُن اے موج ہوا بل تیرا — اس کی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

علم بیان

۴۴۔ مشبہ اور مشبہ بہ حسی جس کا تعلق حس سامعہ سے ہے

دمِ مصاف ترے دشمنون کے لشکر مین — صدائے نوحہ وشیون ہے شور و غلغل کوس

۴۵۔ مشبہ اور مشبہ بہ حس ذائقہ کے متعلق ؎

جھوٹی شراب اپنی مجھے مرتے دم تو دے — یہ آب تلخ شربت قند و نبات ہے

۴۶۔ مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی

بات کرنے مین رقیبون سے ابھی ٹوٹ گیا — دل بھی شاید اسی بدعہد کا پیمان ہوگا

۴۷۔ مشبہ عقلی اور مشبہ بہ حسی

رنگینی بزم کا بند ہا دھیان — جون بوے گل اُڑگئے سب اوسان

۴۸۔ وجہ شبہ واحد حسی ؎ بادہ کش ایسی تلخ کام کہ ہے — کفِ مار سیہ مئی احمر

۴۹۔ مشبہ اور مشبہ بہ عقلی ؎ رکھے مجھ کو جیسا مین اسکو عزیز — نہ معشوق و عاشق مین ہوئے تمیز

دوسرا شعر — عیش وطن اندوہِ غریبان — دستِ جنون سے چاک گریبان

۵۰۔ وجہ شبہ متعدد ؎ بار انداز ہوا رو زِ سفید — نکلی وہ گھر سے کہ نکلا خورشید

۵۱۔ غرض تشبیہ — اک داغ سیاہ خال ساتھا — یہ لطفِ فغان شعلہ زا تھا

۵۲۔ غرض تشبیہ سے لاغری مقصود ہے۔ یہ حالتِ قامتِ خمیدہ — جیسے شجرِ خزان رسیدہ

۵۳۔ تشبیہ سے غرض ہجو — نفس اجل تصویر و باتھی — صورتِ فتنہ شکل بلا تھی

بات مین وہ آواز مسلسل — صور کا جیسے نفخۂ اول

۵۴۔ تشبیہ سے مشبہ بہ کی شان ظاہر کیجاتی ہے اسکو اظہار مطلوب کہتے ہین

صورت وہی عظمت وہی گردش وہی گیتی — حیران ہے کہ یہ چرخ ہے یا آبلہ اپنا

۵۵۔ حرف تشبیہ "جون" سے مشبہ اور مشبہ بہ ایک دوسرے کے عین سمجھے جاتے ہین

گاہ آوازِ خوش سنا دینا جون سحر گاہ مسکرا دینا

۵۶- تشبیہ قریب لبریز بہار صد جنون تھا ہر سنگ وہان کا بے ستون تھا

۵۷- تشبیہ مفصل دُرد شراب و سختی قاتل تلخ سخن مانند ہلاہل

۵۸- تشبیہ مجمل داغ اس کے زبس مثال گل تھے تھے ہاتھ کہان نہالِ گل تھے

۵۹- وجہ شبہ پوشیدہ ہے رگِ خواب سے غفلت محسوس ہو گئی طرز تجاہل کا بوس

۶۰- صرف وصفِ مشبہ مذکور ہو۔ تھی پشت خمیدہ یا کمان تھی تھا تیر کہ آہ خونچکان تھی

۶۱- تشبیہ کفایہ ابر رحمت تپ عذاب الیم سایہ نادر احتراق جحیم

استعارہ

۶۲- استعارہ غیر متعارف دشمن مومن رہے ہے بت سدا مجھ سے مرے نام نے یہ کیا کیا

۶۳- وجہ جامع

در نایاب تو کیا خاک سے بھی منہ نہ بھرے جس کے در پر مین کردن لولوے شاداب نثار

۶۴- طرفین استعار اور مستعار لہ کا حسی ہونا ہے مجھے بھی خیال طوف حرم خضر رہ گر ہو فضل رحمانی

۶۵- مستعار لہ اور مستعار منہ حسی

اے غارتِ جان و جانِ مومن اے آفت خان و مانِ مومن

۶۶- شبہ فعل مین استعارہ

خندہ زن کس کا ہوا زخمِ دل درد شدتِ گریہ مرنہان کیون ہے

۶۷- کبھی مضاف الیہ سے استعارے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے ساقیا زہر پلا دے مجھ کو شربتِ گ چکھا دے مجھ کو

۶۸- اقرار ہے صاف آپ کے انکار سے ظاہر ہے مستی شب نرگس میخوار سے ظاہر

آنکھ کا استعارہ نرگس سے کرکے آنکھ کے مناسب مستی اور بیخودی کا ذکر کیا ہے

۶۹- استعارہ بالکنایہ

لطف سے اس کے زمین غیرت باغ فردوس خلق سے اس کے زمان رشک دکان عطار

۷۰- استعارہ تخئیلیہ

ہان جوشِ تپش چھپٹ چلی جاے کہ پر تو جھڑ جائینگے فرسودہ اگر دام نہ ہوگا

۷۱- مجازِ مرسل مین جو لفظ سبب کے واسطے موضوع ہو اس کو مسبب پر استعمال کرین۔

ساقیا دے جلک آب آتش رنگ گرم و سردِ زمانہ سے ہون تنگ

۷۲۔ کنایہ کی تصریح ے

چاک پردہ سے یہ غمزے ہین نواے پردہ نشین
ایک مین کیا کہ سبھی چاک گریبان ہون گے

۷۳۔ خون کے میرے ارادہ سے ہوا ذابح سعد
قتل پر میرے کمر باندھے یہ شکل جبّار

سعد ذابح سے قمر کی بائیسوین منزل مراد ہے ے

۷۴۔ وہ قہرمان فلک توسن و نجوم حشم
کہ ترکِ چرخ غلام اس کا مہر جاکر ہے

بترکِ چرخ مریخ سے کنایہ ہے۔

۷۵۔ کنایہ قریب ے

مو سفیدی کے قریب اور ہے غفلت مومن
نیند آتی ہے بہ آرام مگر آخر شب

۷۶۔ تعریض ے

مین ہی تو رہا ہون کہین شب سرخوش و خرم
مین نے ہی تو کی بادہ کشی غیر سے باہم

۷۷۔ رمز ے بیٹھین لبِ آب جو پہ اکدم
ہو نچائین سبو سبو پہ اکدم

علمِ بدیع

۷۸۔ تجنیس تام مماثل ے

یوسف سے عزیز کو کئی سال
زندانِ عزیز مین پھنسایا

۷۹۔ تجنیس مرکب مفروق ے

وان سے جواب صاف ہی لائی
بات بنائی پر نہ بن آئی

۸۰۔ تجنیس زائد و ناقص ے

ہم نکالین گے سُن اے موجِ ہوا بل تیرا
اسکی زلفون کے اگر بال پریشان ہونگے

۸۱۔ تجنیس مضارع ے

بن ترے بزم سور مین ہین یہ قیامتین کہ ہے
نغمۂ صور کا اثر نغمۂ نے نواز مین

صور اور سور مین تجنیس مضارع ہے

۸۲۔ تجنیس لاحق ے

سرمۂ تسخیر سے ہم خود مسخر کیون نہ ہون
آنکھ کی پتلی جو تھی جادو کا پتلا بن گیا

۸۳۔ صنعت شبہ استقاق ے

کیا کیا جلی ہے بزم مین تجھ بن نہ جب پھرے
پروانے شمع شعلہ شمائل کے آس پاس

۸۴- ردالعجز علی الصدا مع تکرار ؎

دل اکی بار ہوا ایسی پہ جگہ مائل — کہ جان کو بھی ٹھکانے لگا رکھے کا دل

۸۵- ردالعجز علی الحشو مع الاشتقاق

ہے طبع مین ہر روز فزون رنج فزائی — اپنے مین سماتے نہین کیا دل مین سمائی

۸۶- صنعت سیاق الاعداد ؎

جز نہ سپہر ہین۔ مرے دشمن تو اور بھی — لیکن بڑے غضب یہی دو تین چار ہین

۸۷- صنعت معما ؎

کیفیتِ وصال بس اب کچھ نہین رہی — کیونکر نہ ہون ملول میں شب کچھ نہین رہی

شب کے معنے رات کے ہین عربی مین لیل کہتے ہین، الفاظ ملول مین سے لیل نکالا مومن رہگیا۔

۸۸- صنعتِ لغز ؎

نہ بولے وہ جب تک کہ کوئی بولائے — نہ لفظ اور معنی سمجھ مین کچھ آئے — شب و روز غوغا مچایا کرے — اسی طرح سے مار کھایا کرے

اس لغز یا پہیلی سے گھڑیال مراد ہے

صنائع معنوی

۸۹- طباق ایجابی ؎

جب تلک باعثِ نشاط و ملال — ہے وصال و فراق جانانی

۹۰- طباق سلبی ؎ — بات اپنی وہان نہ جمنے دی — اپنے نقشے جمائے لوگون نے

۹۱- صنعت تشابہ الاطراف ؎

زبان گنگ ہے عشق مین گوش کرے — برا سنتے سنتے بھلا کہتے کہتے

۹۲- صنعتِ ارصاد ؎

غیر بیمروت ہے آنکھ وہ دکھا دیکھین — زہر چشم دکھلائین پھر ذرا مزا دیکھین

کچھ نظر نہین آتا آنکھ لگتے ہی ناصح — گر یقین نہین حضرت آپ بھی لگا دیکھین

۹۳- صنعت تجرید ؎ — سوزِ غضب سے ہے کرۂ نار سینے مین — اک مشتِ خاک در پئے کین اے فلک دریغ

۹۴- صنعتِ مقابلہ ؎ — ہون مین سیہ روز کہ وہ شمع رو — شام کو آیا تھا سحر کر گیا

۹۵- صنعت تجاہل عارفانہ ؎

تارے آنکھیں جھپک رہے تھے — تھا بام پہ کون جلوہ گر رات

۹۶۔ صنعت جمع وتفریق ؎ آئینہ ہے صفاے دل میرا ۔ کیا ہوا گر نہین ہے حیرانی

دوست کرتے ہین ملامت غیر کرتے ہین گلہ ۔ کیا قیامت ہے مجھی کو سب برا کہنے کو ہین

۹۷۔ صنعت رجوع ؎ خنجر تھا الٰہی یا زبان تھی ۔ خنجر سے زیادہ تر روان تھی

۹۸۔ حسن التعلیل ؎ خمیدہ کس لئے تو آسمان ہے تجھے بھلا ۔ نہ تھا ازل سے جو مد نظر ترا پابوس

۹۹۔ احتجاج بدلیل ؎ شبہ کیا عصمت بخت جگر احمد مین ۔ جب مسلم ہے کہ معصوم ہے جزو معصوم

۱۰۰۔ صنعت ادماج ؎ تیرا اقبال روز افزون ہو ۔ جیسے مومن پہ فضل رحمانی

۱۰۱۔ تبلیغ ؎ دم مصاف ترے دشمنوکے لشکر مین ۔ صداے نوحہ وشیون ہے شور غلغل کوس

۱۰۲۔ رعزق۔ (مبالغہ قریب العقل لعبید العادت کا نام ہے) ؎ گرگ نے دور عدل مین اس کے ۔ سیکھلی راہ ورسم چوپانی

۱۰۳۔ صنعت تعجب ؎

زخم کھایا زہر کھایا تو بھی کچھ ہوتا نہین ۔ دیر گزری مرگ کو کیا جانئے کیا ہو گیا

۱۰۴۔ صنعت تلمیح ؎ ہر آہ کہ لب پہ ہے شرر ریز ۔ دیپک کا ہے نغمۂ جنون خیز

اس تفصیلی بیان کے سلسلے مین یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ "مومن" نے اُن صنایع وبدایع لفظی ومعنوی کو لیا ہے جو فصاحت اور بلاغت کے اعتبار سے مستحسن اور پسندیدہ ہین اور غیر پسندیدہ صنایع سے سخت احتراز کیا ہے۔ یہ صنائع اور بدایع وہ ہین جو روانی کلام میں خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں

باقی "کیفی چریاکوٹی"

کلیات ودواوین (اُردو)

دیوان میر حسن دہلوی ۔ نہایت درد انگیز کلام ہے ــــــ ۱؎ ۸

دیوان مردان صفی تصوف کا رنگ کوٹ کوٹ بھر دیا گیا ہے ۔ ۵؎

کلیات مومن ۔ معہ تصاویر ومثنویات ــــــ عـــہ ۸

کلیات ظفر ۔ ہر چہار جلد کامل دو جلد ۱۲/۶

دیوان ناسخ استعارات وتشبیہ مین انکا کلام اپنی آپ نظیر ہے ــــــ عـــہ ۸

مسٹر رینالڈز کے انگریزی ناولون کے ترجمے

فسانہ الہ دین ولیلی ۔ مشہور ناول اسٹار آف منگریلیا کا ترجمہ رنگین داستانون کے ضمن مین بہشت دوزخ کی سیر کرائی ہے پڑھکر دل دہڑک جاتا ہے ۔ مترجمہ منشی امیر حسین صاحب تحصیلدار ۔ کاکوری قیمت ــــــ عـــہ ۱۲/۸

فریب حسن ناول فاسٹ کا اردو ترجمہ جس مین قصہ کے پیرایہ مین بدکردارون کے زبون نتائج دکھائے گئے ہین ۔ عـــہ ۱۲/۸ (مینیجر نگار)

مرد اور عورت!

ابتکار و تقلید مین!!

کیا فریقین قوائے عقلی مین برابر ہین؟

اپنی رفیقۂ حیات یا اپنی عزیز محبوبہ کسی سے بھی فریقین کی حقیقت کے متعلق مباحثہ کرو تو وہ اس امر کا اعتراف کرینگی کہ مستورات مردون کے مقابلہ مین عموماً قد کی چھوٹی، وزن مین ہلکی، عضلات کی کمزور، اور مصیبت کے وقت بے صبر ہوتی ہین، لیکن اگر ان سے تم اس امر کا اعتراف کرانا چاہو کہ وہ فہم و ذکا، کے میدان مین بھی مردون سے پیچھے ہوتی ہین - تو یہ ان کے لئے ایک ناقابل تسلیم حقیقت ہوگی

عورتون کے مقابلہ مین مردونکے تفوق عقلی پر زمانہ قدیم سے سب کا اتفاق چلا آتا ہے چنانچہ اسی وجہ سے لوگون نے جنس لطیف کو ناقص العقل کہنا شروع کر دیا لیکن حقیقت مین اسوقت مستورات کا جو طبقہ قیود ماضی کی بیڑیون سے آزاد ہو چکا ہے - اور واقعی معنو مین زندگی کے تمام شعبون مین مکمل طور سے آزاد ہے، اس کے حیرت انگیز کارنامے، مردون کے تفوق عقلی کے اس خیالی دعوی کی بنیاد کو بہت کچھ کمزور بنا رہے ہین

پھر اصل معاملہ کی واقعی حقیقت کیا ہے؟ کیا مرد و عورت دونون قوائے عقلی من ایک ہی طبقہ کے دو مساوی فرد ہین؟ جرمن کا مشہور فلسفی کانٹ کیزرلنگ، آخری دنون مین جب امریکہ کی زیارت کے لئے گیا، تو اسنے وہان تحول اجتماعی کے جو روح پرور مناظر دیکھے، انکو اپنے لفظون مین اس طرح بیان کرتا ہے - مین نے امریکہ مین جہان دیکھا، جن جن شعبون مین دیکھا اکثریت اور غلبہ جنس لطیف ہی کو حاصل تھا"

جرمن فلسفی کی یہ رائے حقیقت مین مشاہدہ پر مبنی ہے - اور یہ ضروری نہین کہ ہر مشاہدہ حقیقت کے مطابق ہو - کبھی مشاہدہ واقعی بھی ہوتا ہے اور کبھی حقیقت و امتحان اسکی تائید نہین کرتے، علامہ پاپز پروفیسر جامعۂ کورنل (امریکہ) نے البتہ اس موضوع پر ایک علمی بحث کی ہے، جو نفس مسئلہ پر بہت کچھ روشنی ڈالتی ہے - پاپز نے ہلین گارڈنز مشہور زعیمۂ نسوان کے دماغ کی علمی طریقہ پر باریک تحقیقات کی تو انکو ثابت ہوا کہ عورت، کا دماغ رتبہ اور مرتبہ مین مرد کے دماغ سے نہ چھوٹا ہوتا ہے نہ کمزور، چنانچہ مسز گارڈنز کے دماغ کا مسٹر ویلڈر موسس جامعہ کورنل کے دماغ سے موازنہ کیا گیا تو دونون پلڑے برابر رہے، حالانکہ ان دونون دماغون کا وزن صرف ۱۱۵۰ گرام تھا جو عام دماغون کے توسط وزن سے بھی کم ہے - اکابر رجال کے دماغ کا وزن عموماً ۱۳۰۰ یا ۱۴۰۰ گرام ہوتا ہے - تاریخ مین صرف تین شخص ہین، جن کے دماغ کا وزن ۲۰۰۰ گرام تھا، انمین سب سے زیادہ مشہور روس کا نامور قصہ گو تورجنیو ہے

جامعۂ کورنل وامریکہ، مین دماغی مسائل کی تحقیقات کے لئے مشاہیر حکما کی کھوپڑیان نہایت احتیاط کے ساتھ محفوظ رکھی

جاتی ہین ۔امریکہ کا یہ خاص طریقہ ہے کہ مشہور ہستیان اپنی حیات مین وصیت کرجاتی ہین کہ مرنیکے بعد ہمارے دماغ اس یونیورسٹی کے سپرد کردے جائین، چنانچہ یہ مبارک رسم ابتک جاری ہے۔ اور اسی رسم کے مطابق مسز گارڈنر نے بھی اپنے دماغ کو اسی مجموعہ مین شامل کرنے کی حاتمانہ وصیت کی تھی،

پاپیز نے جب مسز موصوفہ کے دماغ کی نوعی تحلیل کی تو انکو ثابت ہوا کہ اس قسم کے دماغون مین مادۂ سنجابیہ کی مقدار زیادہ ہوتی ہے لیکن کسی شخص کے سر کی بڑائی یا چھوٹائی سے اس شخص کے فہم و ذکاء کو قیاس کرنا ایک نا قابل توجہ بات ہے۔ حجم سر یا دماغ کے وزن سے مرد کی ذکاوت کا صحیح اندازہ لگانا ہماری استطاعت اور بس کے حدود سے باہر ہے

تاریخی حیثیت سے جامعۂ کولمبیا کے مشہور پروفیسر استاذ کیٹیل ماہر فلسفہ عقلیات نے ایک ہزار مشہور تاریخی نوابغ کے سیر و حالات جمع کئے تو انکو معلوم ہوا کہ ان نوابغ کی صف مین اکتیس ۳۱ خواتین بھی مردون کے دوش بدوش موجود ہین، ڈاکٹر کیٹیل کی فہرست نوابغات مین گیارہ فرمانروا شاہزادیان ہین جنکو سلطنت و جہانبانی وراثتہً ملی تھی، اور ۸ حسن و جمال، خوبی و شمائل کی پاک دیویان ہین ۱۰، ادب و لٹریچر کی ماہرہ ہین، دو باقیات الصالحات پر، ایک یونان کی مشہور شاعرہ سافو اور دوسری جان ڈارک فرانس کی بطلۂ مقدسہ ہے،

خواتین شہیرات کے سوانح حیات مین غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انھون نے مختلف لائنون مین مردون کے مقابلہ نمایان کامیابی حاصل کی ہے، اس تاریخی شہادت سے یہ پتا چلتا ہے کہ انسانی عقل و فکر کی ترقی کے میدان مین مستورات نے مردون کے ساتھ چلنے کی کوشش ہی نہین کی، ورنہ اس میدان مین مردون کے بھدے پانوُن، عورتون کے ہلکے قدمون سے بازی نہ لیجاتے

لیکن پھر یہ سوال ہوتا ہے کہ کیون مستورات مین نبوغ بہت کم پایا جاتا ہے؟ بعض مرد اس کا یہ جواب دیتے ہین کہ "اسلئے اور صرف اسلئے کہ فہم و ذکاء مین مستورات مردون سے کمزور ہوتی ہین" لیکن مردون کا یہ جواب حقیقت مین غبار سے خالی نہین، جنس لطیف اسکا یون رد کرسکتی ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر مردون نے یہ کیسے ثابت کیا کہ مدارس مین طالبات کی ذکاوت کا درجہ طلباء سے کہین زیادہ بلند ہوتا ہے۔ اور جنسین مین بلندی دستی کا یہ انداز سنّ مراہقت تک باقی رہتا ہے۔ مراہقت کے بعد البتہ مرد عورت سے آگے نکل جاتے ہین۔ باقی بلوغ کے پہلے اور اس کے بعد فریقین کے فہم و ذکاء کا اوسط کم از کم متقارب ہوتا ہے،

ماہرین فن نے جنسین کی طالب علمانہ زندگی پر غور کیا تو انکو ثابت ہوا کہ جن دروس و اسباق مین تفکیر و تحلیل، اور ابتکار کی زیادہ ضرورت نہین ہوتی، انمین مستورات زیادہ تیز ہوتی ہین۔ وہ ضروری باتین بلا کسی تردد یا حیرت کے اپنے حافظے کے اعتماد پر فوراً یاد کرلیتی ہین انکو اسباب و علل کے اختلافات سے کچھ سروکار نہین ہوتا۔ درجات مدارس کے حصول مین ان کے غیر معمولی تفوق کا یہی اصلی راز ہے۔ اور نوجوان طلبہ چونکہ ہر چیز کی علت اور اسباب ڈھونڈھتے پھرتے ہین۔ اسی لئے وہ ہمیشہ متحیر اور متسائل نظر آتے ہین۔ اور یہی وجہ ہے کہ جن اسباق مین بحث و مقارنہ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے (جیسے طبیعیات، تاریخ، اور کیمیا وغیرہ) انمین یہ زیادہ ممتاز ہوتے ہین۔ مختصر یہ کہ مرد کی امتیازی خصوصیت صرف اعمال قدیمہ کو علمی جامہ پہنانے کیلئے وسائل جدیدہ کا ابتکار ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا صحیح معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی عقل ٹھیک اسی طرح محاکاۃ و تقلید کی طرف زیادہ مائل ہے، جس طرح مرد کی عقل ابتکار و اقدام کی طرف!!

لیکن صنف نازک ان اقوال کی پھر یون تردید کرتی ہے کہ چونکہ عورتون کو فرصت اس قسم کا موقعہ نہین دیتی، کہ وہ اپنے معلومات اور نبوغ، جوہر اور فکر کو مبرہن کر سکین، اسی لئے وہ ابتکار و اقدام مین مردون سے پیچھے نظر آتی ہین، جب کام کا وقت آتا ہے، اور مرد، مکتشفات کا اکتشاف، مستنبطات کا استنباط آراء و مذاہب کا ابتکار کرتے ہین۔ اور متین و پائدار بنیادون پر حضارۂ و عمران کی بنا ڈالتے ہین۔ تو اسوقت وہ اپنی عائلانہ زندگی مین نوابغ کو دودھ پلاتی ہوتی ہے

اس جواب مین اگرچہ صحت و صداقت کا ایک بڑا حصہ موجود ہے، لیکن پھر بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر مردون کے اعمال مین انکو شرکت کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ تو وہ زنانہ اعمال (فرش بیوت، زنانہ لباس، فلسفہ اطفال کے ابتکار وغیرہ) مین کیون فائق نہ ہوئین؟ حالانکہ جن نوابغ نے عالمگیر شہرت اور جہانگیر عظمت حاصل کی انھون نے بھی یہ مراتب علیہ و مقس اور حریر پر چلکر نہین پائے، بلکہ بارہا اس راہ مین انکو بھی الم و عذاب، فشل و اعراض، تکلیف و مصیبت، درد و غم کے خونخوار عفاریت سے مقابلہ کرنا پڑا، تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے لبریز ہین۔ اگر انکو تفصیل سے عرض کیا جائے تو وہ بجائے خود ایک لمبی داستان ہوگے اسلئے ہم اسکو نظرانداز کرتے ہین۔ غرض یہ کہ تاریخ کے مشہور ترین نوابغ نے جو جو مصیبتین جھیلی ہین ان مصاعب عظیمہ کے مقابلہ مین عورتون کی عائلانہ زندگی کے بکھیڑے بہت ہی معمولی اور غیر اہم ہین

علامہ لویا جامعہ برن کے مشہور پروفیسر فلسفہ عقلیات کا خیال ہے کہ دنیا مین سینکڑون ایسے عمدہ کام کرنیوالے افراد موجود ہین۔ جنکو ترقی اور تفوق کی طرف صرف انکے شعور اور احساس نے برانگیختہ کیا، ذکاوت کو اس کامیابی مین کوئی دخل نہین ہے،

عورتون کے مقابلہ مین مردون کے تفوق کی ایک یہ وجہ بھی بتائی جاتی ہے کہ: مرد چونکہ فہم و ذکا رکے استعمال مین زیادہ روشن ہوتے ہین۔ اور عورتون مین روشنی کا یہ جوہر نہین پایا جاتا۔ اس لئے عورتون مین نبوغ کم ہوتا ہے، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذکا مین عورت و مرد دونون مساوی ہین، فرق ہے تو صرف طریقۂ استعمال کا فرق ہے۔ اور حقیقت مین مردون کی اس شرف و مزیت کا اصلی سبب صرف انکی جسمانی طاقت کی زیادتی ہے کسی بیوی جاننیوالے سے اس حقیقت کے متعلق سوال کرو تو وہ تمکو بتائے گا کہ اس کا اصلی راز غدد صما ہین، یہی غدود ہین جو اپنے قدرتی اثر سے جسم کے حجم کو بڑا، عضلات کو مضبوط اور عزم و ارادہ کو روشن بناتے ہین۔ چنانچہ جب کسی سبب سے یہ غدود بیکار ہو جاتے ہین تو مرد اپنے ممتاز ترین صفات رجولیہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے، بعض ماہرین فن نے مرغ کے انھی غدود کو نکال کر مرغی کے جسم مین لگا دے تو کچھ ہی دنون مین خود مرغی کے اندر مرغ کی صفتین ظاہر ہو گئین

بہر حال! نبوغ کیا چیز ہے؟ کیا نبوغ صرف انہی اعمال عظمہ کا نام ہے۔ جو تاریخی صفحات مین جگہ پانے والے اور بظاہر نظر فریب ہین (مثلاً کسی حیرت انگیز آلہ کا استنباط، یا کسی طبیعی حقیقت کا اکتشاف، کسی مملکت کی تدویخ یا کسی مجسمہ اور تمثال کی مورت، کسی بہترین صورت کی تصویر، یا کوئی مفید اور دلچسپ نظم وغیرہ) اور کیا یہ صحیح نہین کہ لفظ نبوغ کا اطلاق ان اعمال پر بھی کیا جائے جو گھرون کے گوشے مین، مکانون کے کونے مین بلا کسی اعلان اور شور کے پورے ہوتے ہین؟ اور جن کا ترقی عمران مین ایک مخصوص اثر بھی ہوتا ہے؟

اگر یہ صحیح ہے تو پھر اسی سلسلہ مین اب ہمین ان عورتون کو بھی شمار کرنا ضروری ہوگا جو اپنی محبت و دوستی، عطف و مواساۃ،

حسن انتظام اور خوش سلیقگی مین خود مردون سے بھی خراج تحسین وصول کئے بغیر نہین رہتین،

حقیقت یہ ہے کہ ابتدا تاریخ سے لیکر آج تک طبقہ مستورات مین جو مخفی عامل کارفرما ہے، وہ انکو صرف محبت و وداد، الفت و دوستی، زوجیت و امومت مالکہ، مکان اور مربی بیت کی حیثیت سے ممتاز کرتے رہے۔ چنانچہ وہ ان فضائل مین اپنی نظیر آپ ہین اور ان کے اس عظیم الشان تفوق کا کوئی دانشمند انسان انکار نہین کر سکتا

غرض یہ کہ جہانتک مین نے غور کیا عورتون مین قلت نوابغ کا سبب سا سی صرف یہ سمجھ مین آتا ہے کہ مستورات خود نوابغ ہونا ہی نہین چاہتین، بلکہ وہ صرف "عورت" بننا چاہتی ہین اور "عورت" ہی ہونے کو اپنا باعث بڑا فخر سمجھتی ہین، ورنہ اگر وہ اس میدان مین اُترین تو یقیناً مردون سے کسی طرح پیچھے نہین رہ سکتی ہین،

"بدر اصلاحی"

تصانیف علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال دام ظلہا

ان بیش بہا تصانیف کا ہر تعلیم یافتہ گھر مین ہونا لازمی ہے

کتاب	موضوع	قیمت
بچون کی پرورش	زچہ وبچہ کی ضروریات، ولادت کی احتیاط۔ زمانہ طفولیت کی بیماریان اور علاج وغیرہ۔	۸عہ؍
تندرستی	اصول حفظان صحت اور امراض متعدی سے بچنے کے طریقے بیان کئے گئے ہین۔	عہ؍
تربیت الاطفال	بچون کی تعلیم وتربیت اور اُن مین تہذیب وشائستگی ودیگر اوصاف حسنہ پیدا کرنیکے تمامتر مفید ہے	۸؍
حفظ صحت	روزمرہ کے وہ تمام اصول جو عورتون کی صحت جسمانی قائم رکھنے کیلئے ضروری ہین۔	۱۲؍
سلطانیہ سلسلہ (۴ حصے)	لڑکیونکو نہایت دلکش بیان مین امور خانہ داری کی تعلیم دینے والی کتاب۔	۸عہ
انتظام خانہ داری (۲ حصے)	یہ مختصر رسالہ امور خانہ داری کی تعلیم کیلئے بہترین اُستاد ہے	عہ؍
ہسج کنگ جارج	انگریزی کھانون اور مٹھائیون اچار چٹنی وغیرہ کی مفصل ترکیبین۔	۹عہ

کتاب	موضوع	قیمت
تہذیب النسوان	امور خانہ داری تدبیر منزل کے ساتھ ساتھ مذہبی احکام مین	۸عہ
ہندستانی گھرونمین تیمارداری	تیمارداری اور تخفیف امراض، جسم پر پٹیان باندھنے کے طریقے مع تصاویر	۸عہ
نٹنگ (۲ حصے)	موزہ، بنیائن اور بیلین بننے کی ترکیبین مع تصاویر	۸عہ
فرائض مادری	بچونکی تعلیم وتربیت اور حفظان صحت کے متعلق بیش بہا ہدایتین	۱۲؍
ہدیۃ الزوجین	زوجین کے شرعی وقانونی حقوق واختیارات	۱۰؍
خطوط شبلی موسومہ محترمہ زہرا بیگم فیضی وعطیہ بیگم فیضی صاحبہ	یہ مجموعہ علامہ شبلی مرحوم کی ادبی سحر طرازی اور لطیف انشاپردازی کی آخری یادگار ہے۔ اس مجموعہ کا ہر خط اور ہر خط کی ایک سطر جواہر مین تولنے کے قابل ہے۔ کوئی خط ایسا نہین جسمین فصاحت اور ادبی لطافتون کے ساتھ ساتھ دل آویزی اور دلکشی نہ ہو۔ کتاب کے شروع مین مولانا کی تصویر، خط کا فوٹو۔ اور مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو کا عالمانہ دلچسپ اور پرلطف مقدمہ بھی شامل ہے۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصولڈاک۔	

منیجر رابعہ بک ایجنسی نظر گنج۔ بھوپال

ایک سیاح کی ڈائری

(سیاحت نامۂ لکھنؤ کی دوسری قسط)

لکھنؤ کے محرم کا ہنگامۂ "مسرت" ختم ہونے کے بعد میرا خیال تھا کہ شاید کوئی غیر معمولی "سوگ" یہان کی فضا مین پیدا ہو جائیگا اور مجھے اس "ماتمکدہ" کو جلد چھوڑ دینا پڑیگا، لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا۔ یہان کی آبادی خواہ کسی قدر اپنے سینون کو فگار دکھانے کی کوشش کرے، لیکن دلون کے اندر ابھی تک وہی "نشاط غیر معصوم" (مگر فطری) موجزن ہے جس کی ابتدا، اولین فرمانروائے اودھ کے عہد مین ہوئی اور جس کی انتہا آخری شاہ اودھ کی اُس سیرت پر جو قیصر باغ کے ایک ایک حوض سے عریان ہو کر نکلنے والی دوشیزہ کو "موج کوثر و تسنیم مین ڈوبی ہوئی حور سمجھکر" "مالِ یغما" نہین بلکہ "حصۂ مومن" کی حیثیت سے قابض ہو جاتی تھی۔ اُس "فراموشکارِ فردا" عہد کے "ذرات مبثوثہ" یہان کی فضا مین اب بھی بالکل اسی طرح نظر آتے ہین جیسے کسی رقاصہ کی محفل سے اُٹھ جانے کے بعد اس کے زرکار ملبوس مین سے ٹوٹے ہوئے "بادلہ کے ریزے" کہین کہین فرش پر چمکتے ہوئے مل جائین

یہان کی آبادی کا دولت وجاہ والا عنصر وہ ہے جس کا اصطلاحی نام "تعلقہ داران اودھ" ہے اور جن مین ہندو مسلمان دونون افراد شامل ہین۔ ان کی کوٹھیان، ان کے قصر، ان کے مکانات لکھنؤ کے مختلف حصون مین منتشر ہین اور جب وہ اپنی دیہی زندگی کے بے آب و رنگ مشاغل سے تھک جاتے ہین تو یہان کی متمدن فضا مین آکر قیام کرتے ہین اور تمام وہ "لوازم نشاط" جو دولت سے حاصل کئے جاسکتے ہین ان کی دسترس سے باہر نہین رہتے، ہر چند ان کی اقتصادی حالت قابل تعریف نہین، لیکن جس حد تک حکومت کے ساتھ وفادارانہ تعلق رکھنے کے بعد آزادی اخلاق، کا استحقاق پیدا ہو سکتا ہے وہ سب انہین حاصل ہے اور اس کے لئے زر و مال کی کمی کی شکایت انھین کبھی پیدا نہین ہوئی۔ صوبۂ اودھ مین اس جماعت کو وہی درجہ حاصل ہے جو رُوئے زیبا پر مصنوعی خال کا ہوا کرتا ہے کہ بعض کے نزدیک وہ یکسر تصنع نارو اہے اور بعض کے نزدیک "افزایش حسن" ـــــ مین نے بھی رات کے وقت ان "کاشانہائے حسن و جمال" کو برقی روشنی مین جگمگاتے دیکھا، اور خیال کی ایک مکمل "کارگاہِ معصیت" مین اپنے آپ کو مرکزی حیثیت دیکھکر پورا لطف تصور بھی اُٹھایا ہے۔ حیران ہون کہ جن پر عیش و مسرت کی گھڑیان اس انداز سے ہمیشہ گزرتی رہتی ہین وہ زندہ کیونکر رہتے ہین کیا سرمایہ و عمل کی جنگ یا اشتراکیت و جماعیت کا اصول اسی نوع کے انتہائی غیر عادلانہ تقسیم فطرت کو دیکھ کر تو پیدا نہین ہوا؟

یہان کا دوسرا مخصوص طبقہ جو اپنے "سقوط راس" اور "ذرۂ آفتاب تابانیم" دونون حیثیتون سے خالص لکھنوی ہے وثیقہ دارون کا ہے، جن مین بعض وہ ہستیان بھی ہین جو لاکھون کی مالک ہین اور بعض وہ متوکل نفوس بھی ہین جن کے اخلاق کا ارتقا، گداگری پر ختم ہوتا ہے، متوسطین کی حالت گداگرون سے بدتر ہے کہ ان کے پاس حصول معاش کا یہ ذریعہ بھی نہین اور وثیقہ کی کمی

انھین جی کھولکر "افیون بیاہی" کی بھی اجازت نہین دیتی۔ ان کا ایک ایک بال قرض مین بندھا ہوا ہے، غالب کی تنخواہ مین ساہوکار صرف تہائی کا شریک ہوا تھا مگر وہ دلی کی باتین ہین اور دور کی، یہان لکھنؤ مین ساہوکار تین چوتھائی سے زیادہ کا شریک ہے اور باقی چوتھا حصہ "چنیا بیگم" کے لئے بھی کافی نہین ہوتا، "قدر کفاف" اور "سد رمق" کا کیا ذکر ہے۔ اس جماعت کی اخلاقی و معاشری حالت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دولت "مزد" کی حیثیت سے ہٹکر صرف "دستِ غیب" "یا ترکہ" کی صورت مین ملتی ہے تو اس مین کسقدر "عفونت و گندگی" پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ بہو بیگم کی تعریف کرتے ہین کہ لاکھون کا وثیقہ ان کی ذات سے لوگون کو ملا۔ مین کہتا ہون کہ وہ اس سے زیادہ ظلم اہل لکھنؤ پر کوئی اور کر ہی نہ سکتی تھین کہ اتنی بڑی جماعت کو بیکار و بے دست و پا بنا کے رکھدیا اہل لکھنؤ کی پست ذہینت کا بڑا سبب یہی "غلط بخشی" ہے اور یہ جو لکھنؤ سے باہر ہر جگہ یہان کا زنانہ پن بدنام ہے، اس کی علت بھی اسی کو قرار دے سکتے ہین جس نے قوائے عمل کو بیکار کرکے عورتون کی طرح مجہول زندگی کا عادی بنا دیا۔

مین یہان کے ایک بڑے وثیقہ دار سے ملنے گیا جنکی آمدنی کانون اور وثیقہ کی ملا کر ایک ہزار سے کم نہین ہے، آبا و اجداد کا چھوڑا ہوا ایک عالی شان قصر بھی ہے موٹر بھی رکھتے ہین، حاجب و دربان بھی موجود ہین، لیکن حالت یہ ہے کہ ان کے مکان کی فضا وہان کا ماحول اور ایک ایک چیز پر ادبار کا گہرا سوگ برس رہا ہے اور وہان پہونچتے ہی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید خون کی روانی رگون کے اندر کم ہو گئی ہے۔ اور غنودگی سی روح پر طاری ہو رہی ہے۔ ان کے یہان کی محافل اس مین شک نہین کہ بڑی حد تک ان کے اسلاف کی یادگار ہین، وہی کبوتر و بٹیر کی لت وہی فسانۂ آزاد کے صف شکن خان بٹیر کی تعریف کرنے والے مصاحبون کا گروہ، وہی ارباب نشاط کا ہجوم اور وہی ذوقِ رقص و موسیقی، لیکن چونکہ حقیقتاً روح نشاط سے خالی ہے، اس لئے یہ تمام سمان بجائے مسرور کرنے کے میرے دل کو دُکھا رہا تھا اور حیران تھا کہ یہ لوگ جنھون نے تمام عمر ایک دن بھی اپنے جسم و دماغ کو محنت سے تھکا کر تفریح کے لئے آمادہ نہین کیا وہ کس طرح اس سے لطف حاصل کر سکتے ہین اور کیون نہین وہ ان تمام اسباب عیش و تفریح سے بیزار ہو کر خودکشی کر لیتے۔ اس مختصر سی صحبت مین کبوترون کے عجیب و غریب نام، ان کے سیکڑون اقسام، فن کبوتر بازی کی اصطلاحین، بٹیر بازی کے بہت سے رموز و نکات، موسیقی کے متعدد دل تڑپا دینے والے ٹکڑے، مصاحبون کی خالص لکھنوی ذہنیت کا پتہ دینے والی لکھنوی ٹکسالی زبان سبھی کچھ مین نے دیکھا اور سُنا، لیکن بالکل سرمایۂ اعتبار و بصیرت سمجھ کر اور پھر مجھ مین ہمت نہین ہوئی کہ دوبارہ اس المناک مسرت کا اذیت کوش لطف حاصل کرون

یہان کے وثیقہ دارون کی جماعت خواہ وہ ایک ہزار کا وثیقہ یاب ہو یا ایک روپیہ کا یکسان طور پر ایک ہی نسبت سے مقروض ہے۔ اور شب و روز ڈگریون کے خوف سے مکان کے اندر مقفل رہنا اس طبقہ کی مشہور خصوصیت ہے، صبح کو بالائی اور باقرخانی کا ناشتہ کرنا اور شام کو تھیٹر جانا (اگر بدقسمتی سے کوئی تھیٹر موجود ہو) خواہ بیگم کا کلی دار پاجامہ ہی کیون نہ علحدہ کرنا پڑے مشاہدات روزانہ مین داخل ہے جہانتک غذا کا تعلق ہے فصلی چیزون کے باب مین ان کی نزاکت "سوء ہضم" کے حدود تک پہونچ جاتی ہے اور یہان کا نازک سے نازک تن نواب بھی جس کے متعلق مشہور ہے کہ مولی کا پتہ بھی پانون کے نیچے آکر زکام کا باعث ہو جاتا ہے،

جس وقت گاجر، سنگھاڑا، شکر قند کھانے پر آجاتا ہے تو محکمۂ حفظان صحت کے ملازمون کے لئے ایسا ناکافی ڈھیر چھلکون کا نہین چھوڑ جاتا کہ ان کی طرف سے تن آسانی کی شکایت پیدا ہوسکے، لباس یہان کی تمام لکھنوی آبادی کا تقریباً ایک ہی سا ہے، دوپلی سفید ٹوپی جس سے مقصود صرف مانگ کا چھپانا ہے، فیلبان سے لیکر فیل نشین تک ایک کے سر پر نظر آتی ہے۔ اچکن کا رواج بھی کثرت سے ہے لیکن بر کے پائنچے اب کم نظر آتے ہین اس کی جگہ چوڑیدار پاجامے نے لیلی ہے، بہ حیثیت مجموعی ان کی وضع سے ایک نوع کی نسائیت ضرور ظاہر ہوتی ہے، علی الخصوص اس وقت جب وہ فرط نزاکت سے "زیر قدمت ہزار جانست" کے قسم کی چال دکھانے پر آجائین۔ یہان سلام کرنیکا بھی مخصوص انداز ہے، سر و گردن کے ایک ایسے خم کے ساتھ جو پشت تک موثر ہوتا ہے، داہنے ہات کو سینہ کے محاذ مین لاکر ہتیلی اور انگلیون کو پورا پھیلاکر ناکر کلائی کے جوڑ کو ڈھیلا کرکے مسلسل کئی بار جلدی جلدی جنبش دیتے ہین اور اس طرح سارے ہات مین تھرتھری پیدا کرنے کو رسم سلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مین نے غور کیا کہ کہین میرزا مظہر جانجانان نے اسی "ادائے کورنش" کا ذکر تو اس شعر مین نہین کیا

دل ازین تیغ بردن آسان نیست   آہ، مظہر خم سلام کسے

لیکن مین مطمئن نہ ہوسکا کہ لکھنوی اندازِ سلام واقعی اسی حد تک دلربا ہے۔

ہات جوڑکر صد درجہ اظہار عجز و انکسار کے ساتھ بات بات مین قبلہ، حضور کے الفاظ سے خطاب کرنا یہان آداب گفتگو کی خصوصیت مین داخل ہے اور اس مین شک نہین کہ بڑی حد تک مُردم فریب بھی ہے، لیکن تجربہ کرنے کے بعد وہ ایک غیر حقیقی نمائش سے زیادہ کوئی چیز نظر نہین آتی۔

یون تو ہر جگہ ایک انسان کی اندرونی اور بیرونی اخلاق و معاشرت مین فرق ہوتا ہے، لیکن لکھنؤ مین یہ فرق حد سے متجاوز ہے آپ ایک شخص کو دیکھتے ہین کہ نہایت صاف ستھرے کپڑے پہنے چوک سے گزر رہا ہے اور آپ اس کی صفائی سے بہت متاثر ہوتے ہین، لیکن اس کا گھر کسی طرح مزبلہ سے کم نہ ہوگا اور وہان کی ایک ایک چیز سے آپ کو اس کی گندگی و عفونت کا ثبوت ملیگا۔ آپ دوسرے شخص کو دیکھتے ہین کہ نہایت ہی انکسار سے ہات جوڑکر گفتگو کر رہا ہے، لیکن اس کے معنی صرف یہ ہین کہ وہ ایک لفظ بھی صحیح معنی مین استعمال نہین کرتا اور آپ سے جدا ہونے کے بعد اتنی ہی گالیان دیگا جتنی تعریف آپ کے سامنے کر گیا ہے۔ یہان کی معاشرت مین کذب و دروغ، مکر و فریب اس درجہ سرایت کر گیا ہے کہ اس کے معیوب ہونے کا احساس ہی محو ہوگیا ہے اور وہ اس طرح کام نکال لینے کو فراست و ہوشیاری سے تعبیر کرتے ہین یہان کے معمولی سودا بیچنے والون کا یہ حال ہے کہ جس چیز کی قیمت وہ پانچ روپیہ کہہ رہے ہین، اس کو وہ نہایت آسانی سے ایک روپیہ بلکہ اس سے بھی کم مین دیدینگے۔ چنانچہ یہان کا ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک اجنبی نخاس گئے وہان ایک آدمی ٹوپی کا پلا بیچ رہا تھا۔ وہ ان کی وضع و صورت دیکھ کر بھانپ گیا کہ اجنبی (یا لکھنوی زبان مین گنوار) ہین۔ انھون نے پلے کی قیمت دریافت کی، اسنے اپنی تمام دلفریب اداؤن کے ساتھ کہا کہ "حضور یہ پلا ہے تو نہایت قیمتی۔ یار کے محمد علی خان کے ہات کا کشید کیا ہوا اور انھین کے صاحبزادے میان احمد علیخان کے ہات کا کڑھا ہوا ہے۔ حضور شاید واقف ہونگے کہ یہ محمد علیخان وہی ہین جن کے کشید کئے ہوے اور کاڑھے ہوے

رومال ولایت جاکر ہزارون مین بکتے ہین۔ وقت پڑ گیا ہے اس لئے جدا کر رہا ہون، ورنہ اسی قسم کے پلّے کل ہی منولال بزاز نے ایک رئیس کے ہات دس دس روپیہ مین بیچے ہین۔ آپ سے مین صرف پانچ روپیہ لیلونگا۔ زرا حضور ملاحظہ تو فرمائین کہ کیا چیز ہے، ایک ایک پتی منہ سے بول رہی ہے، پلا کیا ہے چمن کھلا ہوا ہے" وہ غریب ایک نگاہ دیکھنے کے بعد چلے گئے کچھ دور چلے ہونگے کہ اسنے پھر آواز دی کہ "اے حضور کیا آپ خفا ہوگئے، اچھا تو یارون کی چھوٹ بھی دیکھتے جایئے۔ اور آٹھ ہی آنے دلوائیے" وہ حیران رہگیا کہ یہ کیا تماشہ ہے اور لوٹ کر قیمت ادا کی اور پلا لے لیا۔ جب وہ جانے لگا تو اس نے ہنسکر کہا کہ" آپ زیادہ افسوس نہ کرین، اس تم مین بھی چار آنے یارون کے کہین نہین گئے"

یہ قصہ غلط ہو یا صحیح لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہان کے ذہینت کیا ہے اور اہل لکھنؤ سے معاملہ کرنا کسقدر خطرناک امر ہے

لکھنؤ کے دو حصے ہین ایک مشرقی جو امین آباد سے شروع ہو کر حضرت گنج بلکہ صدر تک چلا گیا ہے اور دوسرا مغربی حصہ جو رکاب گنج کے بعد سے شروع ہو کر قریب قریب سعادت گنج تک چلا گیا ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جسے اہل لکھنؤ، لکھنؤ سے علٰحدہ سمجھتے ہین اور یہان کی آبادی کو گھسیارون، خانساماؤن، کی آبادی کہتے ہین۔ مغربی حصہ خالص لکھنؤ کہلاتا ہے اور نوابون، وثیقہ دارون، طبیبون، شاعرون، افیونیون اور دستکارون کی آبادی اس حصہ مین زیادہ ہے اور بہت سے لکھنوی تجربات یہین کی گلیون مین پھرنے سے حاصل ہوتے ہین۔ اس حصہ مین امام باڑے اور عزاخانے بھی ہین یہین بٹیرون کی پالیان قایم ہوتی ہین اسی جگہ کنکوے لڑتے ہین اور یہین شیعہ سنی علماء کا مخزن ہے

ہر چند مجھے اس حصہ کے مطالعہ کا کم وقت ملا، لیکن اس قلیل فرصت مین بھی یہ نتیجہ نکالنا میرے لئے دشوار نہ تھا کہ وہ جرائم جو نوابان اودھ کے عہد مین پیدا ہوگئے تھے وہ ہنوز مختلف صورتون مین یہان پائے جاتے ہین اور تا وقتیکہ یہ سارا حصہ برابر نہ کر دیا جائے بقول آتش "زمین کے نشیب و فراز کا دھبہ مٹنا" بالکل محال ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اگر زندگی کا صرف لاعبانہ پہلو پیش نظر ہو تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ

خدا آباد رکھے لکھنؤ کو پھر غنیمت ہے

اہل لکھنؤ کی گفتگو یقیناً اہل دہلی سے زیادہ شایستہ، شگفتہ نرم اور دلچسپ ہوتی ہے، دہلی پنجاب کے لب و لہجہ سے متاثر ہو کر اپنی خصوصیات زبان کو کھو چکی ہے اور لکھنؤ باوجود اس کے کہ بڑا حصہ یہان کی آبادی کا دہقانیون اور پوربیون پر مشتمل ہے، ابھی تک اپنی خصوصیات زبان کو سنبھالے ہوئے ہے لیکن غلطی ہوگی اگر اس زبان کو کوئی علمی درجہ دیا جائے یا اس کو شعر و شاعری مین استناداً پیش کیا جائے کیونکہ ہر ملک کی علمی زبان بازاری یا کاروباری زبان سے علٰحدہ ہوتی ہے اور شاعری کی لطافت خیال بھی ایک مخصوص انداز بیان کی محتاج ہے جس کو روزمرہ یا کسی مختص المقام محاورہ سے صرف اس حد تک سروکار ہو سکتا ہے کہ وہ شعر خود کوئی ٹکسکل یا اصطلاحی حیثیت نہ اختیار کرے

مین ہر چند شاعر نہین ہون لیکن "عالم بالا" سے زیادہ "شعر فہمی" کا مدعی ضرور ہون اور اس بنا پر اگر لکھنؤ آنے کے بعد میرے اندر یہان کے محافل شعر و ادب، یہان کے اکابر شعراء سے ملنے کا ولولہ پیدا ہوا تو بیجا نہ تھا یون تو رسایل کے ذریعہ سے مین یہان کے بعض شعراء اور اڈیٹرون سے واقف ہو چکا تھا لیکن جی چاہتا تھا اور بالکل بے اختیارانہ طور پر کہ ان سے خود ملون اور ان کی باتین سنون اور ان کا مطالعہ زیادہ قریب سے کر کے کسی نتیجہ پر پہونچون۔ اجنبی ہونے کی حیثیت نے مجھے اس کی تکمیل مین ضرور کچھ نہ کچھ دشواریان اٹھانا پڑین، لیکن نہ اسقدر کہ انکا ذکر ضروری ہو

شام کا وقت تھا، امین آباد پارک کے سبزہ پر تنہا بیٹھا ہوا صبح آیندہ کا پروگرام مرتب کر رہا تھا کہ دو صاحب جن مین سے ایک دُہرے بدن کے اوسط قد والے اور دوسرے اکہرے جسم کے پستہ قامت شخص تھے مجھ سے کچھ دُور آ کر بیٹھ گئے اور گفتگو کرنے لگے انکی گفتگو کا موضوع یکسر ادبی تھا اور وہ کسی غزل پر تنقید کر رہے تھے۔ مین جسارت کر کے اٹھا اور قریب جا کر عرض کیا کہ "اگر دو شاعرون کے درمیان کسی غیر شاعر وجود کو برداشت کیا جا سکتا ہے تو براہ کرم مجھے اجازت دیجئے کہ قریب سے آپ حضرات کی گفتگو سنون اور نو وارد سیاح ہونے کی حیثیت سے آپ کی اعانت چاہون" اس کا جواب وہی ملا جو ملنا چاہیئے لیکن بجائے اس کے کہ وہ اپنے سلسلۂ گفتگو کو جاری رکھتے، انھون نے خود میرے حال کی تحقیق شروع کر دی۔ مین نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ "میرا نام لینخ ہدرہے، کرۂ مریخ کے ایک شہر منہنعکاز کا رہنے والا ہون، آج ہی صبح بغرض سیاحت مافوق النفسجی شاعون پر سوار ہو کر یہان آیا، تمام دن اس کوشش مین صرف ہو گیا کہ انسان بنکر باہر نکلون کرۂ زمین کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے تفریح کرون لیکن پہلے تو گھنٹون یہی فیصلہ نہ کر سکا کہ یہان کی بہترین معیاری صورتِ انسانی کیا ہوتی ہے۔ کبھی ضرورت سے زیادہ ناک لمبی ہو گئی کبھی دہانہ ایک کان سے دوسرے کان تک پھٹ کر رہ گیا، کبھی ابرو آنکھ کے نیچے ہو گئی اور کبھی ہونٹون کے اوپر، الغرض بڑا وقت تو اسی تعمیری کام مین خراب ہوا آخر کار مین نے یہ فیصلہ کیا کہ آنکھ بند کر کے بیٹھ جاؤ اور پھر آنکھ کھولنے کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر آ جائے اس کا نمونہ طیار کرو۔ ہر چند میرا یہ فیصلہ درست نہ تھا کیونکہ جس وقت مین نے اس پر عمل کر کے اپنے آپ کو انسان بنایا اور سڑک پر نکلا تو کسی نے پشت سے آواز دی کہ "جالب صاحب، جالب صاحب" اور اب مین سمجھا کہ کسی دوسرے کی صورت بننا بہت ذمہ داری کا کام ہے اس لئے مین گھبرا کر ایک گلی مین ہو گیا اور خود ہی اپنی ذہانت سے کام لیکر دوسری فرضی صورت اختیار کر کے یہان بیٹھا ہی تھا کہ آپ حضرات تشریف لے آئے"

مین نے یہ گفتگو صرف اس لئے کی تھی کہ تمام منازل تکلف دفعۃً دُور ہو جائین اور مین جلد سے جلد ان کی آزاد صحبت و گفتگو مین شریک ہو سکون۔ چنانچہ مین اس مین کامیاب ہوا اور اسی وقت شام کو ان مین سے ایک صاحب مجھے اپنے گھر لے گئے اور دیر تک ان سے گفتگو ہونے کے بعد یہان کے شعراء سے ملنے کا پروگرام مین نے طیار کیا۔

(باقی)

اظہارِ تمنا

(ایک افسانہ)

ولمنٹن، پطرووچ پریدرِگن نے، جو ایک قبول صورت نوجوان تھا، شام کا لباس پہنکر، نے نفیس، نوکدار جُوتے پہنے اور طرحدار، شاعرانہ ٹوپی سے آراستہ ہو کر، بدقتِ تمام اپنے جذبات کو قابو مین رکھتے ہوئے، شہزادی ویرا ژیکانا کے گھر کا راستہ لیا

ناظرین! اگر آپ شہزادی ویرا کو نہین جانتے تو بڑے افسوس کی بات ہے ——— اُس لبریز لطافت، اور سحر طراز ہستی کو جو نیلگین آنکھون والی اور زرین زلفون کی مالک ہے سمندر کی موجین ساحل سے ٹکرا کر پلٹ جاتی ہین، لیکن اُسکی نظرون کی موجین، سخت سے سخت پتھر کو پانی کر دیتی ہین۔ اُسکے دلاویز تبسم، اور چھوٹے، خندان چہرے کے حسن سے متاثر ہو کر بے قابو نہ ہونا، مردہ دلی، اور بے حسی کی نشانی ہے جو اُسکو بات کرتے ہنستے، اور اُسکے سفید دانتوں کو چمکتے دیکھ کر اپنے آپکو فلکِ ہفتمین پر تصور نہ کرے وہ ایک مجسمۂ بے جان ہے اور بس

وہ شہزادی کے مقابل بیٹھا، اور جذبات سے بے قابو ہو کر کہنے لگا ——— "شہزادی! کیا تم میری گفتگو سننا گوارا کرو گی؟" "ہان ہان!"

"شہزادی ——— معاف کرنا، سمجھ مین نہین آتا، کیونکر ابتدا کرون ——— تمھین اچنبا ہوگا .... اِس طرح دفعتاً ...... خفا تو نہ ہو گی؟" ——— اُس نے اپنی جیب سے رومال نکالا، اور منہ پونچھا۔ شہزادی مسکرا رہی تھی، اور مستفسر نظرون سے اُسکی طرف دیکھ رہی تھی

"شہزادی" اُسنے سلسلۂ سخن جاری رکھا "جب سے مین نے تمکو پہلی بار دیکھا، میری روح ایک غیر مفتوح تمنا کا شکار ہے ...... یہ تمنا مجھے رات دن چین نہین لینے دیتی ...... اور اگر یہ پوری نہ ہو تو مجھے ...... مجھے سخت تکلیف ہو گی"

شہزادی نے متفکرانہ انداز سے آنکھین نیچی کر لین

"تمکو فی الحقیقت تعجب ہوگا ...... شہزادی! تم مادی اشیا سے بہت بلند ہو لیکن ...... میرے لئے تم بہت مناسب ......" خاموشی

"خصوصاً اِس وجہ سے کہ میری جائداد تمھاری زمین سے متصل ہے ...... مین بھی کافی دولتمند ہون اور ......"

"مگر یہ سب کس لئے؟" شہزادی نے آہستگی سے سوال کیا

"یہ سب اِس لئے ہے، شہزادی" پریدرِگن نے بے قابو ہو کر اپنی کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا "مین التجا کرتا ہون کہ انکار نہ کرنا ...... اپنے انکار سے میری تمام تدابیر پر پانی نہ پھیر دینا ...... عزیز من! مین صرف یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہون کہ ......"

ولمنٹن پطرووچ پھر جلدی سے بیٹھ گیا۔ اور شاہزادی کی طرف جھک کر سرگوشی کرنے لگا

"صرف یہ تجویز ...... تجویز بہت نافع ہے کہ۔ ہم کو اپنی ملحقہ زمینون مین، اُون کی ایک باقاعدہ، مشترکہ، محدود کمپنی قائم کرنا چاہئے ...... اس طرح ہم سال بھر مین ایک لاکھ گٹھے اُون کے بآسانی بیچ سکین گے ...... ہے نا؟"

شہزادی نے لمحہ بھر سوچ کر جواب دیا ...... "بالکل ٹھیک بات ہے۔ اور مین اس پر راضی ہون"

عزیز احمد

باب الاستفسار

کس زبان کی شاعری ہے

جناب محمد سجاد صاحب - امیر الکدل، سرینگر

یہان کشمیر مین ایک نہایت ہی معمر شخص ہین جو ہین تو ایرانی النسل لیکن اب ایک زمانہ سے یہین رہتے ہین اور مصاحبانہ خوش باش زندگی بسر کرتے ہین - ان کو فارسی، کشمیری، عربی زبان کے ہزارہا ن شعر یاد ہین اور جس وقت وہ اپنے ترنگ مین ہوتے ہین تو ان کو ایک خاص لحن سے پڑھا کرتے ہین، بعض مرتبہ وہ ایسے شعر پڑھتے ہین جو بظاہر فارسی کے معلوم ہوتے ہین لیکن انکا مفہوم کچھ نہین ہوتا - ان سے پوچھئے تو ہنسنے لگتے ہین اور کوئی جواب نہین دیتے - منجملہ اُن کے ایک شعر یہ بھی ہے

جو از عمت بدر مراہ رخ کہ شو مرا　　یک شو بیا بردم تا ببینم چتو مرا

کیا آپ بتا سکتے ہین کہ یہ کیا بلا ہے؟

نگار:- آپ کے معمر دوست سبزواری معلوم ہوتے ہین یا یہ کہ انھون نے اس زبان کا مطالعہ کرکے اس زبان کے اشعار یاد کرلئے ہین - رایل ایشیاٹک سوسائٹی جرنل مین مسٹر آدنو نے اپنی تفتیش و تحقیق کی بنا پر ایک مقالہ سبزواری زبان کی شاعری پر کئی سال ہوئے شایع کرایا تھا اور اس مین سبزوار کی دہقانی زبان کی شاعری پر بھی بحث کی تھی - اس سلسلہ مین انھون نے نیر اور فیاض دو سبزواری شاعرون کا نمونۂ کلام بھی دیا تھا - آپ کے دوست کا یہ شعر فیاض سبزواری کا کلام ہے اور انتخاب مین درج ہے

پروفیسر براؤن نے بھی ایک درجن سے زیادہ ایسے ایرانی شاعرون کا نمونۂ کلام دیا ہے جو نیچے طبقہ کی دہقانی و مختص المقام زبان مین شاعری کرتے تھے - اسی طرح بدایونی نے اپنی منتخب التواریخ مین ہفت اقلیم مین امین رازی نے اور ریاض الشعرا مین والہ داغستانی نے بعض ایسے شعرا کا ذکر کیا ہے - انھین مین سے ایک دانہی بھی تھا - دانہ ایک گانون ہے نیشاپور کے قریب یہین کا رہنے والا تھا اور کاشتکاری کا پیشہ کرتا تھا لیکن اس پیشہ کو چھوڑ کر اسنے شاعری اختیار کی اور عہد اکبری مین ہندوستان آیا - امین رازی اور بدایونی نے عہد اکبری کے شعرا مین اس کا بھی ذکر کیا اور نمونۂ کلام دیا ہے - اس کے بعض اشعار (جنھین مشکل سے شعر کہا جا سکتا ہے) اکبر کی مدح کے یہ ہین اور مسٹر ادانو نے بھی انھین ان تذکرون سے نقل کیا ہے

قلم آتشوخ خرد گک مکنہ　　جان فدائش کہ خوش ملک مکنہ
شہ جلال الدین محمد غازی　　کہ دعائش بر فلک ملک مکنہ

صلۂ شعر شاعران گذر یک لک و دو لک و سہ لک مکنہ
مجہ نالم ز احمد و محمود ہر چہ مکنہ بمن فلاک مکنہ

(خردگک - خُرد کی تصغیر مکرر ہے - یعنی بہت ہی چھوٹا - مکنہ = شکیند - گذر = دگر - مجہ = من چہ

مسٹر اوانو نے لکھا ہے کہ ایک شاعر اور حُسینا تھا جو خالص دہقانی زبان مین شعر کہتا تھا - اس کی رباعیان اضلاع سبزوار نیشاپور اور ترشیز وغیرہ مین اب بھی گائی جاتی ہین - اسی طرح ایک شخص ملا صبوحی برجندی تھا جو اب سے ایک صدی قبل پایا جاتا تھا۔ ایران کے اور صوبون مین بھی اس قسم کے شاعر پائے جاتے تھے - والہ داغستانی نے ان مین سے عبد الحئ اصفہانی کا ذکر کیا ہے اور ایک دوسرے شاعر لطیف کا - لطیف اچھا شاعر تھا لیکن چونکہ جاہل تھا، اس لئے وہ سخیف محاورات بھی استعمال کرجاتا تھا اور وزن و تقطیع کا بھی لحاظ نہ رکھتا تھا - ایک اور طہرانی شاعر ملا سحری تھا جو طہران کی بازاری زبان مین شعر کہتا تھا - یہ تینون سترھوین صدی عیسوی کے اخیر مین پائے جاتے تھے

اصفہان کے ایک اور شاعر درویش عباس المتخلص بہ جزبی تھا پروفیسر ژکوسکی نے اس کی بعض نظمین مرتب کرکے شایع کی ہین - ایران کے جنوبی مغربی حصہ مین فایز، نجمہ، دفتری، محمد تقی خان، حیدر خان اسی رنگ کے شاعر گزرے ہین اور ایزدی و علی اصغر خان نہاوندی کی یاد تو اب تک وہان کے لوگون مین تازہ ہے - وسط ایران مین مشہور شاعر یغما جندقی کے علاوہ اس کا ہمعصر رقیب نعیمہ سمنانی بھی قابل ذکر شاعر تھا

مسٹر اوانو نے نیر و فیاض کا نمونۂ کلام دیتے ہوئے لکھا ہے کہ فیاض سبزوار کے قریب ایک گانون مغیثہ کا معمولی زمیندار تھا یہ عمال و امراء عصر کی تعریف مین شعر کہا کرتا تھا - نیر کا اتنا حال بھی نہین معلوم ہوسکا - فیاض اور نیر دونون معمولی قسم کے شاعر تھے جو دیہ و شہر کے ملی جلی زبان مین شعر کہتے تھے - لیکن نیر زیادہ ذہین معلوم ہوتا ہے

آپ نے جو شعر لکھا ہے وہ فیاض کا ہے - مین اس کو یہان مکرر درج کرکے اس کی اصلی ہیئت بھی پیش کرتا ہون تاکہ سمجھنے مین مدد ملے

جو از غمت بدر مرہ ہر صبح کہ شو مرہ	(یعنی)	جان از غمت بدر میرود ہر وقت کہ شب میشود
یک شو بیا پر دم تد ببینیم چتو مرہ		یک شب بیا برم تا ببینیم چہ طور می شود

اسی غزل کے اور شعر مسٹر اوانو نے یہ درج کئے ہین :-

گر بندوزم نگا بگلزار رخسار رش	(یعنی)	گر بیند ازم نگاہ بگلزار رخسار تش
چونی طبق زدیک ہی چشموم گلو مرہ		جونی طبق زدیک دو چشمم گلاب میرود
گر پر سمت رقیب بردہ بگو کہ ہو	(یعنی)	گر پر سمت رقیب مُرد بگو کہ بلی
ور گوئی کہ نے دلم از قصہ آو مرد		ور گوئی کہ نے دلم از غصہ آب میشود

نیر کی شاعری کا بھی نمونہ ملاحظہ فرمایئے :-

بہ پہلئی رخ یاقیت رنگش رخ سودائی
بہ نزدیک آوحیوتش حیر چہ لیہ
(یعنی)
بہ پہلوئے رخِ یاقوت رنگش ریخت سودائے
بہ نزدیک آب حیاتش حور چولای ست

اس غزل میں یہ تین شعر بہت فحش لکھے ہیں :-

بشیخ شیخی نظر کردم میون جفتہ مستش
بدیدوم بلبلیش از خشتک تمبوش منویہ

کہ ناگہ ململم ور حبس ف توقال سیمنیش
چو قوشی کہ زبندش سردہی رقال بلو یہ

کہ ناگہ میشکا فوم در درش رف تا نافش
زجا ور حبس ور سرزہ کہ کے زیہ وکے گیہ

ان کے معنی اس لئے نہیں لکھتا کہ ان کی عریانیاں عام نہ ہو جائیں

آپ اپنے دوست کو یہ اشعار سنائے ممکن ہے اس کے بعد کچھ اور کلام آپ کو سنائیں اگر ایسا ہو تو میرے پاس یہ تمام اشعار ضبط کر کے بھیج دیجئے

اگر میں مسٹر اوآنو کے مضمون کو اس سے قبل نہ دیکھ چکا ہوتا تو میں قطعاً کوئی جواب آپ کے استفسار کا نہ دے سکتا تھا۔ آپ کا استفسار پڑھتے ہی میرے ذہن نے یہ مرتسمات پیش کر دئے جو آپ تک پہونچا تا ہوں

نیاز

علم کیمیا کا کرشمہ — کایا پلٹ ہیر آئیل — حیرت انگیز معجزہ

کہنے کو صرف یہ تیل ہے لیکن اپنے اثرات کے لحاظ سے اکسیر کو بھی مات کرتا ہے۔ یہ تیل نہایت قیمتی و نادر الوجود نباتاتی و کیمیاوی اجزائے سے جدید اصول پر طیار کیا گیا ہے جس کی تصدیق بڑے بڑے سائنسدانوں نے کی ہے اس کے فوائد کی تفصیل مختصر اشتہار میں ناممکن ہے مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ گھر میں اس کی ایک شیشی رکھنا گویا بہت سے امراض کو دفع کر دیتا ہے۔

اگر - سر یا چندیا کے بال گر گئے ہیں یا گر رہے ہیں۔ یا بالخورہ اور گنج ہو گیا ہے

اگر - نزلہ درد سر یا شقیقہ، دوران سر، ضعف دماغ و ضعف بصر، بے خوابی یا نسیان کی شکایت ہے

اگر - سر اور جسم کی پھوڑیاں، پھنسیاں، گرمی دانے، خارش یا دیگر امراض جلدی کا دفع کرنا مقصود ہے

اگر - کنٹھ مالا سل اور دق وغیرہ سے محفوظ رہنا ہے ——— تو

ان سب کا واحد علاج کایا پلٹ ہیر آئیل ہے

جو نہ صرف خوشبو بلکہ اپنی مقدار و وزن کے لحاظ سے بھی بازار کے تمام خوشبودار تیلوں سے اچھا اور ارزاں ہے۔

ڈاکٹر ہیج بہادر سیر والہ آباد سے اپنی تحریر میں تصدیق فرماتے ہیں کہ اس تیل کے فوائد اشتہار کے مطابق پائے گئے ہیں اور مرزا جعفر علی خانصاحب بی اے ڈپٹی کلکٹر رائے بریلی نے دوامی آرڈر ہر ماہ ایک شیشی کا دیدیا ہے۔ اور بھی متعدد سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔

جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ضروری ہے
قیمت ۱۲؎ محصول ...... (۴؎)

منیجر کایا پلٹ ہیر آئیل - لکھنؤ

الہام شعر

جب شب کی سکون پرور تاریکی دنیا پر چھا جاتی ہے
تارون کے فسون موسیقی سے ہوتی ہے، مسحور فضا
خاموش ہوائین، بیخود موجین، صحرا گم، خوابیدہ چمن
غفلت کی پریشان جمعیت ہوتی ہے یہان تک ضبط شکن

ہر چیز رہین خواب گران، ہر سمت سکوت و بیخبری
اس وقت مین اپنی خلوت مین، اک پیکر حسرت ہوتا ہون
کیا تجھکو بتاؤن مین ہمدم، کیا دل پہ گذرتی ہے میرے
سینہ مین تلاطم ہوتا ہے دل کی ابھر آتی ہین چوٹین

ہر چیز پہ گرد و پیش مرے ہوتی ہے خموشی چھائی ہوی
ناگاہ بجھا دیتی ہے اسے بھی موج سبک رفتار صبا
اس تلخ دھندلکے مین کچھ یون دم گھٹنے لگتا ہے میرا
اک چشم زدن مین لیکن پھر اس طرح بدلتا ہے یہ سمان

ہوتا ہے مجھے محسوس کچھ ایسا گویا میرے ہر جانب
ہو جاتی ہین خیرہ میری نگاہین اور اُدھر تاریکی مین
رہتا ہے یہ منظر کچھ لمحے، یکبار درونِ خلوتِ دل
ہوتا ہے حریم ہوش و خرد پر پردۂ کیفِ بیخبری

کچھ نغمۂ شیرین دھیمے سرون مین جس سے پیہم اُٹھتے مین

سرشار ہوا کی ہر جنبش راحت کے ترانے گاتی ہے
جان بخش مئے آسائش بے تخصیص پلائی جاتی ہے
کچھ غور مین اس دنیا کی ہر شے محو سی پائی جاتی ہے
احساس عمل کی بیداری، خود تاج ظفر پہناتی ہے
اک نقطۂ ساکن پر کھنچکر .. بیچین فضا آ جاتی ہے
تصویر نشاط عہد تمنا آنکھون مین پھر جاتی ہے
آلام کی آتش افروزی کن شعلون کو بھڑکاتی ہے
ہر موج صبا اک تازہ پیام حسرت و عبرت لاتی ہے
دھندلی سی فقط اک شمع مری حالت پہ اشک بہاتی ہے
مین اور انیس غم میری اب تاریکی رہجاتی ہے
جس طرح سے قید جسم مین روح حیوانی گھبراتی ہے
مین غرق تحیر ہو جاتا ہون جنبش دل تھم جاتی ہے
ہلکی سی نظر افروز تجلی حلقہ کرتی جاتی ہے
یہ موج ضیا بڑھتے بڑھتے تا حد نظر چھا جاتی ہے
خوابیدہ حسین کروٹ لیتی ہین، روح مین قوت آتی ہے
اور پیش نگاہ صرف تحیر، برق سی اک لہراتی ہے
وہ جن کی لطافت رگ رگ مین اک لہر نئی دوڑاتی ہے

جو مجھکو بتایا جاتا ہے پیغام وہی مین دیتا ہون
سنتا ہون جو کچھ اس عالم مین کاغذ پہ اسے لکھ لیتا ہون

سید علی اختر۔ اختر

مشاہدات

(۱)

حوض مین مستانہ بط کے تیرنے سے جس طرح
کائی مین پڑتا چلا جاتا ہے خطِ رہگزار
حافظے پر یون ہین اک بیدار کن گہری خراش
ڈال دیتی ہے شبِ مہ مین پپیہے کی پکار!

(۲)

مسکرایا خواب مین اِس طرح اک طفلِ صبیح
ہو گیا دل دیکھنے والون کا شاد و باغ باغ
اور اِس نرمی سے جیسے بتکدے کے طاق مین
جھٹپٹا ہوتے ہی روشن کر دیا جائے چراغ!

(۳)

شاد و فرحان ہین نئے احباب تیرے لطف سے
سرد مہری سے قدیم احباب کا رُخ زرد ہے
یہ تری سیرت ہے ایسے تیز موٹر کی طرح
جسکے آگے روشنی ہے، اور پیچھے گرد ہے!

(۴)

رکھے ہوے سونے کا طبق ناز سے سر پر
کہرے مین نظر آتی ہے یون صبحِ درخشان
ہو جاتی ہے جس طرح کہ انسان کی شرافت
ہنگامۂ اِفلاس مین کچھ اور نمایان!

(۵)

سر سے نزدیک ہو کے اک طائر
یون اُڑا صبح نیند جیسے آئے
نصف لمحے کے واسطے مجکو
نغمے اِس طرح شہپرون کے سُنائے
ذہن سے جس طرح کہ بات کوئی
یاد آتے ہی محو ہو جائے!

(۶)

شب کو اکثر کھُلی تاریکیان میدان کی
روح پر کرتی ہین طاری اِس طرح خوابِ گران
دل سمجھتا ہے کہ ہے غم کی گھٹا چھائی ہوی
جس طرح کہرے پہ ہو جاتا ہے بارش کا گمان!

(۷)

خاکِ گلشن پہ دُھندلکے کی اماؔ کی مین
یون ہین پامال شگوفون پہ نقوشِ بیداد
عید کے چاند کی ہلکی سی چمک سی جس طرح
دل مین معصوم یتیمون کے ہو مان باپ کی یاد!

(۸)

سب سے پہلے عشق کی شب مین دلِ عشاق کو
چٹکیون مین یون مسلتا ہے خیالِ رُوئے یار

صبح بچپن نیند سے جس طرح چونک اُٹھنے کے بعد
کمسنی کی بھول سی آنکھون مین چبھتا ہے خمار!

(۹)

ودا‌عِ طفلی و قربِ شباب کے باعث
تری "نگاہ" ہے، یا وہ "خیالِ دل افروز"

بدل رہا ہے جو پہلو ضمیرِ شاعر مین
اور آب و تاب سے موزون نہین ہوا ہے ہنوز!

(۱۰)

کیا بتاؤن کہ وہ دمِ گلگشت
کس طرح سے قدم اُٹھاتی ہے

جیسے کلیون پہ رشحۂ شبنم
جیسے آنکھون مین نیند آتی ہے

جوش

حجابات

عصمت جذبۂ تقدیس کی تصویر ہون مین
عشق اک خواب ہے - اور خواب کی تعبیر ہون مین

مست ہو جاؤن تو تقدیر ہے پابند مری
ہوش مین آؤن - تو وابستۂ تقدیر ہون مین

خلشِ عشق کبھی دل سے یہ کہ اٹھتی ہے
تو مجھے درد سمجھتا ہے مگر تیر ہون مین

عیشِ امروز ہے پیغامبرِ آزادی
غمِ فردا کا اشارہ ہے کہ زنجیر ہون مین

یہ محبت کی لطافت ہے تو شاید اک دن!
مری تصویر ہو تو - اور تری تصویر ہون مین

حسن اور عشق نے ترتیب دیا تھا جس کو
اسی "افسانۂ معصوم" کی تفسیر ہون مین

یون تو دل - تیری محبت مین رہا ہے معصوم
تو اگر چاہے تو ہان --- قابلِ تعزیر ہون مین

ابتدا تھی مری تخلیقِ نظامِ ہستی
انتہا میری کہ شرمندۂ تدبیر ہون مین

صبر آجائے مجھے بے اثری پر اپنی!
اے خداوند! نہ منت کشِ تاثیر ہون مین

اے روش! "جلوہ گہ حسن" ہے دنیا میری
میری قسمت کہ "محبت کا جہانگیر" ہون مین

روش صدیقی

شالامار باغ

جسے خواہش ہو بزمِ عشق کے آثار کو دیکھے
چمن میں ساغرِ گل سے مئے عشرت چھلکتی ہے
خوشی کا دور ہے مسرور ہین سب صحنِ گلشن مین
نہ ہون کیون روح کے سادہ ورق رنگین ہونے کو

عیان حُسنِ مجازی ہے یہان وُحدت سے کثرت مین
نئے انداز سے چلنا روش پر مہ جبینون کا
مہک وہ بھینی بھینی اور وہ منظر خیابان کا
چمن کے سینۂ رنگین سے بُوئے یاسمن نکلی

جو سر سے کوہ کے وہ برف رہ رہ کر پگھلتی ہے
دکھائی ہے نئی ترکیب صنّاعون نے پانی کی
کسی مین شکل بنتی ہے گھنے پھولون کے چادر کی
کسی کے چہرے پر زرتار ساری بنتی جاتی ہے

چمن کے وسط مین اک خوشنما رنگین عمارت ہے
اکھٹے تین نشو آسی کبھی جب رقص کرتے ہین
اُسی کے آگے ہی اک خوشنما دیوار اُٹھی ہے
چڑھی ہین اُس پہ دُو رویہ کئی بیلین برابر سے

جدہر دیکھو اسی جانب برابر پھُول پھولے ہین
ہویدا اصاف ہر سو ہے ہراک کی چشمِ حیران سے
عُروسِ نو سنوارا ہو جسے قدرت کے ہاتھون نے
بیان ہو کس طرح سے اسکے چہرے کی صباحت کا

یہان کشمیر مین آکر وہ شالامار کو دیکھے
جدہر جاؤ اسی جانب کلی دل کی مہکتی ہے
طرب کی روح پھیلی ہے ہراک دل کے نشیمن مین
کہ آمادہ ہے دل اب داغِ ناکامی کے دہونے کو

ہزارون حُسن کے جلوے ہین رقصان بزمِ الفت مین
گلون کے بیچ مین مستانہ وہ ٹھکھیلیان کرنا
وہ ٹھنڈی چاندنی راتون مین اک عالم گلستان کا
نقاب اُلٹے ہوے گویا کوئی تازہ دلھن نکلی

وہی آغوش مین گلشن کے آ کر مچلتی ہے
عجب ترتیب ہے کچھ آبشارون کی روانی کی
کنارے پر دُو رویہ بیلین بنتی ہین برابر کی
ہراک پہلو مین پھُولون کی کیاری بنتی جاتی ہے

اور اسکے پاس چارون سمت فوّارون کی کثرت ہے
جدہر دیکھو اسی جانب ہزارون گل بکھرتے ہین
جو اُونچی چار گز ہے۔ اور صدہا گز وہ لمبی ہے
ڈھکی ہے سر سے پاؤن تک گھنے پھولون کی چادر سے

جڑون سے پتیون تک ہر جگہ پر پھول پھولے ہین
ہزارون پھُول کھنچ کر آ گئے صدہا گلستان سے
جسے آغوش مین پالا جہان کی ٹھنڈی راتون نے
ملا ہو حسن کی دیوی نے جب غازہ ملاحت کا

مہک دوشیزگئ گلشنِ فطرت کی پھیلی تھی
فضا وہ تھی کہ میری رُوح تک پرواز کرتی تھی

محمود الہ آبادی

یاد محبوب

شاہد دوراں کی زلف عنبریں برہم سی ہے — چاک ہے گل کا گریباں چشم شبنم نم سی ہے
کشتئ امید کچھ ساحل سے نامحرم سی ہے — جنبش امواج مین اک شورش پیہم سی ہے

اضطراب دل مرا ہنگامہ در آغوش ہے
ضبط کہتے ہین جسے اک نالۂ خاموش ہے

شانہ سینہ چاک ہے زلف معنبر کے لئے — آئینہ حیرت مین ہے اک روئے انور کے لئے
پس گیا سرمہ کسی چشم فسون گر کے لئے — ہاتھ ملتی ہے حنا پابوس دلبر کے لئے

جس کو شانہ کی ضرورت تھی وہ گیسو ہی نہین
سرمہ کیسا اب وہ چشم رشک آہو ہی نہین

بار تھا طبع سبک پر گیسوئے پرفن کا بوجھ — اٹھ نہ سکتا تھا کمر سے جنبش دامن کا بوجھ
اف وہ نازک جسم اور خاک سر مدفن کا بوجھ — وائے قسمت بوجھ اور وہ بھی ہزارون من کا بوجھ

زیب جس کے جسم پر دیتا تھا رنگین پیرہن
آج سر سے پاؤن تک پہنے ہے اک سادہ کفن

اب وہ آنکھین بند ہین سوتی تھین جن مین بجلیان — ہین وہ لب پژمردہ جن پر کھیلتی تھین شوخیان
کل کھلی تھی جو کلی وہ ہو گئی نذر خزان — ہائے رنگ بوستان لے وائے رنگ بوستان

اڑ گئی یک لخت رنگینی جو رخسارون مین تھی
پڑ گئے سرد آتش افروزی جن انگارون مین تھی

ثاقب جالندھری

غزلیات

اثر رحمانی رام پوری

دل کا مقابلہ ہی کیا تیر نگاہِ ناز سے
کیسے بچاتے ہم اسے عشق کے ترکتاز سے
قابلِ احترام ہے ہمتِ اہلِ عشق بھی
گھس گیا سنگِ آستان ناصیۂ نیاز سے
اتنے حواس تھے کہ مین خود تو وہان سے آسکا
دل کو مگر نہ لا سکا اُن کے حریم ناز سے
غیرتِ عشق کے سبب آگے نہ بڑھ سکا قدم
بچ کے ذرا چلا تھا مین جادۂ امتیاز سے

افسر صدیقی امروہوی

شمع کے زیرِ قدم لاش ہے پروانے کی
انتہا خوب ہوئی عشق کے افسانے کی
کوہ و صحرا نے دیا نعرۂ وحشت کا جواب
گئین خالی نہ صدائین ترے دیوانے کی
اے جنون کون سے عالم مین گنون آبکو مین
نام گھر کا ہے مگر شکل ہے ویرانے کی
صُوَرِ عالمِ فانی کو نہ دے دل مین جگہ
دیکھ پڑ جائیگی بنیاد صنم خانے کی
عالم ہوش مین آجاؤن اگر مین افسر
جوشِ وحشت کی قضا موت ہے ویرانے کی

عشق رامپوری

غلط کہ الفتِ بیداد گر نہین ہے مجھے
مگر ہے یہ بھی کہ اپنی خبر نہین ہے مجھے
کسی کی دید کا خواہان ہون کیا قیامت ہے
یہ جانتا ہون کہ تاب نظر نہین ہے مجھے
تمھارے ظلم سے تعبیر لطف کرتا ہون
یہ اور کیا ہے محبت اگر نہین ہے مجھے
نہ پوچھ دل کی مصیبت کا حال کچھ مجھسے
یہی خبر ہے کہ کچھ بھی خبر نہین ہے مجھے
وفائے عہد قول و قسم غلط نہ سہی
سکون قلب میسر مگر نہین ہے مجھے

فراق گورکھپوری

قتل یون ہونے محبت کے گنہگار آئے
ہین یہ تیور کہ انھین نیند سرِ دار آئے

ہین یہی اے نگہِ ناز ترے قدر شناس
بیدلون پر تجھے اللہ کرے پیار آئے

بادِ صرصر بھی تھمی آبلہ پا بھی ٹھہرے
دشتِ غربت مین نظر شام کے آثار آئے

یا تو یہ ہو کہ مین اُس شوخ کو دیکھون ہی نہین
یا جو دیکھون بھی تو اتنا نہ مجھے پیار آئے

اے فراق آؤ کرین کھوئے ہوئے دل کی تلاش
بعد مدت کے سرِ کوچۂ دلدار آئے

ناطق جیلانی

جنھین ذوقِ شورِ جنون تھا وہ اسی ہوس مین فنا ہوئے
جو اُٹھے تو اُٹھ کے کہین نہ تھے یہ ہوا کہ بانگِ درا ہوئے

جو تمھین اِدھر ہو تمھین اُدھر تو کہان گئے مرے ہم نظر
دمِ جلوہ تمنے یہ کیا کیا وہ جو دیکھتے تھے وہ کیا ہوئے

یہ بنائے دیر نگاہ کر یہ نہین حقیقتِ بندگی
جو بیانِ اہلِ مجاز ہے تو ہمین بتون کے خدا ہوئے

یہ مآلِ اہلِ حسد ہوا کہ وبالِ جان ہوئی زندگی
یہ حریف ایسے تھے ناسزا کہ جو آپ اپنی سزا ہوئے

ہمین ہمسفر سے خلش رہی یہ رہِ طلب کی روش رہی
نہ کسی کو راہ نما کیا نہ کسی کے راہ نما ہوئے

یہ نمازِ اہلِ نیاز ہے کہ کبھی پڑھین نہ قضا کرین
اُنھین فکرِ قیدِ رسوم کیا جو بذوقِ یار فنا ہوئے

وہ ہمارے گھر جو نہ آئین گے تو ابو الحسن ہمین جائین گے
کوئی ہم تو اُن سے خفا نہین وہ ہوا کرین جو خفا ہوئے

طرز زندگی

مصنفہ سید محمد نسیم نہٹوری رفیق شیر زنگشان

اپنی خوبیون کے لحاظ سے عدیم النظیر تصنیف

یہ کتاب نصیحت اور عبرت کا مرقع ہے۔ اور پھر خوبی یہ کہ ایک بار پڑھ کر آپ مکرر سکرر پڑھنے کے لئے مجبور ہون گے۔ زن وشوہر کے تعلقات خوشگوار رہنے کے اصول نہایت ہی سادہ پیرایہ مین اس عنوان سے بیان کئے گئے ہین کہ دل پر نقش ہو جاتے ہین۔

یہ تصنیف عورتون مردون اور بچون کے لئے یکسان مفید ہے۔ پہلے اڈیشن کا اختتام ہو رہا ہے آپ آج ہی اپنی فرمائش روانہ کر دین۔ قیمت ــــــــــــ عہ

مینجر نگار لکھنؤ

ثاقب جالندھری

یہ پست و بلندِ عالم ہے یہ ناز و نیاز ہستی ہے
لوگ اس کو بلندی سمجھے ہین جو حق مین ہمارے پستی ہے

بس ٹوٹ گیا بس ٹوٹ گیا ہر تارِ نفس مین ساز جو تھا
اب کس کو سناتے نغمہ ہو اب کونسی ایسی ہستی ہے

ہم عشق کرین وہ ہم سے کھنچین یہ دہر مین ہوتا آیا ہے
آباد انہی دو چیزون سے تو عالم کی یہ بستی ہے

آباد کبھی وہ دل بھی تھا برباد جسے اب دیکھتے ہو
سنسان نظر جو آتی ہے وہ ایک پرانی بستی ہے

ہے حسنِ ازل ہر ایک جگہ خالی نہین اس سے کوئی فضا
کیون دیر و حرم کے گوشون تک محدود تلاشِ ہستی ہے

جرعات محبت پیتے ہی ثاقب یہ ہمارا عالم ہے
ہر وقت ہے بیش چشم کوئی آنکھون مین ہمیشہ مستی ہے

نوٹس

ہندوستانی ایکاڈمی صوبہ متحدہ الہ آباد کے مطبوعات

ازمنۂ وسطیٰ مین ہندوستان کے معاشرتی اور اقتصادی حالات

از علامہ عبد اللہ یوسف علی ۔ ایم ۔ اے ۔ ایل ایل ۔ ایم ۔ سی ۔ جی ۔ ای

مجلد	عہ
غیر مجلد	عہ

زیر طبع

(۱) مغلون سے پہلے عرب ہندوستان کے تعلقات ۔ (از مولانا سید سلیمان صاحب ندوی)

(۲) مسلمانون کے تمدن پر ہندؤن کا اثر ۔ (از مولانا محمد امین صاحب عباسی)

(۳) ازمنۂ وسطیٰ کا ہندوستانی تمدن ۔ (از رائے بہادر مہامہوپادھیا گوری شنکر ہیراچند صاحب وجھا)

(۴) ہندی شاعری ۔ (از ڈاکٹر اعظم صاحب کریوی)

جنرل سکریٹری ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد

معلومات

سرزمین عجائبات

دنیا مین چار نزہت گاہین سب سے زیادہ مشہور ہین۔ شعب بوان، صغد سمرقند، نہر ابلہ، اور غوطۂ دمشق۔ مگر یہ کل دلکش مقامات بطور "سینی ٹوریم" (تفریح گاہ) کے ہین ان مین بجز سبزہ زار، آب روان اور میوہ دار درختون کے کوئی عجیب و غریب بات نہین۔ ذیل مین ہم ایک ایسے عجیب و غریب خطہ کا ذکر کرتے ہین جو اپنے محیر القول عجائبات کے باعث (Wonder Land) مشہور ہے

دی یلو اسٹون پارک (The Yellow Stone Park) (اس مقام کا نام ہے) یہ پہلے ریاست وُیُومینگ کے قبضہ مین تھا۔ مگر ۱۸۷۲ء سے امریکہ کے قبضہ مین آگیا ہے یہ پارک عام تفریح گاہ کے طور پر استعمال نہین کیا جاتا نہ اس پارک سے وہ پر لطف باغ مراد ہین جو شہرون مین ہوتے ہین۔ اسکا کل رقبہ ۳۳۰۰ مربع میل ہے اور غالبًا دنیا مین کوئی اسقدر مختصر خطہ اتنے زیادہ عجائبات کا قابض نہوگا

ہم اس مین شمالی راہ سے داخل ہوتے ہین اور تقریبًا پانچ میل پہاڑی راستہ کو طے کرکے گرم چشمون کے قریب پہنچتے ہین۔ یہان سے ایک رہبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہان کا بوقلمون منظر! سبحان اللہ! اس نظارہ کو دیکھکر آنکھین کھلی کی کھلی رہجاتی ہین۔ کٹورے کی طرح تالاب بھرے ہوئے ہین جن پر کُہر کا لطیف سائبان ہر وقت معلق رہتا ہے۔ جب اسکے پار نگاہ گزرتی ہے تو صدہا دلاویز مختلف رنگ نظر آنے لگتے ہین۔ تالاب کے خوشنما کنارون پر گرم گرم پانی کی بلورین موجین آکر لگتی ہین تو سفید سفید کف جمع ہوجاتا ہے۔ "سطح آب کا یہ سحر کار منظر ایک قسم کے خوشنما پود دنکار مین منت ہے جو اسکے اندر اُگے ہوئے ہین" ان الفاظ سے رہبر سیاح کی حیرت کو رفع کرتا ہے۔

چشمون سے آگے بڑھکر ایک عجیب سرزمین نظر آتی ہے جسکو (Goblin Land) یا ارض شیاطین کہتے ہین۔ اسکے متعلق روایت ہے کہ پہاڑ کی ایک جانب سے شیطان اور دوسری جانب سے اسکی بیوی کے پھسل پڑنے سے اس مقام کی ایسی ہیئت ہوگئی ہے اور اسی مناسبت سے یہ مشہور ہے۔ واقعی یہ عجیب سرزمین ہے اور پر بلند پہاڑ ہے جس کے دامن مین بڑے گہرے غار ہین۔ گورنمنٹ امریکہ نے ارض شیاطین مین سے سڑک نکالنی چاہی تھی مگر غارون کی وجہ سے کامیابی نہوئی

گرم چشمون سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہم ایک سڑک پر سے گزرتے ہین جو ٹھوس شیشے کی بنی ہوئی ہے اسکے ایک سمت بیور جھیل کا نیلا پانی جھلکتا نظر آتا ہے اور محاذ مین پہاڑی حصار ہے۔ سڑک کے دوسری طرف شیشے کا ایک ٹھوس پہاڑ کھڑا ہے جسکی سیاہ سطح چکنی اور نہایت چمکدار نظر آتی ہے اس پہاڑ کے دامن مین سڑک بنانا بھی بہت دشوار امر تھا کیونکہ سیاہ کانچ کے بڑے بڑے تودے ہر طرف کھڑے تھے جنکو نہ بارود سے اڑایا جاسکتا تھا نہ اوزارون سے توڑا جاسکتا تھا۔ چنانچہ یہ ترکیب کیگئی کہ انکو پہلے خوب گرم کردیا گیا اسکے بعد ان پر پانی ڈالدیا جس سے پاش پاش ہوکر رہگئے

اسکے بعد ہم (Geysers) دیکھنے بڑھتے ہین "جیسر یا گیسر" کی حقیقت سمجھنے کے لئے اسکو "چشمۂ آتش فشان"

کہنا چاہئے - زمین کے اعماق مین پانی جمع ہوجاتا ہے اور وہان حرارت سے بھاپ بنکر نہایت شدت سے اُبل پڑتا ہے - "جیسرز" گرم پانی کے بڑے بڑے تالاب ہین - جسوقت اُن مین اشتعال آتا ہے تو پانی کے علاوہ کیچڑ تک کا پتہ نہین چلتا - یہ کیفیت ہمیشہ نہین رہتی ہے مگر اسکا بھی کسی کو علم نہین کہ کب دفعتہً پانی مین آگ لگ جائے - ان چشمہ ہائے آتش فشان مین (Norris) بڑا ہے جسکا کھولتا ہوا نیلا پانی دور سے نظر آتا ہے - اس سے تھوڑی سی دور دوسرا چشمہ ہے جسکا نام (Monarch) ہے جو ان تمام چشمون کا بادشاہ معلوم دیتا ہے - اسکی وسیع سطح گرد و نواح مین خوشنما پہاڑون کا منظر پھر پانی کھولنے کی ترنم ریز آواز - بخارات کے لطیف بادل عجیب دلکش سینری پیش کرتے ہین اسکے اشتعال کا بھی کوئی وقت مقرر نہین جب چاہتا ہے اپنے دہانۂ آبی سے آگ اُگل دیتا ہے

یہان سے سیر کرتے ہوئے ہم ایک عجیب دہشتناک مقام پر پہنچتے ہین جسکا نام (Hell) یا سقر ہے واقعی یہ سرزمین نمونۂ سقر ہے - یہان کے وحشت خیز مناظر اور بھیانک چیزون کو دیکھکر گمان ہوتا ہے کہ یہ جن یا شیاطین کا مسکن ہے - کہر اور بھاپ کے دل بادل ہمارے سرون پر معلق ہوجاتے ہین - تمام فضا "گوگردی" بو سے پُر ہے جسمین سانس لینا سخت دشوار ہے - دم گھٹنے لگتا ہے اور ضیق کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے - پھیپھڑون مین خراش و سوزش ہونے لگتی ہے - ہر طرف چھن چھن کی آوازین اس طرح آتی ہین گویا کسی گرم گرم بڑے برتن پر پانی پڑ رہا ہے - خود زمین اسقدر گرم رہتی ہے کہ پیر جھلس جاتے ہین الغرض سقر کی تمام صعوبتین یہان آکر محسوس ہونے لگتی ہین

یہان سے چلکر (Excelsior) کے پاس پہنچتے ہین جو دنیا مین سب سے بڑا چشمۂ آتش فشان ہے - وہ عرصہ سے خاموش پڑا ہوا ہے - اسوقت اسکے اندر نیلا کھولتا ہوا پانی بھرا ہوا ہے جس کے کنارون پر سفید کف کا حاشیہ بہت بھلا معلوم دیتا ہے - اسکے قریب ہی ایک اور چشمہ ہے جسکا نام (Fountain) ہے - اسکا پانی اسقدر صاف و شفاف ہے کہ ۱۵ - ۱۶ فیٹ تک گہرائی مین نظر پہنچ جاتی ہے - اسکی تہ مین سے پانی کے بڑے بڑے بلبلے اس طرح سطح پر آکر پھوٹتے ہین گویا دیگ مین پانی کھول رہا ہے

(Morning glory) "یا چشمۂ نور سحر" ان تمام چشمون مین دلفریب ہے - پانی کا ایک صاف چشمہ ہے جہان صبح کے آثار اُس کی بلورین لہرون مین جذب ہوکر مختلف رنگون مین رونما ہوتے ہین بوقلمونی رنگ کی آبی تہ، جسمین سے آفتاب کی پہلی شعاع گزر کر سینکڑون قوس و قزح کے مناظر پیدا کردیتی ہے ایسا دلاویز نظارہ ہے کہ طبیعت پھڑک اٹھتی ہے - جب سطح ساکن ہوتی ہے تو یہ معلوم دیتا ہے گویا تمام تالاب مین نقرہ یا منجمد پارہ بھرا ہوا ہے! اسکے ساتھ ہی یہ تمام فریب کار منظر، یہ نقرئی سطح نہایت خطرناک بھی ہے - تھوڑی ہی دیر بعد وہی کھولتا ہوا پانی اور اُٹھتی ہوئی بھاپ کے گرم گرم بھپکے پھر موجود ہین - فطرت کی یہ فریب کاری معصوم جانورون کی جان بھی لے لیتی ہے بھولی بھالی چڑیان، اس دلفریب منظر کی شیدائی، کلیلین کرتی ہوئی اس گرم چشمے مین غسل کرنے آتی ہین اور مر کر نکلتی ہین - کئی آدمی بھی ان چشمون مین گر کر بھُن گئے - یہ تمام سرزمین اس قسم کے چشمون سے بھری پڑی ہے، ان تمام کی سیر کرنے کو ایک عرصہ چاہئے - ان مین (Chinaman ess) بھی بہت مشہور ہے - ایک شخص اُسکے اشتعال کا چشم دید

حال ان الفاظ مین بیان کرتا ہے

"جسوقت یہ فریب دہ ساکن سطح دفعتہً متلاطم ہوئی اور ساتھ ہی غضبناک ہوکر پانی اُبلا تو ایسا معلوم دیتا تھا گویا ہزارون جن اور دیو بڑے بڑے برتنون مین پانی بھر بھر کر آسمان کی طرف پھینک رہے ہین۔ پہلے تو ایکدم زمین لرزی اسکے بعد سطح آب سے بلبلے جنمین دھوان اور بھاپ بھری ہوئی تھی اُٹھنے شروع ہوئے پھر ایک مقام پر سے پانی فوارہ کی طرح بہت بلند ہوکر گرنے لگا۔ اسکے بعد تمام آبی وسعت مین سخت تلاطم پیدا ہوگیا اور کھولتا ہوا پانی نہایت غیظ و غضب کے ساتھ آس پاس کی خاموش فضا مین گونج اور شور پیدا کرتا ہوا اڑنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا گرم گرم پانی مین کئی اہرمن تہلکہ مچاتے ہوئے دوڑتے پھر رہے ہین دفعتہً اشتعال بہت شدید ہوگیا اور ایک ایسی سُرعت کے ساتھ کہ میرا خیال بھی اسکے پیچھے رہگیا تمام سطح آب ایکدم بلند ہوئی اور ہوا مین اڑ گئی۔ پانی ہوا مین بلند ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ آسمان کے نیچے ایک عظیم الشان دریا بہتا ہوا نظر آرہا تھا۔ گرج اور آواز بدستور ہو رہی تھی بھاپ کے بادل جنگل کی طرف اڑتے چلے جارہے تھے اور چشمے کی تہ مین سے پھر پانی کی موٹی موٹی دھارین اُبل رہی تھین۔ عجیب سین تھا اسکی خوفناکی لفظون مین ناقابل بیان ہے"

جب ہم اس خوفناک چشمے سے دور مقام پر کھڑے ہوتے ہین تو وہان بھی پانی کے کھولنے کی صاف آواز آتی ہے اور ہوا کے جھونکون کے ساتھ بھاپ کے بھپکے ہمارے کپڑے اور چہرے کو تر کرتے ہوئے نکل جاتے ہین۔ اِن تمام چشمون کو چھوڑ کر اب ہم پھر "یلوسٹون پارک" کے دوسری طرف آتے ہین۔ اس جگہ ایک آبشار نظر آتا ہے جو ([illegible]) نیا گرا کے آبشار سے بلند ہے۔ آفتاب غروب ہوتے وقت یہانکا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ پانی کی چادر پر بیشمار قوس قزح نظر آنے لگتے ہین۔ پہاڑی پر سے یہ سمان عجیب دلکش معلوم دیتا ہے۔ میلون تک آبشار کا شفاف پانی بہتا ہوا چلا گیا ہے یہان تک کہ ایک سبزہ زار کے مخملی پردون مین گم ہو جاتا ہے

اِس پارک مین اور بھی بیشمار عجائبات ہین۔ کوہستانی سلسلہ کے درمیان مین بہت سی چمکتی ہوئی چھوٹی جھیلین ہین۔ کئی دلدل ہین جنکے اندر صدیون سے قد آور درخت پتھر کا کوئلہ بنے پڑے ہین۔ کئی سدا بہار دلکش صحرا اور جنگل ہین جنکی بےخزان بہار ہر وقت تھکے ماندے دلونکو بشاش کرنے کو تیار رہتی ہے۔ اس پارک مین ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ یہ بہت سے جنگلی جانورون کا مسکن بھی ہے۔ یہان شکار کی ممانعت ہے۔ صدہا قسم کی جنگلی بکریان، ہرن بھینسے قدرتی سبزہ زار کو روندتے پھرتے ہین، وہ انسانون سے نہین ڈرتے کیونکہ انکو معلوم ہے کہ وہ مارے نہین جاسکتے۔ چیتے بھیڑئے ریچھ وغیرہ بھی انسان سے اسقدر مانوس ہو رہے ہین کہ بلا ستائے کسی پر حملہ نہین کرتے۔

الغرض یہ پارک بہشت کا نمونہ ہے اور جہنم کا بھی۔ اگر ایک ایک جگہ کی سیر کی جائے تو بہت وقت کی ضرورت ہے

قیسی

مطبوعات موصولہ

نظم و نثر افسوس ہے کہ نہ مین مطبوعات موصولہ کو اس وقت تک دیکھ سکا اور نہ ان پر تبصرہ کرنے کے لئے اس ماہ مین جگہ نکال سکا۔ غالباً ماہ آیندہ کی اشاعت مین اس کی تلافی ہو سکے۔ لیکن مین ایک کتاب کا ذکر مختصراً اس مہینے مین ضروری سمجھتا ہون اور وہ **تاریخ ادب اردو** ہے

اصل کتاب مسٹر رام بابو سکسینا نے انگریزی مین تحریر کی تھی اور اب اسکو نولکشور پریس نے اُردو زبان مین منتقل کرا کے شایع کیا ہے۔ اس کتاب کے ترجمہ کی خدمت ہمارے فاضل دوست مرزا محمد عسکری صاحب بی۔ اے کے سپرد کی گئی تھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انھون نے اس خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام دیا ہے کہ اگر بجائے مترجم کے ہم انھین مُرتب کہین تو بیجا نہین۔

اصل کتاب مین جہان کہین تسامحُ پایا جاتا تھا اس کو ترجمہ مین دور کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اسقدر مزید حواشی و اضافے اس مین کر دیئے گئے ہین کہ اصل کتاب انگریزی سے بہت زیادہ جامع حیثیت اس نے اختیار کر لی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسوقت تک اس موضوع پر کوئی کتاب ایسی بسیط نہین لکھی گئی اور دنیائے ادب کو جناب عسکری صاحب کے ذوق علم کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انھون نے ایسی مفید خدمت زبان کی انجام دی۔ اس کتاب کے دو حصہ ہین۔ ایک نثر سے متعلق ہے دوسرا نظم سے۔ متعدد تصاویر بھی دی گئی ہین اور کتابت و طباعت مین بھی خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مجلد شایع ہوئی ہے اور تقریباً ۸۰۰ صفحات کو محیط ہے۔ قیمت ۱۲ عہ اور ملنے کا پتہ۔ نولکشور پریس لکھنؤ

عود ہندی و اردوئے معلی کا عطر
یعنی
ادبی خطوط غالب
جنکو
مرزا محمد عسکری صاحب بی اے لکھنؤی نے نہایت محنت اور عرقریزی سے کتب مذکورہ بالا سے اخذ کر کے باضافہ ایک بسیط اور مفید مقدمہ اور مرزا غالب کے اکثر مکتوب الیہم کے دلچسپ حالات اور نمونہ کلام کے مرتب کیا ہے
حجم ۳۶۰ صفحات تقطیع ۲۲/۱۸ قیمت مع تصویر غالب - - - - (عہ)

تذکرۂ خندۂ گل
یا
ظریف شاعرون کا تذکرہ
مکمل ہو کر شایع ہو گیا ہے اور ان حضرات کے نام روانگی ہو چکی ہے جنکی پیشگی رعایتی رقم وصول ہو چکی تھی رعایتی میعاد خریداری ۳۰ جون کو ختم ہو گئی اسلئے اب جو صاحب طلب کرین گے انسے مع محصول للعہ لئے جائین گے، یہ تذکرہ اُردو زبان مین بالکل نئی چیز ہی جسمین ۳۰ سے زاید ظریف شاعرونکے حالات، انکے لطایف اور کلام کا انتخاب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب تنہائی کی بہترین مونس غمزدہ دل کیلئے باعث تفریح اور ایک محقق کیلئے نادر خزینہ ہے
حجم معہ فہرست و سرورق ۴۹۲ صفحات

مینیجر نگار۔ نظیر آباد۔ لکھنؤ